فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کا تحقیقی شاہکار
چودہویں صدی کا عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا "فتاوی رضویہ" کے
محاسن و کمالات اور امتیازی خصوصیات پر مشتمل ایک علمی اور تحقیقی کتاب

خصائص فتاوی رضویہ

تحقیق و تالیف
مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی
صدر مفتی و شیخ الحدیث
ادارۂ شرعیہ اتر پردیش رائے بریلی

ناشر
مولانا نور الدین اکیڈمی
جامعہ حضرت مولانا نور الدین للبنات
جامعہ نگر قاضی گاؤں پوسٹ عل جھاڑی اسلام پور، اتر دیناج پور۔ بنگال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کا تحقیقی شاہکار
چودہویں صدی کا عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا "فتاوی رضویہ" کے
محاسن وکمالات اور امتیازی خصوصیات پر مشتمل ایک علمی اور تحقیقی کتاب

خصائص فتاویٰ رضویہ

تحقیق وتالیف

مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

صدر مفتی وشیخ الحدیث

ادارہ شرعیہ اترپردیش رائے بریلی

ناشر

مولانا نور الدین اکیڈمی

جامعہ حضرت مولانا نور الدین للبنات

جامعہ نگر قاضی گاؤں پورٹ عمل جھاڑی اسلام پور، اتر دیناج پور۔ بنگال

نام کتاب	:	خصائص فتاویٰ رضویہ
تحقیق و تالیف	:	مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی
نظر ثانی	:	علامہ عبد المبین نعمانی چریاکوٹی
باہتمام	:	مفتی ذاکر حسین نوری مصباحی فناء القادری (حیدرآباد)
تصحیح حروف	:	مفتی مشتاق احمد امجدی اویسی (ناسک)
سنہ اشاعت	:	صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ستمبر ۲۰۲۱ء (بموقع عرس رضوی)
ناشر	:	مولانا نور الدین اکیڈمی
		جامعہ نگر قاضی گاؤں اسلام پور اتر دیناج پور بنگال
صفحات	:	۳۰۴
ہدیہ	:	

ملنے کے پتے

☆ جامعہ طیبۃ الرّضا چنچل میٹ حیدرآباد 09391321727

☆ ادارۂ شرعیہ اترپردیش رائے بریلی 09580720418

☆ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف 08410234667

☆ اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد 09502314649

☆ مکتبہ حافظِ ملت مبارکپور اعظم گڑھ 09044401887

☆ مکتبہ فیضان اشرفی، کچھوچھہ شریف 09451619386

☆ حق اکیڈمی، مبارک پور 07007677857

فہرست مضامین

شمار نمبر	ذیلی عناوین	صفحہ نمبر
۱	شرف انتساب	۹
۲	خراج عقیدت	۱۰
۳	عرضِ حال	۱۱
۴	تقریظ جلیل	۱۹
۵	تقریظ جمیل	۲۱
۶	تقریظ عدیل	۲۴
۷	تقریظ نبیل	۲۶
۸	نگاہ اولیں	۲۷
۹	کلماتِ تقریب	۳۱
۱۰	کلماتِ تقدیم	۳۴
۱۱	**خصائص فتاویٰ رضویہ**	۳۷
۱۲	فقہ و افتا میں امام احمد رضا کا امتیازی مقام	۳۸
۱۳	امام احمد رضا کا فقہی مقام طبقات فقہا کی روشنی میں	۴۷
۱۴	کتب فتاویٰ میں ''فتاویٰ رضویہ'' کا فقہی مقام	۴۸
۱۵	خصائص فتاویٰ رضویہ کے کچھ خاص نمونے	۸۰
۱۶	**فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی اشاریہ**	۵۲
۱۷	رسائل رضویہ کی چار اہم خصوصیات	۷۲
۱۸	**خطبہ کی فصاحت وبلاغت**	۷۵

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۹	**مستفتی کی زبان وبیان کی رعایت**	۸۲
۲۰	سوال بزبانِ اردو غیر منظوم	۸۳
۲۱	جواب بزبانِ اردو غیر منظوم	۸۳
۲۲	سوال بزبانِ اردو منظوم	۸۳
۲۳	جواب بزبانِ اردو منظوم	۸۴
۲۴	سوال بزبانِ اردو منظوم	۸۴
۲۵	جواب بزبانِ اردو منظوم	۸۵
۲۶	سوال بزبانِ فارسی غیر منظوم	۸۵
۲۷	جواب بزبانِ فارسی غیر منظوم	۸۶
۲۸	سوال بزبانِ فارسی منظوم	۸۷
۲۹	جواب بزبانِ فارسی منظوم	۸۸
۳۰	سوال بزبانِ عربی	۸۹
۳۱	جواب بزبانِ عربی	۹۰
۳۲	سوال بزبانِ انگریزی	۹۱
۳۳	جواب بزبانِ انگریزی	۹۳
۳۴	**متعارض اقوال میں تطبیق**	۹۹
۳۵	اسرافِ پانی کے مختلف اقوال میں تطبیق	۹۹
۳۶	دفن میت کے بعد میت کے مکان پر رسم تعزیت کے متعارض اقوال میں تطبیق	۱۰۱
۳۷	غیر مسلموں کے ہدایا اور تحائف قبول کرنے کے متعارض اقوال میں تطبیق	۱۰۳

۳۸	غیرحنفی المذہب کی اقتدا میں حنفی المذہب کی نماز کے متعارض اقوال میں تطبیق	۱۰۴
۳۹	الفاظِ نکاح کے مختلف اقوال میں تطبیق	۱۰۷
۴۰	**مختلف اقوال میں ترجیح**	۱۱۳
۴۱	پیدائشی عیب والے قربانی کے جانور کے مختلف اقوال میں ترجیح	۱۱۴
۴۲	وکیلِ نکاح کو دوسرے سے نکاح پڑھوانے کے مختلف اقوال میں ترجیح	۱۱۶
۴۳	وقت عصر کے مختلف اقوال میں ترجیح	۱۱۹
۴۴	جنبی کی تلاوتِ قرآن کے مختلف اقوال میں ترجیح	۱۲۰
۴۵	**غیرمنصوص احکام کا استنباط اور ان کا حل**	۱۲۳
۴۶	روسر کی تیار کردہ شکر کا حکم	۱۲۴
۴۷	کرنسی نوٹ کا حکم	۱۳۶
۴۸	امور شرعیہ میں تار کی خبر کا حکم	۱۴۱
۴۹	**غایت تحقیق و تنقیح**	۱۴۵
۵۰	اشیاے تیمم کی تعداد میں اضافہ	۱۴۵
۵۱	حلال جانور کے حرام اجزا میں اضافہ	۱۴۹
۵۲	اذان مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحقیق	۱۵۳
۵۳	مرغی کی قے کی تحقیق	۱۵۴
۵۴	**حل اشکالات و توضیح مبہمات**	۱۵۷
۵۵	منی آرڈر کا جواز اور رشید احمد گنگوہی کے شبہ کا ازالہ	۱۵۷
۵۶	بیع باطل کی تعریف اور علامہ شامی کے شبہ کا ازالہ	۱۶۰
۵۷	قرآن حکیم کی روایت بالمعنیٰ کے عدم جواز پر اشکال اور اس کا حل	۱۶۲

۵۸	**کثرت دلائل وشواہد**	۱۶۴
۵۹	**کثیر آیات قرآنیہ سے استدلال**	۱۶۵
۶۰	داڑھی بڑھانے کے اثبات میں کثیر آیات قرآنیہ سے استدلال	۱۶۶
۶۱	سنت بیعت کے اثبات پر کثیر آیات قرآنیہ سے استدلال	۱۷۲
۶۲	سات ستاروں کے وجود میں کثیر آیات قرآنیہ سے استدلال	۱۷۳
۶۳	ستاروں کی حرکت کی حقیقت پر کثیر آیات قرآنیہ سے استدلال	۱۷۵
۶۴	جمع بین الصلوٰتین کے عدم جواز پر کثیر آیات قرآنیہ سے استدلال	۱۷۶
۶۵	**کثیر احادیث سے استدلال**	۱۷۹
۶۶	نماز عیدین کے بعد دعا کے اثبات پر کثیر احادیث کریمہ	۱۸۰
۶۷	عمامہ کے ساتھ نماز کی فضیلت پر کثیر احادیث کریمہ	۱۸۴
۶۸	سیاہ خضاب کی حرمت پر کثیر احادیث کریمہ	۱۸۸
۶۹	سماع موتیٰ کے تعلق سے کثیر احادیث کریمہ	۱۹۱
۷۰	**کثیر فقہی جزئیات سے استدلال**	۱۹۲
۷۱	تکرار نماز جنازہ کے عدم جواز پر کثیر فقہی جزئیات	۱۹۲
۷۲	**کثرت علوم وفنون اور فتاویٰ میں ان کا استعمال**	۲۰۲
۷۳	تفسیر	۲۰۳
۷۴	اصول حدیث	۲۰۶
۷۵	نقد رجال	۲۰۷
۷۶	اسماء الرجال	۲۱۳
۷۷	علم کلام	۲۱۶
۷۸	اصول فقہ	۲۱۷

۷۹	طبعیات	۲۱۹
۸۰	ہندسہ لوگارثم	۲۲۳
۸۱	ریاضی	۲۲۸
۸۲	توقیت	۲۳۱
۸۳	ہیئت	۲۳۳
۸۴	تجوید و قراءت	۲۳۵
۸۵	قوافی و عروض	۲۳۸
۸۶	زبان و بیان	۲۳۹
۸۷	**اصلاح و موعظت**	۲۴۱
۸۸	ظہر کی جماعت چھوڑ کر تہجد کے لیے قیلولہ کرنے والے کی اصلاح	۲۴۲
۸۹	نکاح خواں غیر وکیل کی اصلاح	۲۴۸
۹۰	فرض زکوٰۃ چھوڑ کر نفلی صدقات کرنے والوں کی اصلاح	۲۵۰
۹۱	**لغزش و خطا پر تنبیہات**	۲۵۴
۹۲	ہدایت علی نام رکھنا	۲۵۴
۹۳	اپنے فرزندوں میں سے کسی ایک کو حیات میں مال ہبہ کرنا	۲۶۰
۹۴	کھڑے ہو کر پیشاب کرنا	۲۶۲
۹۵	**علمائے متقدمین پر تنقیدات**	۲۶۶
۹۶	صاحبِ فتاویٰ شامی ابن عابدین پر تطفل	۲۶۶
۹۷	قاضی خاں، صاحب قنیہ اور علامہ سید احمد طحطاوی پر تطفل	۲۶۹
۹۸	صاحب منح الروض پر تطفل	۲۷۱
۹۹	**مخالفین پر تعقبات**	۲۷۳

۱۰۰	رشید احمد گنگوہی کا تعاقب	۲۷۳
۱۰۱	داڑھی منڈانے کی حرمت پر ولید کے اعتراضات کا تعاقب	۲۸۱
۱۰۲	تعارف مصنف	۲۸۷
۱۰۳	مآخذ و مراجع	۳۰۲

شرفِ انتساب

یہ حقیر کوشش

غوث العالم محبوب یزدانی سلطان التارکین مترجم قرآن

مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی سامانی نوربخشی کچھوچھوی

فقیہ اسلام مجدد اعظم امام اہلسنت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی قادری محدث بریلوی

جلالۃ العلم ابوالفیض

حافظ ملت علامہ شاہ مفتی عبدالعزیز اشرفی محدث مبارکپوری

کے نام جن کے روحانی اور علمی فیضان سے ایک جہاں فیضیاب ہے اور یہ سیہ کار ان کے دربار گہربار کا سب سے بڑا منگتا اور سب سے ادنیٰ غلام ہے۔
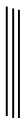
گدائے بے نوا

محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

غفرلہ القوی

خراج عقیدت

میں اپنی اس معمولی قلمی کاوش کو دنیاے علم و فضل کے دو عظیم نامور محققین اسلام

محقق دوراں خیر الاذکیا صدر العلما

حضرت علامہ **محمد احمد مصباحی** دامت برکاتہم العالیہ

سابق صدر المدرسین و موجودہ ناظم تعلیمات

جامعہ اشرفیہ مبارکپور

اور

محقق مسائل جدیدہ سراج الفقہا مصنف کتب کثیرہ

حضرت علامہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی**

سابق صدر المدرسین و موجودہ شیخ الحدیث و صدر شعبہ افتا

جامعہ اشرفیہ مبارکپور

اور اپنے ان تمام اساتذہ کرام کی بارگاہ میں نذر کرنے کی جسارت و سعادت حاصل کرتا ہوں جنہوں نے میرے ویرانے دل میں علم و آگاہی اور عقل و خرد کی روشنی پیدا فرمائیں اور مجھے آج اس قابل بنایا

محتاج کرم

محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

غفرلہ القوی

عرض حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں تخصص فی الفقہ کی سند حاصل کرنے کے لیے ہر فاضل متخصّص طالب علم کو کسی فقہی موضوع پر کم از کم سو صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی مقالہ لکھنا لازم ہوتا ہے۔ طلبہ یہ مقالات کسی استاد کی نگرانی کے بغیر اپنا خارجی مطالعہ اور ذاتی معلومات کی روشنی میں تحریر کرتے ہیں البتہ مواد کی فراہمی اور ذیلی عناوین کے انتخاب وغیرہ میں ان کی ہلکی پھلکی رہنمائی اور مفید مشورے ان میں ضرور شامل ہوا کرتے ہیں جن سے مقالہ نگاروں کو اپنے مقالات کی تیاری میں کافی مدد ملتی ہے، مقالہ لکھنے کی میعاد دو سال متعیّن ہوتی ہے، جب مقالہ پورا تیار ہو جاتا ہے تو اس کو چیک کرنے کے لیے عنوان سے متعلق کسی ماہر استاد کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، مواد اور زبان و بیان کے اعتبار سے اس کی جانچ کر کے نمبر بھی دیا جاتا ہے اور جو نمبرات ملتے ہیں ان کو تخصص کی سند میں درج بھی کیا جاتا ہے، لیکن یہ صرف ایک مجموعی جائزہ ہوتا ہے باضابطہ اس کی نظر ثانی نہیں ہوتی، ان مقالات پر نظر ثانی اور ان کی تصحیح مکمل طور سے اس وقت ہوتی ہے جب وہ اشاعت کے مرحلے میں ہوتے ہیں۔

۲۰۰۱ء میں راقم السطور نے جب فضیلت سے فراغت حاصل کر کے تخصص فی الفقہ الحنفی میں داخلہ لیا خیر الاذکیا، صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی سابق صدر المدرسین و موجودہ ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے ناچیز کے لیے

”خصائص فتاویٰ رضویہ“ کا عنوان منتخب فرمایا مذکورہ عنوان پر مقالہ کی تیاری کے لیے آپ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ”امام احمد رضا کی فقہی بصیرت جد الممتار کے آئینے میں“ کو نمونہ قرار دیا اور اس بات کی ہدایت دی کہ ”فقہی بصیرت“ میں جو ذیلی عناوین ہیں ان ہی کی روشنی میں مقالہ تیار کرنا ہے، البتہ ان عناوین میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔

ناچیز نے تخصص فی الفقہ الحنفی کے دو سالہ تعلیمی کورس کے دوران اپنے اسباق مشق افتا اور ششماہی و سالانہ امتحانات وغیرہ جیسی اہم مصروفیات کے ہجوم میں جیسے بھی ہو سکا اپنی کوتاہ علمی اور فہم ناقص سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ”فتاویٰ رضویہ“ جیسی عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا کی مختلف جلدوں اور متعدّد مقامات سے کچھ خصائص اور محاسن و کمالات کو ان عناوین کی روشنی میں معمولی اضافہ کے ساتھ جمع کیا اور سپرد قرطاس کر کے جامعہ کے سابق صدر المدرسین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی کے پاس جمع کیا، جسے استاد گرامی محدث عصر حضرت علامہ صدر الوریٰ قادری مصباحی دام ظلہ العالی نے چیک کیا اور امتیازی نمبروں سے نوازا جو سند میں مندرج ہوا۔

اس مقالہ کی تیاری کے دوران اس عنوان سے متعلق میں نے جب سابقہ کتب کی تلاش و جستجو کی تو اس وقت ایک رسالہ ”فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی جائزہ“ مصنفہ حضرت علامہ مفتی مکرم احمد نقشبندی دہلوی اور ایک مختصر چند ورقی رسالہ بنام ”فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات“ مصنفہ حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی ان دونوں رسالوں کے علاوہ اس عنوان پر کوئی اور رسالہ یا مستقل کتاب مجھے نظر نہیں آئی، البتہ امام احمد رضا قدس سرہ کی فقہی بصیرت پر کئی کتابیں اس وقت چھپ کر منظر عام پر آچکی تھیں، اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو وطنِ عزیز میں میری معلومات کے مطابق خصائص فتاویٰ رضویہ کے عنوان پر باضابطہ طور سے سب سے پہلے ناچیز ہی کو مقالہ لکھنے کا شرف حاصل ہوا جو قدرے حذف و اضافہ کے ساتھ اس وقت ایک کتاب کی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

چونکہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے ”خصائص فتاویٰ رضویہ“ کے عنوان پر مقالہ لکھوانے کا آغاز طلبہ شعبۂ تحقیق میں مجھ سے ہی کیا تھا اس لیے وہ منصوبہ بند پروگرام کے تحت کسی خاص جلد پر نہیں تھا، اس مقالہ کے خصائص ”فتاویٰ رضویہ“ کی مختلف جلدوں پر مشتمل اور محیط تھے، پھر اس کے بعد ارباب اشرفیہ نے منظم طریقے سے اس پر کام شروع کیا اور ۲۰۰۸ء؍۱۴۲۹ھ سے اسی عنوان پر جامعہ کے تخصص فی الفقہ کے مختلف طلبہ سے چند سالوں میں جلد دوم سے جلد دوازدہم تک ہر ایک جلد پر الگ الگ طور پر متعدّد مقالات لکھوائے۔

۲۰۱۸ء میں ان تمام مقالات پر نظر ثانی کے بعد ”فتاویٰ رضویہ جہان علوم و معارف“ کے نام سے تین جلدوں میں وہ سارے مقالات المجمع الاسلامی مبارکپور سے شائع بھی ہوئے لیکن میرا مقالہ اس مجموعہ میں شامل ہونے سے رہ گیا، اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ میرا مقالہ کسی خاص جلد کے تحت نہیں تھا بلکہ اس کے ذیلی عناوین اور شواہدات و اقتباسات فتاویٰ رضویہ کی متعدّد جلدوں سے لیے گئے تھے اور ”جہان علوم و معارف“ مستقل طور پر الگ الگ جلدوں کا ایک مجموعہ تھی، اس کتاب کی کیفیت کے اعتبار سے میرے مقالہ کو اس میں شامل کرنا کسی طرح بھی نامناسب تھا، حالانکہ مقالات کی نظر ثانی کے وقت تمام مقالات کے ساتھ میرے اس مقالہ کو بھی نظر ثانی کے لیے حضرت علامہ عبد المبین نعمانی دام ظلہ العالی کو دیا گیا تھا اور آپ نے اس پر نظر ثانی بھی فرمائی تھی، جیسا کہ اس سلسلے میں استاذی الکریم صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی ”فتاویٰ رضویہ جہان علوم و معارف“ کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

حضرت مولانا عبد المبین نعمانی اور مولانا عبد الغفار اعظمی مبارکپوری کو بھی دو مقالے مولانا اختر حسین فیضی نے مندرجات دیکھے بغیر دے دیے، ان حضرات نے نظر ثانی بھی کی، بعد میں جب میرے پاس آئے تو میں نے دیکھا کہ یہ مقالے کسی خاص جلد کے تحت نہیں، اول میں کئی جلدوں سے شواہد لیے گئے تھے، ان میں سے بعض مکرر ہو

رہے تھے اور دوم میں مختلف جلدوں سے صرف مسائل جدیدہ کو جمع کیا گیا تھا، یہ دونوں اس مجموعے میں شریک اشاعت نہیں، آئندہ کسی موقع سے مزید نظر و اصلاح کے بعد ان کی اشاعت ہو سکتی ہے۔

(مقدمہ: فتاویٰ رضویہ جہان علوم و معارف: ج ا: ص ۷ مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور)

حضرت صدر العلما دام ظلہ العالی نے مجھے فون پر اس کی عدم شمولیت کی اطلاع دی اور اس کو الگ سے مستقل طور پر کتابی شکل میں شائع کرنے کا مشورہ دیا، پھر مبارکپور کے ایک سفر میں حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی دام ظلہ العالی کی تصحیح شدہ کاپی یہ ارشاد فرماتے ہوئے میرے حوالے کر دیا کہ ”اس کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے بعد مجھے ایک نظر دکھا دیں اور اس کے بعد اسے شائع کروا دیں۔“

الحمد للہ یہ کام بھی پائے تکمیل کو پہنچا اور اب مزید اضافہ اور دیدہ زیب ہو کر کتابی شکل میں قارئین کے مطالعہ کی میز پر ہے۔

کوئی بھی کتاب کئی مراحل سے گزرنے کے بعد ہی منظر عام پر آتی ہے اور قارئین کے مطالعہ کی زینت بنتی ہے، اس کو اس منزل تک پہنچانے میں متعدّد اہل علم، علم دوست حضرات کا تعاون کسی نہ کسی حیثیت سے ضرور شامل ہوتا ہے، اس لیے اس موقع سے اگر ان کرم فرماؤں کو یاد نہ کیا جائے اور ان کا ذکر خیر نہ کیا جائے تو بڑی احسان فراموشی ہوگی۔

اس سلسلے میں ناچیز سب سے پہلے احسان مند ہے خیر الاذکیا، صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ کا کہ آپ ہی نے فتاویٰ رضویہ کی جامعیت و ہمہ گیریت کے پیش نظر اتنے بڑے عنوان کا انتخاب فرمایا اور مجھے اس پر لکھنے کے لیے آمادہ کیا، از اول تا آخر ہر موڑ پر ہمیشہ اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔

بعد ازیں میں بے حد ممنون و مشکور ہوں استاد محترم ذوالمجد والحشم، محقق مسائل جدیدہ، مصنف کتب کثیرہ، ممتاز المحدثین، سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین

رضوی برکاتی مصباحی مدظلہ العالی شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ کا کہ حضور والا نے اپنی علالت اور مسلسل مصروفیات کے باوجود میری اس کتاب کو اپنی نگاہِ تحقیق سے سرسری طور پر دیکھا اور نہایت ہی مختصر اور جامع انداز میں تقریظ جلیل سے نوازا۔ جو اس کتاب کے لیے سند امتیاز اور میرے لیے باعث افتخار کا درجہ رکھتی ہے۔

میں صمیم قلب کے ساتھ شکر گزار ہوں مبلغ اسلام، عالم ربانی حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی چریاکوٹی مدظلہ العالی مہتمم اعلیٰ دارالعلوم قادریہ، چریاکوٹ، ضلع مئو کا کہ ارباب اشرفیہ نے یہ مقالہ آپ کے حوالے کیا، آپ نے اس پر نظر ثانی فرمائی اور مناسب اصلاحات کر کے اس کے اشاعتی سفر میں میرا بھرپور تعاون کیا، نیز اپنی طرف سے نہایت ہی قیمتی اور جامع تاثر سے بھی نوازا اور بے شمار شفقتوں و محبتوں کا اظہار فرمایا، بلاشبہ آپ کے ان حوصلہ بخش کلمات کو میری تحریری دلچسپی کے لیے سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں محقق حقائق شریعت مدقق دقائق طریقت، مفتیٔ اعظم مرادآباد حضرت حافظ و قاری علامہ مفتی محمد ایوب خان صاحب قادری نعیمی شیخ الحدیث و صدر شعبۂ افتا جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد کا جنہوں نے اپنی ضعف و نقاہت کے باوجود اپنے قیمتی کلمات اور دعائیہ جملوں سے نوازا۔

میں کن الفاظ سے شکریہ ادا کروں فقیہ النفس مناظر اسلام، مفتیٔ اعظم بہار، حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن مضطرؔ رضوی دام ظلہ العالی، بانی و سربراہِ اعلیٰ جامعہ نوریہ شام پور، رائے گنج اتر دیناج پور کا جنہوں نے اپنی گوناگوں اور اہم مصروفیات میں سے کچھ قیمتی وقت نکال کر اس کتاب کے لیے ایک وقیع اور جامع تقریظ قلمبند فرمایا اور قلب و نگاہ کو جلا بخشا، بلاشبہ آپ کے یہ نادر و مختصر کلمات اس کتاب کے لیے اعتماد و استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔

میں ہدیہ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں استاد گرامی، محدث عصر، سلطان الاساتذہ حضرت علامہ صدرالوریٰ قادری دامت برکاتہم القدسیہ استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور، کی بارگاہ میں جنہوں نے اپنے قیمتی الفاظ کے ذریعہ اس کتاب کے لیے کلماتِ تقدیم قلمبند

فرمایااور اس کی اہمیت وافادیت میں چار چاند لگایا۔

فیض السالکین، امیر شریعت اترپردیش حضرت علامہ عبدالودود فقیہ دامت برکاتہم القدسیہ بانی وسربراہ اعلیٰ ادارۂ شرعیہ اترپردیش، رائے بریلی کا بھی میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکرگزار ہوں جنہوں نے میری اس قلمی کاوش کو بے حد پسند فرمایااور دعاؤں سے نوازاساتھ ہی اپنی علالت کے باوجود تقریظ بھی عنایت فرمائی۔

فخر بہار، ممتاز مصنف وقلم کار، محقق رضویات حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد، نائب قاضی ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار کا بھی میں بہت زیادہ ممنون ومشکور ہوں کہ کتاب پریس میں جاتے وقت تحقیق وجستجو، تصنیف وتالیف، دارالقضا والافتا کے کارہائے بسیار کے باوجود ناچیز کی خواہش پر آناًفاناً اس کتاب کے لیے اپنے بیش بہا تاثرات اور حوصلہ بخش کلمات سے نوازا۔

میں اپنے ان تمام محسنین، فقہا ومحدثین اور مفتیان دین متین کا جتنا بھی شکرادا کروں کم ہے۔ ان حضرات نے اصاغر نوازی کا جوفراخ دلی سے ثبوت پیش کیا ہے۔ وہ لائق تقلید ہے اور نمونۂ عمل بھی۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع سے محقق رضویات علامہ ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد مجددی اور محقق اسلام علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہما الرحمۃ والرضوان کو یاد نہ کروں کہ ان دونوں بزرگ عالم دین اور محققین نے اس مقالہ کی تیاری کے ابتدائی ایام میں نہ یہ کہ اپنے خطوط سے میری رہنمائی فرمائی بلکہ اظہار خوشی اور میری حوصلہ افزائی کے ساتھ اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازااور ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی بھی کرائی، اول الذکر نے تو نمونے کے طور پر سالنامہ پیغام رضا پاکستان کے کچھ نسخے بھی بذریعے ڈاک ارسال فرمائے، افسوس کہ پاکستان کے یہ دونوں محققین اب ہمارے درمیان نہیں رہے، اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی قبروں پر رحمت ونور کی بارش برسائے، آمین۔

اس موقع پر اگر میں اسلامی اسکالر عزیز سعید مولانا مفتی مشتاق احمد اویسی امجدی

زید مجدہ صدر شعبۂ افتا امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سنٹر ناسک مہاراشٹر کا ذکر نہ کروں تو بڑی احسان فراموشی ہوگی کہ جس روز سے ناچیز نے اس مقالہ کو کتابی شکل میں لانے کا ارادہ کیا اس دن سے کتاب پریس جانے تک مسلسل یہ میرے رابطے میں رہے، مبیضہ کو کتابی شکل دیا اور ان ہی کی شب و روز کی جانفشانیوں کی بدولت آج یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، موصوف میرے خاص تلمیذ رشید ہیں، اکثر تحریری کاموں میں میرا ہاتھ بٹاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل اور اقبال میں مزید بلندیاں عطا فرمائے۔

محب گرامی وقار، مصنف باکمال، حضرت مولانا مفتی محمد معروف رضا مصباحی قادری نعیمی سلمہ سربراہ اعلیٰ رضوی نعیمی دارالافتا کاشانۂ سرکار محمد پور، کشن گنج بہار، کا اگر میں یہاں ذکر خیر نہ کروں تو نامناسب ہوگا! کہ موصوف نے اخیر وقت میں اس پر اپنی غائرانہ نظر ڈالی، اور اس کے حسن صوری و معنوی میں اضافہ کیا۔

اخیر میں میں بطور خاص شکر گزار ہوں علم و ادب، فکر و فن اور تحریر و قلم کی دنیا میں منفرد المثال شخصیت کے مالک، ماہر درسیات، ناشر رضویات، معمار اہلسنت، محب العلما، بانی مدارس کثیرہ، پیر طریقت حضرت علامہ مفتی محمد ذاکر حسین نوری مصباحی فناء القادری ناظم اعلیٰ و شیخ الحدیث جامعہ طیبۃ الرضا چنچل میٹ حیدر آباد و بانی جامعہ حضرت مولانا نورالدین للبنات قاضی گاؤں اسلام پور اتر دیناج پور کا کہ حضرت والا تبار نے شفقت و محبت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے نہ یہ کہ اپنے نوک قلم سے اس کتاب کے لیے ''تعارف مصنف'' لکھا اور میری کشت حیات کے چند گوشوں پر خامہ فرسائی کر کے ریکارڈ میں محفوظ کیا بلکہ خود درجنوں کتب و رسائل کے مصنف و مؤلف ہونے کے باوجود ''مولانا نورالدین اکیڈمی'' کے زیر اہتمام میری اس کتاب کی طباعت و اشاعت کا بیڑا بھی اٹھایا۔

آپ ضلع اتر دیناج پور کے نامور اور بزرگ عالم دین تلمیذ ملک العلما، استاذ الاساتذہ، نورالعلما، رفیق ملت حضرت علامہ الحاج محمد نورالدین احمد نوری دامت برکاتہم القدسیہ کے شہزادۂ ذی وقار ہیں، باصلاحیت عالم دین، مستند و کہنہ مشق مفتی، کامیاب خطیب اور

صاحب طرز ادیب ہیں، اس اشاعتی سفر میں آپ کا مالی تعاون یقیناً آپ کی علم دوستی اور عشق رضا کی سرفرازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اللہ عزوجل آپ کو اس کا صلہ عطا فرمائے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی فیضان سے مالا مال کرے اور آپ کی صحت و تندرستی، عمر و اقبال میں بلندی کے ساتھ آپ کی سرپرستی میں چلنے والے تمام ادارے بالخصوص جامعہ حضرت مولانا نورالدین للبنات کو خوب خوب ترقی عطا فرمائے، نیز میری اس قلمی کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور اسے میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)۔

بندۂ عاصی

محمد کمال الدین اشرفی مصباحی غفرلہ القوی

خادم افتا و استاد حدیث و فقہ

ادارۂ شرعیہ اتر پردیش رائے بریلی

۱۰/ صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق

۱۸/ ستمبر ۲۰۲۱ء

سکونت

اشرف نگر سلی گوڑی ضلع دار جلنگ، بنگال

آبائی وطن

ڈُلالی گرام، قصبہ رام گنج اسلام پور

اتر دیناج پور بنگال

Email: kamalmisbahi786@gmail.com

رابطہ نمبر: 9580720418

✻ ✻ ✻ ✻ ✻

تقریظ جلیل

مصنف کتب کثیرہ، محقق مسائل جدیدہ، سراج الفقہا
حضرت علامہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی** دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الحدیث و صدر شعبۂ افتا: جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً و مسلماً

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا مجموعہ فتاویٰ "**فتاویٰ رضویہ**" علوم و معارف کا گنجینہ ہے، اس کے اندر سوال کرنے والوں کے معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے تشفی بخش جواب دیے گئے ہیں، اس مجموعہ کی بہت سی امتیازی خصوصیات ہیں جن سے فتاویٰ کی بیش تر کتابیں خالی ہیں، اگر ان خصوصیات کو جمع کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

زیر نظر کتاب: "**خصائص فتاویٰ رضویہ**" میں ان خصوصیات کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے، اس کے مرتب محب گرامی **مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی** ایک باصلاحیت اور محنتی عالم دین ہیں، تصنیف و تالیف کا اچھا شغف رکھتے ہیں۔ درجۂ خامسہ تا تخصص فی الفقہ کی تعلیم جامعہ اشرفیہ سے حاصل کی ہے، درجۂ تخصص کے نصاب میں ہر طالب علم پر جامعہ کی جانب سے منتخب کیے گئے کسی فقہی موضوع پر کم از کم سو صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی مقالہ لکھنا لازم ہے، موصوف کی یہ کتاب اسی مقالے کی آراستہ کی ہوئی شکل ہے۔

علالت اور مصروفیات کے سبب پوری کتاب کا مطالعہ نہ کر سکا، مگر فہرست پر نظر اور سرسری ورق گردانی سے معلوم ہوا کہ مولانا نے فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں سے بڑی محنت و مشقت اور جانفشانی کے ساتھ کافی خصائص اکھٹا کیے ہیں، جن کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی بھی قاری اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی علمی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا موصوف کی اس دینی و علمی کاوش کو مقبول عوام و خواص بنائے۔ ان کے علم، عمر، فضل میں برکتیں عطا فرمائے، ان کے قلم میں پختگی اور تحقیق میں کمال بخشے اور مزید عمدہ اور اعلیٰ دینی و علمی خدمات انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد نظام الدین الرضوی

شیخ الحدیث و صدر شعبۂ افتا

جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ۔

۲۷؍ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ

۶؍ ستمبر ۲۰۲۱ء

تقریظ جمیل

مناظر اعظم ہند، رئیس المتکلّمین، فقیہ النفس
حضرت علامہ **مفتی مطیع الرحمٰن مضطرؔ رضوی** دامت برکاتہم العالیہ
بانی وسربراہِ اعلیٰ: جامعہ نوریہ شام پور، رائے گنج، اتر دیناجپور، بنگال۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزگرامی حضرت **مفتی محمد کمال الدین اشرفی** مدظلہ کی قریب ڈھائی سو صفحات کی کمپوز شدہ ضخیم کتاب ''**خصائصِ فتاویٰ رضویہ**'' کی فائنل کاپی جسے وہ دو تین دنوں میں پریس کے سپرد کرنے جارہے ہیں پیش نظر ہے۔اس میں انہوں نے ایک صفحہ اپنی خوش گمانی سے اس کم علم وکم سواد فقیر رضوی کے تاثرات کے لیے خالی چھوڑرکھا ہے۔اللہ تعالیٰ اُن کی اس خوش گمانی کو حقیقت واقعہ میں بدل دے۔آمین!

امام احمد رضا علوم وفنون کے وہ کوہِ ہمالہ اور بحر بیکراں تھے جن کی بلندی کو کوئی صحیح صحیح ناپ سکا ہے اور نہ گہرائی وگیرائی کا پتہ لگا سکا ہے۔ وہ کونسا علم ہے جس پر آپ کی نگارشات موجود نہیں،اور کون سا فن ہے جس کی مشاطگی آپ نے نہیں فرمائی۔ خصوصًا کلام وفقہ کو تو آپ نے وہ عروج بخشا ہے جس کی کوئی نظیر صدیوں تک نظر نہیں آتی۔یہ میری ذاتی رائے نہیں،وقت کے کوہ پیماؤں اور سمندر کھنگالنے والوں کا اعتراف ہے۔

مشہور تذکرہ نگار مولانا عبدالحی والدِ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی نے لکھا ہے:

یندرنظیره فی عصره فی الاطلاع علی الفقه الحنفی وجزئیاته یشهد بذلك مجموع فتاواه وکتابه کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم الذی الفه فی مکة سنة ثلاث وعشرین وثلاث مأة والف.

(نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج۸، ص:۱۱۸۲، دار ابن حزم، بیروت)

[فقہ حنفی اوراس کے جزئیات پر گرفت کے سلسلے میں امام احمد رضا کی نظیر اس زمانے میں نادر ہے جس پر آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ اورآپ کی کتاب ''کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم'' جسے آپ نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ مکرمہ میں لکھی، شاہد ہے۔]

مکہ مکرمہ کے مشہور عالمِ دین حضرت علامہ سید محمد خلیل مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

والله اقول والحق اقول: انه لو رأها ابو حنیفة النعمان لاقرت عینه وجعل مؤلفَها من جملة الاصحاب. (الاجازات المتینہ ص ۲۲، رضا اکیڈمی بمبئی)

[میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور حق بات کہتا ہوں کہ امام اعظم ابو حنیفہ، فتاویٰ رضویہ کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور آپ کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔]

میں ابھی علالت و نافرصتی اور عجلت کی وجہ سے پوری کتاب پڑھنے کی سعادت تو حاصل نہیں کر سکا۔ پھر بھی فہرست اور بعض بعض جگہ سے جتنا پڑھ پایا، اس کے مطابق یہ کہنے پر اپنے آپ کو مجبور پا رہا ہوں کہ بھلے ہی موصوف فتاوی رضویہ کے خصائص کا احاطہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، مگر پہاڑ کھود کر دودھ کی نہر نکال

لانے کی مثل ان پر ضرور صادق آئی ہے اور وہ فرہادی کا حق ادا کرنے میں صدفی صد کامیاب رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ علم و دین کی خدمت انجام دیتے رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ

۶ر صفر ۱۴۴۳ھ/۱۵ر ستمبر ۲۰۲۱ء، چہار شنبہ

بانی و سربراہ

جامعہ نوریہ، شام پور، اتر دیناجپور، بنگال

تقریظ عدیل

محقق حقائق شریعت مدقق دقائق طریقت، مفتیٔ اعظم مراد آباد حضرت حافظ و قاری
علامہ **مفتی محمد ایوب خان صاحب قادری نعیمی** مدظلہ النورانی
شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا: جامعہ نعیمیہ دیوان بازار، مراد آباد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد: فتاویٰ کا کمال اس امر میں ہے کتاب وسنت، ادلۂ اربعہ سے مزین ہوں اور خواص وعوام کے لیے مفید ہوں۔ بحمد اللہ یہ خوبیاں "**فتاویٰ رضویہ**" کو حاصل ہیں کہ عموماً کوئی فتویٰ دلیل سے خالی نہیں بلکہ بعض مقام پر تو ایک مسئلہ میں کثیر دلائل پیش کر کے اس کو روشن کر دیا ہے۔ یہ علم لدنی ہے کہ سب کو حاصل نہیں! میری نگاہ میں ان فتاویٰ کو وہ مقام حاصل ہے جو چاند کو ستاروں پر یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور کے مفتیان کرام کو زیادہ مشقت نہیں کرنا پڑتی ہے جہاں پریشانی ہوئی ان کو دیکھا روشنی سامنے آگئی یہ مولیٰ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ دین مبارک کی خدمت کرنے والوں کو مقبول عام بناتا ہے یہ مقام اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو حاصل ہے کہ جہاں ان کا ذکر ہو نگاہیں جھک جاتی ہیں بلکہ مخالفین بھی یہ کہتے ہیں کہ وہ علم وفضل کے سمندر ناپیدا کنار تھے۔ "**ہذا من فضل اللہ یوتیہ من یشاء**" بایں معنی کہ خصائص وامتیازات اور فقہی عبقریت وعلمی نگارشات، فنی اشکالات، ذہنی کمالات، تعاقبی ایرادات، اپنوں کے لیے تنبیہات وغیروں کی

تعقبات کا کتاب مستطاب میں بھرپور التزام کیا گیا ہے۔ جس کی تسہیل و توسیع پر متعدّد علمائے کرام کے کارنامے موجود ہیں۔

انہیں کارناموں میں سے زیر نظر کتاب "**خصائص فتاویٰ رضویہ**" بھی ہے جو جہان رضا کی اعلیٰ شاہکار ہے۔ جو محب گرامی وقار **مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی** شیخ الحدیث ادارۂ شرعیہ اتر پردیش رائے بریلی کی قلمی یادگار ہے۔ نقاہت و کمزوری اور گوناگوں مصروفیات کے بنیاد پر کتاب کو مکمل تو دیکھ نہ سکا البتہ فہرست سازی کو دیکھ کر ایسا یقین کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب پوری عرق ریزی اور جاں فشانی کی آئینہ دار ہے۔ مزید چند جگہوں سے ورق گردانی کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خصائص کے بیان کے ساتھ ساتھ فتاویٰ رضویہ کو صحیح طرز پر موصوف نے متعارف کرانے کی کوشش ہے۔

اعز وارشد مفتی معروف رضا مصباح قادری نعیمی زید مجدہ کی وساطت سے یہ جانکاری ملی کہ اس سے پیش تر بھی مؤلف موصوف چند کتابیں شایع کرا کر عوام و خواص سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ انتہائی مسرت ہے کہ پیش رو علمائے اہل سنت کی روش عمل پیرا ہوتے ہوئے محب گرامی مؤلف موصوف اس گراں مایہ خدمت کو انجام دینے میں مصروف ہیں جو اہل سنت کے لیے شاد و فرحت اور ان کے لیے فوز و سعادت ہے۔ اخیر میں دعا گو ہوں کہ کتاب و صاحب کتاب کو اللہ عزوجل قبول فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فقیر محمد ایوب نعیمی غفرلہ

شیخ الجامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

۱۳ر ستمبر ۲۰۲۱ء

تقریظ نبیل

فیض السالکین، امیر شریعت اترپردیش
حضرت **علامہ عبدالودود فقیہ** صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ
بانی وسربراہ اعلیٰ: ادارہ شرعیہ اترپردیش، رائے بریلی۔

"**خصائص فتاویٰ رضویہ**" نام سے ایک ضخیم کتاب کی کمپوز شدہ کاپی اس وقت میرے سامنے موجود ہے جس کو عزیزالقدر مولانا **مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی** شیخ الحدیث و صدر شعبہ افتا ادارہ شرعیہ اترپردیش رائے بریلی نے ترتیب دی ہے میں اس وقت عمر کی اس منزل میں پہنچ چکا ہوں کہ پوری کتاب پڑھنا میرے لیے بہت مشکل ہے ہندوستان کے مقتدر علمائے کرام اور مستند مفتیان عظام کے تاثرات کو پڑھنے اور فہرست کتاب دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ مفتی صاحب کی یہ کتاب جہان رضا میں ایک گراں قدر اضافہ ہے، رضویات پر کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب مأخذ کی حیثیت حاصل کرے گی، ماہر قلم کاروں اور مفتیان کرام کے تقریظات سے اس کتاب کی اہمیت خوب واضح ہوتی ہے۔

مفتی صاحب بہت محنتی اور کامیاب مدرس و مؤلف ہیں ادارہ شرعیہ اترپردیش میں بچوں کو اعلیٰ تعلیم اور دارالافتا کی ذمہ داریوں کو حسن و خوبی سے نبھانے کے ساتھ مسلسل لکھ بھی رہے ہیں، اب تک ان کی کئی کتابیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں، سلسلہ اشرفیہ ان کا خاص موضوع ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کتاب کو مقبول عام و خاص کرے اور اس کی برکتوں سے مفتی صاحب کو خوب مالامال کرے۔ (آمین)

عبدالودود فقیہ غفرلہ
خلیفۂ اول وارشد جانشین مخدوم ثانی کچھوچھا شریف۔

نگاہِ اولیں

ناشر رضویات مبلغ اسلام
حضرت علامہ **محمد عبد المبین نعمانی قادری مصباحی** مدظلہ العالی
مہتمم اعلیٰ: دار العلوم قادریہ چریاکوٹ ضلع مئو یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمِ عَلیٰ رَسُولِہِ الکَرِیم وَاٰلِہٖ وَصَحبِہٖ اَجمَعِین

امابعد!

جہانِ امام احمد رضا ایک ایسا جہان ہے کہ اس کی سیر کرنے والا تھک جاتا ہے مگر منتہاے منزل کا پتا نہیں پاتا۔ وہ ایک بحر ناپیدا کنار ہیں، جس میں غواصی کرنے والا موتیوں تک تو پہنچ جاتا ہے مگر موتیوں کی انتہا تک اس کی رسائی نہیں ہوتی، امام احمد رضا ایک ایسے دریاے علم و فن کا نام ہے جس میں تیراکی کرنے والا کنارے کا پتا نہیں لگا پاتا، چودہ سال کی عمر میں متداول علوم و فنون میں مہارت حاصل کی اور اسی عمر سے مسند افتا سنبھال لی، کل اکیاون یا باون سال خدمت دین کرتے رہے۔ اتنی قلیل مدت میں درس و تدریس بھی مطالعہ بھی، تصنیف و تالیف اور افتا و قضا کی ذمہ داریوں سے بحسن و خوبی عہدہ برآ بھی ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ سوچیے تو دماغ پھٹا جاتا ہے، اسی لیے کہنے والے نے کہا ہے اور ٹھیک ہی کہا ہے کہ ”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ“ علم ظاہر کے کوہ گراں تو تھے ہی، مگر علم باطن سے بھی بہرہ ور تھے، آپ کو علم لدنی سے بھی حظِ وافر عطا ہوا

تھا۔ فتاویٰ رضویہ پڑھیے تو ششدر رہ جایے۔ کیسے کیسے علمی جواہر اس میں پوشیدہ ہیں عقل حیران ہو جاتی ہے۔

فتاویٰ رضویہ کے اڈیشن پر اڈیشن چھپ رہے تھے اور صاحبان فکر و نظر کی آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ فتاویٰ رضویہ ایک ایک کر کے ۱۲/ بارہ جلدوں میں پہلی بار شائع ہوا پھر اس کی ۳۲/ بتیس جلدیں رضا فاؤنڈیشن لاہور سے اشاعت پذیر ہوئیں، اس اڈیشن میں عربی فارسی عبارات کے تراجم بھی تھے اور تخریج بھی۔ پھر حضرت علامہ محمد حنیف خان رضوی بریلوی کے اہتمام سے ۲۲ جلدوں میں اس کی اشاعت عمل میں آئی، جس میں صرف تخریج کا کام ملحوظ رکھا گیا، البتہ بعض ان رسائل کی شمولیت بھی اس کی خصوصیت ہے، جو پچھلی اشاعتوں میں شامل نہیں کیے جا سکے تھے، بلکہ احکام شریعت و عرفان شریعت اور فتاویٰ افریقہ کو بھی اس میں موضوع کے لحاظ سے داخل کر دیا گیا ہے، اس خصوص میں اس اڈیشن کو کامل و مکمل کہا جا سکتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ شریف کی جملہ اشاعتیں اپنی ضخامت کی وجہ سے عوام تو عوام خواص میں بھی مطالعہ کی میز سے گزرنا مشکل تھا، مولانا مفتی امجد رضا امجد نے پورے فتاوے کی ایک تلخیص دو جلدوں میں شائع کی ہے جس میں اہم مسائل اختصار کے ساتھ دے دیے گئے ہیں اور عربی عبارات کو حذف کر دیا گیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ عام قاری حضرات بھی اس کے ذریعہ فتاویٰ رضویہ کا بہ آسانی مطالعہ کر سکیں۔

عالمی سنی تحریک، دعوت اسلامی نے پوری فتاویٰ رضویہ کو نیٹ پر ڈال کر مزید استفادے کی سہولت فراہم کر دی ہے۔ لیکن ایک اہم کام فتاویٰ رضویہ کے تعلق سے یہ رہ گیا تھا کہ فتاویٰ رضویہ کی تمام جلدوں میں بیان مسائل کے ساتھ علمی، فنی اور فقہی گہرائی کا پتہ لگانا یہ آسان نہ تھا، ضرورت اس بات کی بھی تھی کہ فتاویٰ رضویہ کے سمندر میں غواصی کر کے جو آبدار موتی چھپے ہوئے ہیں انہیں علیحدہ سے بیان کر دیا جائے تا کہ کم وقت میں اہل علم حضرات اس کی خصوصیات و امتیازات اور فنی کمال سے واقف ہوں اور اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا قدس سرہ کے علمی مقام و مرتبے سے بھی بخوبی اور بہ آسانی آگاہ ہو سکیں۔

اس سلسلے میں ایک بڑا اور ذرا تفصیلی کام تو وہ ہے جو ”**فتاویٰ رضویہ: جہانِ علوم و معارف**“ کے نام سے محقق دوراں، صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی (بھیروی) دامت برکاتہم العالیہ سابق صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے تین ضخیم جلدوں میں بڑی کد و کاوش کے ساتھ المجمع الاسلامی سے شائع کر دیا ہے۔ یہ اصلاً طلبہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے تحریر کردہ وہ مقالات ہیں جو انہوں نے فتاویٰ رضویہ کی ایک ایک جلد پر لکھا تھا جو عرصے سے سرد خانے میں پڑے ہوئے تھے، طالب علم بہر حال طالب علم ہوتے ہیں، ان کے مضامین و مقالات کو بعینہ شائع کرنا کسی طرح مناسب نہ تھا۔ حضرت مصباحی صاحب قبلہ نے بڑی محنت و جاں فشانی اور جاں کاہی سے نظر ثانی، اصلاح اور اضافے کا فریضہ انجام دے کر انہیں اشاعت کے قابل بنایا اور شائع بھی کر دیا جو اخلاص کے کمال اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے انتہائی عقیدت کی علامت ہے، کسی دوسرے اور وہ بھی طلبہ کے مقالات پر پوری تندہی کے ساتھ نظر اصلاح ڈالنا کوئی معمولی بات نہیں یہ انہیں کا حصہ ہے، ایسے پر از مشقت کاموں پر توجہ دینے سے پتّہ پانی ہو جاتا ہے۔ حضرت مصباحی صاحب نے خود ایک بار فرمایا: ”بعض کتابیں ایسی بھی اصلاح و تصحیح کے لیے آجاتی ہیں کہ ان کی اصلاح سے کم مشقت میں اس جیسی نئی کتاب لکھی جا سکتی ہے“۔ حضرت مصباحی صاحب کی حیات و خدمات میں اس طرح کے کام زریں حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

اس دوران جب طلبہ الگ الگ جلدوں پر مقالات لکھ رہے تھے فاضل گرامی عزیز القدر مولانا **محمد کمال الدین مصباحی اشرفی** نے بھی فتاویٰ رضویہ کی تمام جلدوں پر سو صفحات کا ایک پر مغز علمی و تحقیقی مقالہ سپرد قلم فرمایا۔ جو اپنی جامعیت اور اختصار کے باوجود فتاویٰ رضویہ کی خصوصیات پر بھرپور روشنی ڈالتا ہے، لہٰذا اسے ”آئینہ فتاویٰ رضویہ“ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس کی اشاعت امروز فردا میں ٹلتی رہی مگر اب

اس کا وقت آ گیا جو امسال کے ''عرس رضوی'' (۱۴۴۳ھ) کے حسین موقع پر پوری آب تاب کے ساتھ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہا ہے۔

مقالہ نگار مولانا **مفتی محمد کمال الدین مصباحی اشرفی** حفظہ ربہ بڑی خوبیوں کے عالم ہیں، جدو جہد کے خوگر ہیں، علمی دینی کاموں میں جب جٹ جاتے ہیں تو کمال کا جوہر دکھاتے ہیں، بہترین مدرس ہیں اور ایک اچھے مفتی بھی، درجن کے قریب کتابوں کے مصنف اور باصلاحیت خطیب بھی، کئی مشائخ سے اجازت و خلافت بھی حاصل ہے۔ خاصی تعداد میں مقالات ومضامین بھی آپ کے قلم حقیقت رقم سے نکل کر جلوے بکھیر رہے ہیں، آپ سنجیدگی کے پیکر ہیں، انکسار و تواضع آپ کی گھٹی میں ہے، انانیت اور تعلّی سے کوسوں دور رہتے ہیں، عالم شریعت ہوتے ہوئے طریقت کی دنیا سے بھی خاصی دلچسپی رکھتے ہیں، تصوف کے دل دادہ ہیں۔ دعوت و تبلیغ کا جذبہ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ کئی مدارس و مساجد کے بانی و مہتمم اور ذمہ دار بھی ہیں۔ فراغت کے بعد بیس سال کی مختصر سی عمر میں آپ کی دینی و علمی خدمات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور مسرت بھی۔ بالجملہ مولانا موصوف آج کے نوجوان علما کے لیے ایک قابل تقلید اور لائق عبرت شخصیت کے مالک ہیں، ان کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ آپ تعصباتِ حاضرہ سے اپنے کو الگ رکھتے ہیں، آپسی اتحاد اور یگانگت کے داعی ہیں۔ مولیٰ عزوجل آپ کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور آفاتِ زمانہ و حسدِ حاسدین سے بچائے۔آمین بجاہِ حبیبک سیدالمرسلین علیہ وآلہ وصحبہ الصلوٰۃ و التسلیم.

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ، مئو (یوپی)

۱۸/ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ

کلماتِ تقریب

ممتاز مصنف وقلم کار، محقق رضویات حضرت علامہ
مفتی ڈاکٹرامجد رضاامجد، دام ظلہ العالی
نائب قاضی شریعت: مرکزی دارالقضا ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۔

فتاویٰ رضویہ علوم ومعارف کا بحر ذخار ہے، اس حقیقت کو سالہا سال سے اس بحر کی غواصی کرنے والے محققین نے آئینہ کردیا ہے۔ چودھویں صدی میں اس سے زیادہ وقیع جامع مدلل اور تحقیقی مجموعہ فتاویٰ سامنے نہیں آیا، اسی لیے کسی نے اسے ''فقہ حنفی کاانسائیکلوپیڈیا'' کہا توکسی نے ''فتاویٰ عالمگیری'' کے بعد فقہ حنفی کا سب سے بڑا کارنامہ ،وہ بھی اس اعتراف کے ساتھ کہ '' فتاویٰ عالمگیری'' سو افراد کی محنتوں کا نتیجہ ہے اور ''فتاویٰ رضویہ ''فرد واحد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی فقہی ریاضت کا ثمرہ۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ فتاویٰ عالمگیری، محقق ومنقح اور مفتی بہ مسائل حنفیہ کا مجموعہ ہے مگر تحقیق وتنقید، تنقیح وترجیح اور تطبیق وتدقیق سے اس کے صفحات خالی ہیں (اور اس لیے خالی ہیں کہ تحقیق وتنقیح نہ اس کا موضوع تھا اور نہ وہاں اس کی گنجائش) مگر فتاویٰ رضویہ ان تمام اوصاف کا حامل اور فقہی محاسن کا گنجینہ ہے۔فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے اہل عرفان یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ ایک ایسے فقیہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جسے قدرت نے اصحاب تمیز کی جولانیت، اصحاب ترجیح کے اوصاف،

اصحاب تخریج کی بصیرت، مجتہد فی المسائل کی شان اور مجتہد فی المذہب کی خوبی عطا فرمائی تھی، شیخ عرب علامہ سید اسمٰعیل خلیل مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا امام احمد رضا کے فتاویٰ کو دیکھ کر فرمانا: ''واللہ اقول والحق اقول انه لورآھا ابوحنیفة النعمان لاقرت عینه ولجعل مؤلفھا من جملة الاصحاب'' اسی حقیقت کا ترجمان ہے۔

علامہ شامی نے رسم المفتی میں حضرت امام محمد کی کتاب ''جامع صغیر'' کے بارے میں امام علی رازی کا قول نقل فرمایا: من فھم ھٰذا الکتاب فھو افھم اصحابنا وکانو لایقلدون احدا القضاء حتیٰ یمتحنوہ بہ یعنی جو اس کتاب ''جامع صغیر'' کو سمجھ لیتا وہ ہمارے درمیان سب سے بڑا فقیہ سمجھا جاتا اور منصب قضا پہ تقرری کے لیے اسی کتاب سے امتحان لیا جاتا۔ بلا شبہہ عہد حاضر میں ''فتاویٰ رضویہ'' ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اسے من کل الوجوہ سمجھ لے وہ اس عہد کا سب سے بڑا فقیہ سمجھا جائے گا۔ اور اگر منصب افتاو قضا پہ تقرری کے لیے اس کتاب سے امتحان کو لازمی قرار دے دیا جائے تو ہزاروں فتنوں کا دفعیہ ہو جائے۔

فتاویٰ رضویہ کی اسی جامعیت کے سبب اس پہ متعدّد وجوہ سے کام ہوا اور ہو رہا ہے، خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ کی مرتبہ ''۔فتاویٰ رضویہ جہان علوم و معارف'' اس کی عمدہ اور تاریخ ساز مثال ہے، مگر حق یہ ہے کہ اب بھی اس کتاب کی طغیانی میں کمی نہیں آئی ہے۔ غواصی کا عمل جاری رہے گا اور صدف علم سے لوگ دامن بھرتے رہیں گے۔ زیر نظر کتاب ''**خصائص فتاویٰ رضویہ**'' بھی اسی غواصی و شناوری کے نتیجہ میں منظر عام پہ آنے والی ایک علمی کتاب ہے جو ہم سے داد کی طالب ہے۔ کتاب کے مندرجات کی فہرست اس بات کی دعویدار ہے کہ مؤلف کتاب **مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی** نے اس کی تالیف و ترتیب میں محنت کی ہے اور رضویات کے باب میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔ اللہ رب العزت اس خدمت کی بھرپور کی جزا انہیں عطا فرمائے۔ آمین۔

مؤلف کتاب حضرت مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی جواں سال عالم دین، بالغ نظر مدرس اور فقہ وافتا سے قلبی و عملی تعلق رکھنے والے مفتی ہیں۔ قرطاس وقلم سے گہرا رشتہ ہے، اعلیٰ حضرت کا عشق وجہ افتخار ہے جو انہیں ہر حساس معاملہ میں معتدل و ممتاز رکھتا ہے۔ ان کی اس علمی و تحقیقی کتاب کی تالیف واشاعت پہ ہم تمام خواجہ تاشان رضویت انہیں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور ان تمام پہلوؤں پہ انہیں دعوت تحقیق دیتے ہیں جو کسی محقق کے انتظار میں ہیں۔

طالب دعا

محمد امجد رضا امجد

خادم مرکزی دار القضا ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ

مورخہ ۶؍ صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق مورخہ ۱۴؍ ستمبر ۲۰۲۱ء

کلماتِ تقدیم!

محدث عصر سلطان الاساتذہ
حضرت علامہ **صدرالوریٰ قادری** دامت برکاتہم القدسیہ
استاذ: جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یو، پی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فقیہ اسلام، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی فقہی عبقریت اور علمی عظمت و سطوت کا اعتراف علماے عرب وعجم سبھی نے کیا یہاں تک کہ آپ کے فتاویٰ و تحقیقات کو دیکھ کر برملا یہ شہادت دی۔

”لورآها ابو حنيفة النعمان لاقرت عينه ولجعل مؤلفها من جملة الاصحاب“

اگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان فتاویٰ اور ان تحقیقات کو دیکھتے جو امام احمد رضا نے فرمائیں تو ضرور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور امام احمد رضا کو اپنے اصحاب اور اپنے مخصوص تلامذہ میں شامل کر لیتے۔

یہ کسی عام آدمی کی شہادت نہیں! بلکہ ان کی شہادت ہے جن کا علمی فضل و کمال اور علماے حرم میں مسلم تھا، اس طرح سے علماے حرمین شریفین کے اور بھی اعترافات اور ان کی شہادتیں ہیں جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی فقہی عبقریت کی روشن دلیل ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے پچیس سے زائد علوم میں کم و بیش ایک ہزار کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں آپ کا مجموعہ فتاویٰ ”العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ“ علوم و معارف کا وہ گنج گراں مایہ ہے جس کی قدر و قیمت کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس کو علوم متداولہ پر عبور حاصل ہو، خاص طور سے وہ فقہی مہارت رکھتا ہو، فقہ وافتا کے آداب و اصول سے اچھی طرح واقف ہو۔

فتاویٰ رضویہ کے اب تک درجنوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں ابتداءً بارہ ضخیم جلدوں میں اس کی اشاعت ہوتی رہی اور اب بائیس اور تیس جلدوں میں مترجم شکل میں اس کی طباعت واشاعت ہو رہی ہے، دراصل فتاویٰ کی ایک بڑی تعداد عربی زبان میں تھی جس کے ترجمہ کی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اس کار اہم کو علماے اہل سنت کی ایک جماعت نے انجام دیا اور ترجمہ کے بعد تیس ضخیم جلدیں تیار ہو گئیں جو صوری و معنوی حسن کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی فقہی بصیرت اور فتاویٰ رضویہ کے تعارف کے لیے دنیا بھر میں درجنوں کتابیں تصنیف کی گئیں، سیکڑوں مقالے لکھے گئے، پی ایچ ڈی بھی ہوئی، جامعہ اشرفیہ کے فارغین نے بھی اس موضوع پر بڑا کام کیا اور فروغ رضویات میں عظیم کارنامے انجام دیے ہیں۔ استاذ گرامی مرتبت محقق عصر حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ دامت برکاتہ و بارک اللہ فی عمرہ کے عہد صدارت میں رضویات پر بہت گراں قدر کام ہوا۔

اس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں درجات تخصص کے ہر طالب علم کو کسی خاص موضوع پر کم از کم سو صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی مقالہ لکھنا ہوتا ہے، جس پر کسی استاذ کی نگرانی بھی ہوتی ہے اور کورس کی تکمیل پر وہ مقالہ کسی ذمہ دار ممتحن کے سپرد کیا جاتا ہے، جو نظر ثانی کے بعد اس پر نمبر دیتے ہیں۔

صاحب کتاب محب گرامی قدر مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی

مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے انہیں باصلاحیت اور ممتاز فارغین میں سے ہیں، جنہوں نے فضیلت سے فراغت کے بعد تخصص میں داخلہ لیا، عزیز موصوف کی فراغت ۲۰۰۰ء میں ہوئی پھر جامعہ کے شعبۂ تخصص فی الفقہ میں داخلہ لیا، اس وقت کے صدر المدرسین استاذ گرامی حضرت محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ نے **مفتی محمد کمال الدین مصباحی** کو تحقیقی مقالہ کے لیے ایک بڑا اچھا عنوان دیا وہ عنوان ہے **"خصائص فتاویٰ رضویہ"** یہ عنوان اپنے اندر بہت کچھ مخفی گوشوں کو لیے ہوئے ہے اور بڑی اہمیت کا حامل ہے، جس پر لکھنے کے لیے کچھ ذکاوت کے ساتھ محنت و جفاکشی بھی ضروری ہے، یہ عنوان فتاویٰ رضویہ کی کسی خاص جلد سے متعلق نہ تھا پھر حضرت مصباحی صاحب قبلہ دام ظلہ نے بعد کے متخصصین کے لیے بھی اس عنوان کو برقرار رکھا البتہ ہر ایک کے لیے جلد کی تعیین فرمادی تاکہ فتاویٰ رضویہ کا تعارف منظم طور پر ہو سکے۔ الحمد للہ! یہ کام ہوا بھی اور باضابطہ ہوا اور وہ مقالات نظر ثانی کے بعد **"فتاویٰ رضویہ جہان علوم و معارف"** کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

مفتی محمد کمال الدین مصباحی کا مقالہ اس مجموعہ میں کسی وجہ سے شامل نہ ہو سکا اس لیے موصوف نے اس کی نوک و پلک سنوار کر الگ سے اس کی طباعت و اشاعت کا منصوبہ بنایا جو قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ موصوف نے اس مقالہ کی ترتیب میں بڑی محنت و جاں فشانی کی ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی فقہی عبقریت اور فتاویٰ رضویہ کے خصائص و امتیازات کو شواہد پیش کر کے خوب متعارف کیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور موصوف کے علم و فضل میں برکت عطا فرمائے اور مزید علمی و دینی خدمات کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہ حبیبہ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد صدر الوریٰ قادری

خادم تدریس: جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۶/ صفر المظفر ۱۴۴۳ھ ۱۴/ ستمبر ۲۰۲۱ء

خصائصِ فتاویٰ رضویہ
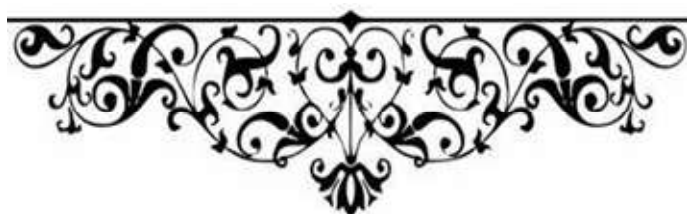
فقہ وافتا میں امام احمد رضا کا امتیازی مقام

دنیاے اسلام میں ایسی شخصیتوں کی کمی نہیں جنہوں نے اپنے علم وفضل اور عقل و بصیرت سے ساری دنیا کو مستفیض اور متحیر کیا، حکیم بوعلی سینا، عمر خیام، امام رازی، امام غزالی اور فارابی وغیرہ دنیاے علم وفن کی وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے علمی کارناموں پر رہتی دنیا تک فخر کیا جائے گا، ان میں کوئی فلسفہ وحکمت کا امام ہے، کوئی ریاضی وہیئت کا، تو کوئی منطق وجغرافیہ کا، لیکن ان سبھوں سے زیادہ حیرت انگیز شخصیت وہ ہے جو ہندوستان کی مردم خیز سرزمین بریلی میں پیدا ہوئی جنہیں دنیاے سنیت فقیہ اسلام مجدد اعظم امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی شخصیت ایسی پہلودار اور جامع علوم وفنون ہے کہ ان کی ذات کے کسی ایک پہلو اور ان کے علوم وفنون میں سے کسی ایک فن پر سیر حاصل بحث کے لیے اس فن کا ماہر ہی اس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے اور کما حقہ بحث کر سکتا ہے، امام احمد رضا قدس سرہ کے تمام علمی کمالات کا جائزہ لینا ہمارے موضوع علم اور دائرہ فکر سے باہر ہے، یہاں پر ہم فقہ وافتا کے حوالے سے امام احمد رضا کا امتیازی مقام صرف ان کا مجموعہ فتاوی ”العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ“ کی روشنی میں کچھ خامہ فرسائی کی سعادت حاصل کریں گے، جن سے یہ بخوبی ظاہر ہو گا کہ فقہ حنفی اور چودہویں صدی کی کتب فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ کو کیا انفرادیت حاصل ہے، علمی اور فقہی اعتبار سے اس کے محاسن وکمالات، خصوصیات وامتیازات کی حیثیت کیا ہے، نیز امام احمد رضا قدس سرہ فقہ وافتا کے کس اعلی مقام پر فائز تھے اور میدان تحقیق وافتا میں آپ کیا امتیازی شان رکھتے

تھے؟ آنے والے سطور میں ان چیزوں کو اختصار کے ساتھ ذکر کیے جائیں گے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے مجموعہ فتاوی کا جائزہ لینے کے بعد ہر وہ شخص جس نے مشہور فقہاے کرام کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہو گا وہ اس نتیجہ پر بہ آسانی پہونچ سکتا ہے کہ امام ابن ہمام کی شان درایت اور رنگ اجتہاد سے مزین فکر جو ان کی خصوصیت تھی ان کے بعد صرف امام احمد رضا قدس سرہ کو وہ نصیب ہوئی، اور مسائل کی تنقیح و توضیح، فقہ کی جملہ متداول کتابوں پر نظر رکھتے ہوئے جو علامہ اجل ابن عابدین شامی کی ایک مسلمہ خصوصیت تھی وہ بھی آپ ہی کے حق میں مقدر ہوئی، گویا کہ امام حمد رضا قدس سرہ کی ذات میں بیک وقت امام ابن ہمام کی خصوصیات بھی تھیں اور علامہ ابن عابدین شامی کی بھی۔

امام احمد رضا قدس سرہ جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھاتے تھے خواہ وہ کلیہ ہو یا جزئیہ تو اس کے ہر ایک پہلو پر تنقیح و تحقیق کر کے اس سے متعلق ہر ممکنہ رخ اور صورت کو پیش فرماتے تھے، اس کے بعد ہی اس کے جواز یا عدم جواز یا استحباب کا حکم صادر فرماتے تھے یہ ایک ایسی خوبی ہے جو ان کے ہم عصر دیگر فقہا میں نظر نہیں آتی۔ بالخصوص وہ تعمق فکر، جودت طبع اور ذہن رسا کے ساتھ ساتھ علوم قرآن، علوم تفسیر و حدیث اور اصول حدیث پر کمال و دسترس کے حوالے سے بھی وہ منفرد نظر آتے ہیں صرف یہی نہیں کہ علوم منقولات پر آپ کی گرفت کافی قوی تھی بلکہ علوم معقولات پر بھی کامل دسترس رکھتے تھے، علم کلام، فلسفہ، منطق، فلکیات اور طبعیات وغیرہ علوم پر بھی آپ کو کافی عبور تھا، اس لیے کہ ایک فقیہ اور مفتی کے پاس مختلف النوع کے مسائل آتے ہیں اگر وہ ان تمام علوم سے بہرہ ور نہیں تو جواب باصواب دینے سے قاصر رہے گا، فقہ کی دنیا بہت وسیع ہے اور اس میں جمیع علوم و فنون داخل ہیں اور یہ سب حسب ضرورت آپ کو حاصل تھے بلکہ آپ اس میں استادانہ کمال رکھتے تھے۔

ایک فقیہ کے لیے علم حدیث میں کامل مہارت و دسترس کا ہونا بے حد ضروری ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امام احمد رضا قدس سرہ جیسے بے مثال فقیہ تھے ویسے ہی

بلند پایہ محدث بھی تھے، علم حدیث میں آپ کو کافی تبحر حاصل تھا، اور اس فن میں آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا چنانچہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ حدیث کی کتابوں میں کون کون سی کتاب پڑھی یا پڑھائی ہیں تو آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا:

"مسند امام اعظم و موطا امام محمد، وکتاب الاثار امام محمد وکتاب الخراج امام ابویوسف، وکتاب الحج امام محمد، وشرح معانی الآثار امام طحاوی، وموطا امام مالک، ومسند امام شافعی، ومسند امام محمد، وسنن دارمی، وبخاری ومسلم، وابوداود وترمذی، ونسائی، وابن ماجہ، وخصائص نسائی، وملتقی ابن الجارود، وذو علل متناہیہ، ومشکوٰۃ وجامع کبیر، وجامع صغیر وملتقی ابن تیمیہ، وبلوغ المرام، وعمل الیوم واللیلہ ابن السنی، وکتاب الترغیب، وخصائص کبریٰ، وکتاب الفرج بعد الشدۃ، وکتاب الاسماء والصفات، وغیرہ پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس وتدریس ومطالعہ میں رہیں۔"[1]

امام احمد رضا قدس سرہٗ کو اللہ رب العزت نے وہ ذہانت وفطانت اور علوم اسلامیہ میں حیرت انگیز مہارت عطا کی تھی کہ آپ نے ۱۴؍ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ میں صرف پونے چودہ سال کی عمر میں مروجہ علوم وفنون سے فارغ التحصیل ہو کر رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ تحریر فرمایا جسے آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھ کر نہ صرف پسند کیا بلکہ انتہائی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور اسی دن سے فتویٰ نویسی کی عظیم ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی اور آپ نے اس دن سے لے کر تادم اخیر تحقیق وافتا کی یہ گراں قدر ذمہ داری نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دی، اور فقہی تحقیقات کے وہ جواہر پارے لٹائے کہ عالم اسلام کے ایک عظیم مفتی اور فقیہ اسلام کی حیثیت سے متعارف ہوئے، آپ کا وصال ۲۵؍ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کو ہوا اس حساب سے اگر دیکھا جائے تو آپ نے اپنی زندگی کا چون سال کا ایک طویل عرصہ فتویٰ نویسی میں وقف کیا۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات مرجع انام تھی، اپنی تحقیقات اور افتا کی

---

(۱)- اظہار الحق الجلی، ص ۲۴، مطبوعہ، بزم فیضان رضا ممبئی

خدمات سے آپ نے صرف برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں کی رہنمائی نہیں فرمائی بلکہ پورے عالم اسلام کی امت مسلمہ کو آپ نے اپنی فقہی بصیرت اور کار افتا کے ذریعے فیض پہنچایا، آپ کی خدمت میں ایشیا و یورپ کے اکثر ممالک سے سوالات آتے تھے، استفتا کی کثرت اس قدر تھی کہ کبھی ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو سوالات جمع ہو جاتے تھے اور آپ پوری تحقیق کے ساتھ ان سب کے جوابات ارسال فرماتے تھے جو کہ ایک انتہائی حیرت انگیز اور فکر آمیز ہے، آپ کی خداداد ذہانت و فطانت سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا علم علمِ کسبی نہیں بلکہ علم عطائی اور علم لدنی تھا۔ استفتا کی کثرت کے بارے میں ایک جگہ آپ کو خود تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر کے یہاں علاوہ ردّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ و دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار فتاویٰ اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے، شہر و دیگر بلاد و امصار و جملہ اقطار ہندوستان و بنگال و پنجاب و مالیبار و برہما و ارکان و چین و غزنی و امریکہ و افریقہ حتیٰ کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتا آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔"(۱)

امام احمد رضا قدس سرہ نے مختلف علوم و فنون پر تقریباً ایک ہزار تصانیف امت مسلمہ کے حوالہ کیا اور ہر چیز سے متعلق ان کی دینی رہنمائی فرمائی آپ کی صرف عربی حواشی و شروح اور تصانیف کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے، علمائے حرمین شریفین آپ کی عربی تصانیف کے منتظر رہتے تھے، آپ کی تمام تصانیف میں اس فن سے متعلق علم کا ایک دریا ہے اس لیے قاری کو اطمینان کامل ہو جاتا ہے اور مکمل تشفی و سیرابی حاصل ہوتی ہے۔

علم فقہ میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی بے شمار تصنیفات ہیں جن میں بعض رسائل ہیں، بعض تحقیقی فتاوے ہیں، بعض شروح و حواشی ہیں، آپ کے حواشی میں جد الممتار علی رد المحتار (حاشیہ شامی) جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، بہت اہم ہے بظاہر یہ حاشیہ

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ: ج ۴: ص ۱۴۸ مطبوعہ رضا اکیڈمی

ہے لیکن حقیقت میں متنِ، شرح وحاشیہ کا مجموعہ ہے اس سے نہ صرف حدیث وفقہ بلکہ بکثرت علوم وفنون میں امام احمد رضا کی جلالت شان کا اندازہ ہوتا ہے، امام احمد رضا قدس سرہٗ محدث بریلوی کی فقہی بصیرت کے حوالے سے بے شمار شواہد اس کے اندر موجود ہیں جو آپ کی حیرت انگیز تحقیقات پر دال ہیں، ان کے علاوہ دیگر تصانیف میں بھی آپ کی فقہی بصیرت کے بے شمار حوالے ملتے ہیں، ان سب میں فتاوی رضویہ امام رضا قدس سرہٗ کا وہ عظیم فقہی شاہکار ہے، جو ہندوسندھ، عرب وعجم پوری دنیاے اسلام میں مقبول ومتعارف ہے، اہل علم اپنی علمی تحقیقات اور مفتیان کرام اپنے فتاوے میں اس سے استشہاد واستناد کرتے ہیں جو ضخیم بارہ جلدوں میں غیر مترجم اور تیس جلدوں میں مترجم کی شکل میں جہازی سائز میں موجود ہے، اس مقالہ میں ہم اس کے چند اہم خصائص پر روشنی ڈالنے کی سعادت حاصل کریں گے، جن سے فتاویٰ رضویہ کی امتیازی شان بھی واضح ہوگی اور صاحب کتاب امام احمد رضا قدس سرہٗ کی فقہی تحقیق اور افتا کی بصیرت بھی نمایاں ہوگی۔

فتاوی رضویہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس کو برصغیر ہندوپاک اور دیگر ممالک کے علما وفضلا، فقہاے کرام اور مفتیان اسلام نے اسلامک انسائیکلوپیڈیا اور ایک عظیم فقہی شاہکار قرار دیا ہے اور آپ کی وسعت نظر، علمی تبحر اور فقہی مقام کا اعتراف کیا ہے، ذیل میں چند اقوال ملاحظہ کریں:

مارہرہ شریف کے مشہور عالم دین سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں“۔ (۱)

علامہ عبدالرؤف بلیاوی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ رقم طراز ہیں:

”فتاویٰ رضویہ بارہ جلدوں میں ہے جس کی ہر جلد تقریبا ہزار صفحات پر مشتمل

---

(۱)- مقدمہ امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، ص: ۲۴

ہے، جن میں فقہ کے ہزار ہا مسائل ایسی تحقیق سے بیان ہوئے جو اپنی مثال آپ ہیں ،آپ کے بیشتر فتاویٰ کثیر التعداد آیات قرآنی، احادیث کریمہ اور روایت اصول وفروع کی بوجھل شہادتوں سے گراں بار ہوتے ہیں۔"[۱]

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرآدبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

"علم فقہ میں حضرت ممدوح (امام احمد رضا) کو وہ تبحر و کمال حاصل تھا جس کو عرب وعجم، مشارق و مغارب کے علمانے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا، تفصیل تو ان کے فتاویٰ دیکھنے پر موقوف ہے مگر اجمال کے ساتھ دو لفظوں میں یوں سمجھیے کہ موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف تمام عالم کے لوگ حوادث و وقائع میں استفتا کے لیے رجوع کرتے تھے، ایک قلم تھا جو دنیا بھر کے لیے فقہی فیصلے دیتا جارہا تھا، وہی قلم بد مذہبوں کے جواب میں بھی چلتا اور اہل باطل کے تصانیف کا بالغ رد بھی کرتا تھا اور زمانہ بھر کے سوالوں کا جواب بھی دیتا تھا"۔

سید اسماعیل بن خلیل مکی نے آپ کے فتاویٰ کے فقہی عناصر کو دیکھ کر کہا:

"ہمارے آقا نے فتاویٰ پر مشتمل ہمیں نمونے کے طور پر چند اوراق عنایت فرمائے، ہمیں اللہ عزشانہٗ سے امید ہے کہ ان کی تکمیل کے لیے آپ کے اوقات میں آسانی اور جلدی کے مواقع عطا فرمائے گا چونکہ وہ خالص علمیت پر مبنی ہیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو آخرت میں سرخروئی عطا فرمائے گا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ ان فتوؤں کو اگر امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور اس کے مؤلف کو اپنے خاص تلامذہ میں شامل فرماتے۔"[۲]

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں:

"میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے کہ ہندوستان کے

---

(۱)-مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ص:۱۴۱

(۲)-الاجازت المتنیہ، ص:۹

دور آخر میں ان جیسا طباع و ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا، ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمالات فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں۔"(۱)

پاکستان کے ایک غیر مقلد مولوی نظام الدین احمد پوری نے امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ "الفضل الموھبی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" دیکھ کر یہ کہا: یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے؟ افسوس میں ان کے زمانے میں رہ کر بھی بے خبر و بے فیض رہا، علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔(۲)

مولانا عبد الحی ندوی رائے بریلی لکھتے ہیں:

"فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر جو آگاہی آپ (امام احمد رضا) کو حاصل تھی اس کی نظیر آپ کے زمانے میں ملنا ناممکن ہے، آپ اس وصف خاص میں دحیہ عصر تھے، میرے قول پر آپ کا مجموعہ فتاویٰ اور خاص کر آپ کا رسالہ "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطا س الدراھم" شاہد ہے۔"(۳)

ملک غلام علی نائب ابوالاعلیٰ مودودی رقم طراز ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں، ان کے بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت علما میں کم پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور سول تو ان کے سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔"(۴)

ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں آپ کے فقہی تبحر کے تعلق سے یوں ذکر ملتا ہے:

---

(۱)- مقالات یوم رضا لاہور: ص:۹، شمارہ: ۱۹۷۱ء

(۲)- المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص:۱۸۶

(۳)- معارف رضا، کراچی، ص:۸۷، شمارہ: ۱۹۸۸ء

(۴)- ہفت روزہ شہاب، شمارہ نومبر ۱۹۶۲ء

"مولانا احمد رضا مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم، مصنف اور فقیہ تھے انہوں نے چھوٹے بڑے سینکڑوں فقہی مسائل میں رسالے لکھے ہیں، قرآن کا ایک سلیس ترجمہ بھی کیا ہے، ان علمی کارناموں کے ساتھ ہزار فتوؤں کے جوابات بھی انہوں نے دیے، ان کے بعض فتوے کئی کئی صفحے کے ہیں جن کا جواب مولانا نے بڑی وسعت نظری سے دیا ہے، بہرحال مولانا کے مخصوص خیالات (مسئلۂ تکفیر) سے قطع نظر اس کے فتاوے اس قابل ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔"(۱)

ایک دوسری جگہ یوں رقمطراز ہے:

"دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی، مولانا جس دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علما کے استفسارات کے جوابات تحریر فرماتے اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، استحضار اور ذہانت کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے، ان کے عالمانہ اور محققانہ فتاویٰ مخالف و موافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں۔"(۲)

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی فقہی بصیرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ عوام سے زیادہ اہل علم آپ کے قریب تھے اور فقہ و افتا کے ماہرین بھی آپ کی حیرت انگیز فقہی بصیرت کے گن گایا کرتے تھے، مولانا سراج احمد خان پوری اپنے دور کے جلیل القدر فاضل تھے اور علم میراث میں تو انہیں تخصص حاصل تھا، "الزبدۃ السراجیہ" لکھتے وقت ذوی الارحام کے صنف رابع کے بارے میں مفتیٰ بہ قول دریافت کرنے کے لیے دیوبند، سہارنپور اور دیگر علمی مراکز کی طرف رجوع کیا لیکن کہیں سے تسلی بخش جواب ان کو نہیں ملا، پھر انہوں نے وہی سوال بریلی شریف بھیجوایا، ایک ہفتہ کے اندر انہیں جواب موصول ہو گیا جسے دیکھ کر ان کا دل باغ باغ ہو گیا اور تا حیات امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فضل و کمال اور فقہی تبحر کے گن گاتے رہے۔

---

(۱)- ماہنامہ معارف، شمارہ فروری ۱۹۶۲ء

(۲)- ماہنامہ معارف، شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء

مشہور ریاضی داں اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر سید ضیاء الدین مرحوم ریاضی کے ایک مسئلے میں الجھ گئے اس کو حل کرنے کے لیے وہ جرمنی جانا چاہتے تھے لیکن قدرت الٰہی ان کو امام احمد رضا قدس سرہٗ کی علمی چوکھٹ پر لے آئی، مسئلہ پیش کیا، ایک لمحہ میں آپ نے اسے حل فرما دیا، انہوں نے حیران ہو کر ارشاد فرمایا: ''یہ علم لدنی ہے کسب و ریاضت سے حل نہیں ہوتا، یہ عطاے ربانی ہے''۔[1]

مفتیان کرام سے عموماً عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور جن چیزوں کے بارے میں انہیں حکم شرعی معلوم نہیں ہوتا ان کی واقفیت حاصل کرتے ہیں لیکن فتاویٰ رضویہ کے تمام مجلدات کے مطالعہ کرنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ سے رجوع کرنے اور احکام شرعی جاننے والوں میں ایک بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو خود ماہرین علوم و فنون تھے، زینت درسگاہ تھے، مسند دار الافتا تھے اور علم و فن میں مشہور زمانہ تھے، مزید تفصیل کے لیے تو فتاویٰ رضویہ کے تمام مجلدات کے سائلین اور مستفتیان کے اسماے گرامی اور ان میں اہل علم کی معرفت کے بعد ہی اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے تاہم بطور نمونہ جامعہ نظامیہ لاہور کے ایک فاضل محقق مولانا خادم حسین کے تحقیقی مقالہ کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں جو انہوں نے فتاویٰ رضویہ کی نو جلدوں (پہلی سے ساتویں، اور دسویں و گیارہویں) کے سائلین کے اسماے گرامی کی تحقیق کرنے کے بعد لکھا ہے جس کا عنوان ہے ''امام احمد رضا بحیثیت مرجع العلما'' ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق ان جلدوں میں چار ہزار پچانوے (۴۰۹۵) استفتا ہیں جن میں سے تین ہزار چونتیس (۳۰۳۴) عوام الناس کے استفتا ہیں اور ایک ہزار اکسٹھ (۱۰۶۱) استفتا علما اور دانشوروں کے پیش کردہ ہیں۔[2]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ استفتا کرنے والوں میں ایک چوتھائی تعداد علما اور

---

(۱)- حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۵۵، مطبوعہ کراچی

(۲)- مقدمہ فتاویٰ رضویہ، ج:۱

دانشوروں کی ہے یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کسی مسئلہ کا جواب دیتے وقت صرف ہاں یا نہیں میں جواب نہیں دیتے بلکہ سائلین کے معیار کے حساب سے دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔

امام احمد رضا کا فقہی مقام طبقات فقہا کی روشنی میں

فقہائے کرام کے طبقات اور ان کے مقام و مرتبہ جاننے کے بعد اگر آپ مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہ کا طبقات فقہا کی روشنی میں جائزہ لیں گے اور ان کے فقہی مقام و مرتبہ کا تعین کریں گے تو آپ کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گا کہ امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات والا صفات میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور آپ کے بیان و استدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے، مجتہدین فقہا کی الگ الگ خوبیاں آپ کی ذات میں تنہا جمع نظر آتی ہیں اور آپ شان فقاہت کے مختلف رنگوں میں رنگے ہوئے ملتے ہیں، ایک عدیم المثال جید و عبقری فقیہ و مجتہد کی گوناگوں خوبیاں اور اوصاف و کمالات آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہیں اور آپ ان سب کے جامع کامل ہیں چنانچہ جب قواعد شرعیہ کے وضع کے لحاظ سے آپ کی ذات کا ہم مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کے اندر ''مجتہدین فی الشرع'' جیسے ائمہ اربعہ کی جھلک پائی جاتی ہے، غیر منصوص احکام کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قواعد کی روشنی میں استنباط و استخراج کے اعتبار سے جب آپ کے فقہی مقام پر غور کرتے ہیں تو آپ کے اندر ''مجتہدین فی المسائل'' جیسے امام طحاوی اور خصاف وغیرہ کی صفتیں ملتی ہیں اور آپ ''مجتہدین فی المسائل'' کے طبقے میں نظر آتے ہیں، مسائل شرعیہ کی تفصیل کی حیثیت سے جب آپ کے فتاویٰ کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ امام رازی جیسے فقہا کی صف میں نظر آتے ہیں اور جب مختلف اقوال و روایات کے درمیان تطبیق یا ترجیح کی نظر سے دیکھتے ہیں تو آپ امام ابو الحسن قدوری جیسے فقہائے کرام کی صف میں نظر آتے ہیں۔

کتب فتاویٰ میں ”فتاویٰ رضویہ“ کا فقہی مقام

فتاویٰ رضویہ علمی اور فقہی اداروں میں فقہ حنفی کی ایک قابل اعتماد اور کتب فتاویٰ میں ایک نہایت ہی معتبر و مستند کتاب کی حیثیت سے مشہور و متعارف ہے، ارباب فقہ و افتا کے مابین اس کی حیثیت ماخذ و مصدر اور مرجع کی ہے، اہل علم کے درمیان جوبات فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے کی جاتی ہے وہ قول فیصل اور حرف آخر کی حیثیت سے تسلیم کی جاتی ہے اور فتاویٰ رضویہ کی تحقیق کے خلاف دیگر تحقیقات کو مردود اور مسترد تصور کیا جاتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں ضروری ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی حیثیت فقہائے احناف کی فقہی کتابوں کے درمیان کیا ہے؟ اس کی معرفت حاصل کی جائے تاکہ اس کی روشنی میں ان کے فتاویٰ کی قدر و قیمت کا اندازہ لگا سکیں اور ان کے معیار کا بھی پتا چل سکے۔

مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اگر فتاویٰ رضویہ کے تحقیقی فتاویٰ پر غائرانہ نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت کھل کر واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں فتاویٰ رضویہ کی حیثیت صرف فتاویٰ ہی کی نہیں بلکہ شرح کی بھی ہے، اس بات کا اندازہ کوئی محقق ہی امام احمد رضا قدس سرہ کے مجموعۂ فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ کی روشنی میں لگا سکتا ہے، تاہم زیادہ تفصیل میں نہ جا کر امام احمد رضا قدس سرہ کی زبانی آپ کے مجموعہ فتاویٰ ”فتاویٰ رضویہ“ کا فقہی مقام پیش کرتے ہیں تاکہ میرے اس دعویٰ کی تصدیق امام احمد رضا قدس سرہ کی تحریر ہی سے ہو جائے اور اس میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہ جائے، چنانچہ آپ فقہ حنفی کی کتابوں کے مقام و مرتبہ کی تعین نیز متون و شروح اور فتاویٰ کی کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد فتاویٰ رضویہ میں معروضات کی بحث میں یوں رقم طراز ہیں:

”ان میں جو چھان بین اور تنقیح و تصحیح پر مبنی ہوں وہ میرے نزدیک شروح کا درجہ رکھتے ہیں، جیسے فتاویٰ خیریہ والعقود الدریہ للعلامۃ الشامی واطمع ان یسلک ربی بمنہ و کرمہ فتاوای ھذہ فی سلکھا فللارض من کاس

الکرام نصیب، اور مجھے پوری امید ہے کہ میرا رب اپنے احسان و کرم سے میرے ان فتاویٰ ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' کو انہیں کے زمرے میں شامل فرمالے گا کہ اہل کرم کے جام سے زمین کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔''(۱)

فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ اس انداز سے مسائل کی تحقیق فرماتے ہیں کہ ان کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں اور ان کے تمام تاریک اور پوشیدہ گوشوں کو بھی اجاگر کردیتے ہیں، دلائل و شواہد کی فراوانی اس قدر کہ ایک اصل کے تحت کثیر جزئیات جمع کرلیتے ہیں اور دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں، جدید مسائل میں کتاب و سنت اور فقہائے احناف کے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں ان کے احکام کا استخراج اور استنباط کرتے ہیں اور ان کا حل پیش کرتے ہیں، اگر کسی شرعی حکم میں فقہائے کرام کے اقوال اور ارشادات مختلف دیکھتے ہیں تو اپنی بالغ نظری اور وسعت فکر سے ان میں تطبیق کی صورت پیش کرتے ہیں یا پھر قواعد اور اصول کے مطابق ان میں سے کسی ایک کے قول کو دوسرے پر فوقیت اور ترجیح دیتے ہیں، فقہائے سلف کی عبارتوں میں اگر کہیں کسی طرح کا خفا یا ابہام اور اشکال محسوس کرتے ہیں تو اپنے قول کے ذریعے ان اشکالات کا حل اور مبہمات کی توضیح پیش کرتے ہیں، پوچھے گئے سوالات کے جوابات میں علمائے محققین سے اگر کہیں جانے انجانے میں لغزش و خطا واقع ہوئی ہے تو آپ اس کی بھی نشاندہی کرتے ہیں اور اس کی پوری تحقیق پیش کرتے ہیں اور اگر کہیں خامیاں نظر آتی ہیں تو آپ ان کی بھی وضاحت کرتے ہیں اور ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کا شمار تطفلات میں کرتے ہیں، آپ جہاں علمائے محققین کی لغزشوں کی نشاندہی کرتے ہیں وہیں غلط اور فاسد استدلال کرنے والوں کا پرزور تعاقب بھی کرتے ہیں اور ان کے اعتراضات و بے بنیاد الزامات کی دلائل و براہین کی روشنی میں بھرپور انداز میں تردید بھی فرماتے ہیں، آپ اپنے سائلین کو جوابات عنایت کرنے کے ساتھ ساتھ جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں اپنی

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج ۱: ص ۵۱۰ مطبوعہ رضا اکیڈمی

تحریروں کے ذریعے نہایت ہی عالمانہ، واعظانہ اور زاجرانہ انداز میں ان کی مناسب اصلاح بھی کرتے ہیں، جو ان کی کامیاب زندگی کے لیے بہترین نمونہ ثابت ہوتا ہے، آپ سائلین اور مستفتیان کو صرف حکم شرعی کے بیان سے آگاہ نہیں فرماتے ہیں بلکہ قرآن و حدیث اور منقولات کے علاوہ دیگر مختلف علوم وفنون کے ذریعہ اپنے موقف کی تائید و توثیق کرتے ہیں اور اس کا مکمل طور سے ثبوت پیش کرتے ہیں، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ آپ سائل اور مستفتی کی زبان و بیان کی بھی مکمل رعایت فرماتے ہیں، مستفتی جس زبان میں سوال اور استفتا قائم کرتا ہے آپ جواب بھی اسی زبان میں عنایت فرماتے ہیں، حتیٰ کہ منظوم سوالات کے منظوم جوابات اور حد تو یہ کہ سوال جس بحر میں قائم کیا جاتا ہے آپ جواب بھی اسی بحر میں دیتے ہیں، ساتھ ہی زبان و بیان میں سلاست وروانی، عبارتوں میں عمدگی، اشاروں کی باریکی، معانی کی تنقیح اور الفاظ کی وضاحت یہ ساری خوبیاں آپ کے فتاویٰ میں عیاں ہیں، مسائل کے استدلال میں ایسا فقیہانہ اسلوب بیان اپناتے ہیں کہ فصاحت وبلاغت، براعت استہلال، اور تسلسل بیان کا اعلیٰ معیار آپ کے فتاویٰ کے ہر جملہ سے جھلکتا نظر آتا ہے، صرف ابتدائی خطبہ کے اندر اس قدر تلمیحات، استعارات اور تشبیہات موجود ہیں جو فصاحت وبلاغت کا ایک عظیم شاہکار معلوم ہوتا ہے۔

خصائص فتاویٰ رضویہ کے کچھ خاص نمونے

مذکورہ بالا سطور میں میں نے فتاویٰ رضویہ کی جن خوبیوں کا اجمالاً ذکر کیا ہے، اس اجمال کی تفصیل کے لیے میں نے چند عنوانات کا انتخاب کیا ہے اور ہر عنوان سے متعلق فتاویٰ رضویہ کی الگ الگ جلدوں سے اقتباسات شواہد کے طور پر پیش کئے ہیں، نیز ان پر ہلکی سی روشنی بھی ڈالی ہے، جس کی پوری تفصیل اگلے صفحات میں آرہی ہے، پہلے ان عناوین کی فہرست کی ایک جھلک دیکھ لیں پھر آگے ان میں سے ہر ایک پر تفصیلی مطالعہ کریں۔

☆ فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی اشاریہ

☆ رسائل رضویہ کی خصوصیات

☆ خطبہ کی فصاحت و بلاغت

☆ سائل اور مستفتی کی زبان و بیان کی رعایت

☆ متعارض اقوال میں تطبیق

☆ مختلف اقوال میں ترجیح

☆ غیر منصوص احکام کا استنباط اور ان کا حل

☆ غایت تحقیق و تنقیح

☆ حل اشکالات و توضیح مبہمات

☆ کثرت دلائل و شواہد

☆ کثرت علوم و فنون اور فتاویٰ میں ان کا استعمال

☆ اصلاح و موعظت

☆ لغزش و خطا پر تنبیہات

☆ علمائے متقدمین پر تنقیدات

☆ مخالفین پر تعقبات

اب آئیے اس اجمالی فہرست کا تفصیلی مطالعہ کے لیے آگے بڑھیں اور کتب فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ کا فقہی مقام سمجھیں اور ان فتاویٰ کی روشنی میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی فقہی تحقیق، تفقہ فی الدین اور جملہ علوم و فنون میں وسعت معلومات کے حسین جلووں کا دلکش نظارہ کریں اور ان کی گہرائیوں میں اتر کر اپنے دل و نگاہ کو کیف و سرور بخشیں۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی اشاریہ

فتاویٰ رضویہ کی کل بارہ جلدیں ہیں اور ہر جلد اپنی نوعیت وعنوان کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز و منفرد نظر آتی ہے اور سب سے بڑی خوبی تو یہ ہے کہ ہر ایک جلد میں کچھ تاریخی رسائل بھی شامل ہیں جس کی نظیر فتاویٰ کی دوسری کتابوں میں کم ملتی ہے، ذیل میں ہر ایک جلد کے ابواب اور تاریخی مسائل کی تعداد تفصیل کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے جس کے مطالعہ کے بعد فتاویٰ رضویہ کی جامعیت اور اہمیت وافادیت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔

پہلی جلد

جلد اول ۸۴۹ر صفحات پر مشتمل ہے اور پوری جلد کتاب الطہارۃ پر ہے، اس جلد میں اکثر فتاوے عربی زبان میں ہیں، اس میں شامل چار ابواب اور ۲۸ر تحقیقی و تاریخی رسائل ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

فہرست ابواب

(۱) باب الوضو (۲) باب الغسل (۳) باب المیاہ (۴) باب التیمم

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	اَلْجَوْدُ الْحُلُوّ فِیْ اَرْکَانِ الْوُضُوْء	۱۳۲۴ھ	وضو کے فرائض عملی اور اعتقادی کا بیان
۲	تَنْوِیْرُ الْقِنْدِیْل فِیْ اَوْصَافِ الْمِنْدِیْل	۱۳۲۴ھ	طہارت کے بعد بدن پوچھنے کا بیان

۳	لَمْعُ الاَحْکَام اَنْ لَا وُضُوْءَ مِنْ الزُّکَام	۱۳۲۴ھ	اس کی تحقیق کی زکام ناقض وضو نہیں
۴	اَلطِّرَازُ المُعْلَم فِیْمَا ھُوَ حَدَثٌ مِنْ اَحْوَالِ الدَّم	۱۳۲۴ھ	بدن سے خون نکلنے کے مسائل و دلائل
۵	نَبْہُ الْقَوْم اَنَّ الوُضُوْءَ مِنْ اَیِّ نَوْم	۱۳۲۵ھ	سونے سے نقض وضو کے مسائل بنظر دقیق
۶	تِبْیَانُ الْوُضُوْء	۱۳۰۶ھ	وضو و غسل کے احتیاطوں کا مشرح بیان
۷	اَلأَحْکَامُ وَالْعِلَل فِیْ اَشْکَالِ الْاِحْتِلَامِ وَالْبَلَل	۱۳۲۰ھ	احتلام سے متعلق جملہ مسائل کی یکتا تحقیق
۸	بَارِقُ النُّوْرِفِیْ مَقَادِیْرِمَاءِ الْطُّھُوْر	۱۳۲۷ھ	وضو اور غسل میں ماء طہور کی مقدار پر بحث
۹	بَرَکَاتُ السَّمَاء فِیْ حُکْمِ اِسْرَافِ المَاء	۱۳۲۷ھ	وضو اور غسل میں اسراف ماء کا حکم اور اس کی تحقیق
۱۰	اِرْتِفَاعُ الْحُجُب عَنْ وُجُوْہِ قِرَاءَۃِ الجُنُب	۱۳۲۸ھ	قرأت جنب سے متعلق مصنف کی منفرد تحقیق
۱۱	اَلطَّرْسُ الْمُعَدَّل فِیْ حَدِّ الْمَاءِ المُسْتَعْمَل	۱۳۲۰ھ	ماء مستعمل کی تعریف میں منصف صحیفہ
۱۲	اَلنَّمِیْقَۃُ الاَنْقٰی فِیْ فَرْقِ الْمُلَاقِیْ وَالْمُلْقٰی	۱۳۲۷ھ	پانی میں بے وضو یا جنبی کے ہاتھ لگ جائے تو اس کی تحقیق
۱۳	اَلْھَنِیْءُ الْنَمِیْرِفِیْ الْمَاءِ الْمُسْتَدِیْر	۱۳۳۶ھ	آب مستدیر کی مسافت اور مصنف کی تحقیق

نمبر	نام	سن	موضوع
۱۴	رَحْبُ السَّاحَة فِیْ مِیَاهٍ لَایَسْتَوِیْ وَجْهُهَا وَجوْفُهَا فِی الْمِسَاحَة	۱۳۳۴ھ	ان پانیوں کے احکام جن کی سطح اور گہرائی پیمائش میں برابر نہ ہو
۱۵	هِبَةُ الْحَبِیْر فِیْ عُمْقِ مَاءٍ کَثِیْر	۱۳۳۴ھ	آب کثیر میں مقدار عمق کی تحقیق یکتا
۱۶	اَجْلیٰ الْاِعْلَام اَنَّ الْفَتْوٰی مُطْلَقًاعَلیٰ قَوْلِ الْاِمَام	۱۳۳۴ھ	ہر مسئلہ میں قول امام پر فتویٰ ہے اس کی بے نظیر تحقیق
۱۷	اَلنَّوْرُ وَالنَّوْرَق لِاَسْفَارِ الْمَاءِ الْمُطْلَق	۱۳۳۴ھ	آب مطلق کے سلسلے میں نور اور رونق
۱۸	عَطَاءُ النَّبِیّ لِاِفَاضَةِ اَحْکَامِ مَاءِ الصَّبِی	۱۳۳۴ھ	بچے کے حاصل کردہ پانی کے احکام میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطیہ
۱۹	اَلدِّقَّةُ وَالتِّبْیَان لِعِلْمِ الرِّقَّةِ وَالسَّیْلَان	۱۳۳۴ھ	منی کے رقت وسیلان میں تحقیق انیق
۲۰	حُسْنُ التَّعَمُّم لِبَیَانِ حَدِّ التَّیَمُّم	۱۳۲۵ھ	تیمم کی ماہیت اور تعریف کا بہترین بیان
۲۱	سَمْعُ النُّدْرٰی فِیْمَا یُوْرِثُ الْعِجزَعَنِ الْمَاء	۱۳۳۵ھ	پانی سے عجز کی ۱۷۵/ صورتیں
۲۲	اَلظَّفَر لِقَوْلِ زُفَر	۱۳۳۵ھ	وقت کی تنگی کے باعث جواز تیمم کے بارے میں امام ظفر کے قول کی تقویت کا بیان
۲۳	اَلْمَطْرُالسَّعِیْد عَلیٰ نَبْتِ جِنْسِ الصَّعِیْد	۱۳۳۵ھ	جنس صعید کی نبات پر باران مسعود

۲۴	اَلْجِدُّ السَّدِیْد فِیْ نَفْیِ اَلْاِسْتِعْمَالِ عَنِ الصَّعِیْد	۱۳۳۵ھ	تیمم میں جنس ارض اصلاً مستعمل نہیں ہوتی
۲۵	بَابُ الْعَقَائِد وَالْکَلَام	۱۳۳۵ھ	مختلف بد مذہب فرقوں پر کاری ضربیں
۲۶	قَوَانِیْنُ الْعُلَمَاء فِیْ مُتَیَمِّمٍ عَلِمَ عِنْدَ زَیْدٍ مَاء	۱۳۳۵ھ	تیمم نماز میں یا اس سے قبل وبعد پانی پر مطلع ہونے کی تحقیق
۲۷	اَلطِّلْبَةُ الْبَدِیْعَة فِیْ قَوْلِ صَدرِ الشَّرِیْعَة	۱۳۳۵ھ	امام صدر الشریعہ کی عبارت سے متعلق انوکھا مطلوب
۲۸	مَجْلی الشُّمْعَة لِجَامِعِ حُدُوْثٍ وَ لُمْعَة	۱۳۳۶ھ	جنابت اور حدث رکھنے والے سے متعلق شمع افروز

دوسری جلد

اس جلد میں طہارت کے بقیہ مسائل اور کتاب الصلوٰۃ کے مسائل و دیگر روزمرہ کے ضروری مسائل شامل کیے گئے ہیں، نواقض وضو، غسل وصلوۃ وغیرہ کے مسائل بڑی تشریح کے ساتھ معرض بحث لائے گئے ہیں، یہ جلد ۵۵۹ر صفحات پر مشتمل ہے، اس میں نو ابواب اور پانچ عدد تحقیقی رسائل جو تحقیقات کا خزانہ اور ابحاث کا گنجینہ ہیں شامل کیے گئے ہیں۔

فہرست ابواب

(الف)-کتاب الطہارۃ (۱) باب الوضوو الغسل (۲) باب المیاہ (۳) باب المسح علی الخف (۴) باب الحیض (۵) باب المعذور (۶) باب الانجاس (۷) باب الاستنجاء۔

(ب)-کتاب الصلوٰۃ (۸) باب اوقات الصلوٰۃ (۹) باب الاذان والاقامۃ

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	سَلْبُ الثَّلْبِ عَنِ الْقَائِلِیْنِ بِطَہَارَۃِ الْکَلْبِ	۱۳۱۳ھ	کتے کی طہارت عین کے قائلین سے عیب دور کرنے کا بیان

۲	جُمَانُ التَّاج فِیْ بَیَانِ الصَّلٰوۃِ قَبْلَ المِعْرَاج	سنہ ۱۳۱۶ھ	قبل معراج سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے تھے۔
۳	حَاجِزُ الْبَحْرَیْنِ الْوَاقِیِ عَنْ جَمْعِ الصَّلَاتَیْنِ	سنہ ۱۳۱۳ھ	سفر میں جمع بین الصلاتین کے جواز وعدم جواز کی تحقیق
۴	مُنِیْرُالْعَیْن فِیْ حُکْمِ تَقْبِیْلِ الاِبْہَامَیْن	سنہ ۱۳۰۱ھ	انگوٹھے چومنے سے متعلق نادر تحقیق اور اقسام حدیث کی توثیق
۵	نَھْجُ السَّلَامَۃ فِیْ حُکْمِ تَقْبِیْلِ الاِبْہَامَیْن فِیْ الاِقَامَۃ	سنہ ۱۳۳۲ھ	اقامت میں انگوٹھے چومنے کا بیان اور تھانوی کا رد

تیسری جلد

جلد سوم میں کتاب الصلٰوۃ سے متعلق تمام امور پر بحث شامل ہے، یہ جلد ۸۱۵/ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں احکام صلٰوۃ سے متعلق ۲۰/ ابواب ہیں اور رسائل کی تعداد ۱۶/ ہے۔

فہرست ابواب

(۱) باب شروط الصلٰوۃ (۲) باب القبلہ (۳) باب اماکن الصلٰوۃ (۴) باب صفۃ الصلٰوۃ (۵) باب القرأۃ (۶) باب الامامۃ (۷) باب الجماعۃ (۸) باب المسبوق (۹) باب الاستخلاف (۱۰) باب مفسدات الصلاۃ (۱۱) باب مکروہات الصلٰوۃ (۱۲) باب الوتروالنوافل (۱۳) باب احکام المسجد (۱۴) باب ادراک الفریضۃ (۱۵) باب قضاء الفوائت (۱۶) باب سجود السہو (۱۷) باب سجود التلاوۃ (۱۸) باب صلوۃ المسافر (۱۹) باب الجمعۃ (۲۰) باب العیدین (۲۱) باب الکسوف والاستسقاء۔

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	ھِدَایَۃُ الْمُتَعَال فِیْ حَدِّ الْاِسْتِقْبَال	سنہ ۱۳۲۴ھ	سمت قبلہ کے بیان میں تحقیق جلیل

۲	نِعْمَ الزَّاد لِرَوْمِ الضَّاد	سنہ ۱۳۱۵ھ	حرف ''ض'' کی تحقیق
۳	اِلْجَامُ الصَّادّ عَنْ سُنَنِ الضَّاد	سنہ ۱۳۱۷ھ	حرف ضاد کے احکام اور ادا کرنے کا طریقہ اور احکام تجوید کی تحقیق
۴	اَلنَّهْیُ الْاَکِیْدعَنِ الصَّلَاۃِ وَرَاءِ عِدَی التَّقْلِیْد	سنہ ۱۳۰۶ھ	غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کے بیان میں
۵	اَلْقِلَادَۃُ الْمُرَصَّعَۃ فِیْ نَحْرِ الْاَجْوِبَۃِ الْاَرْبَعَۃ	سنہ ۱۳۱۲ھ	چار جوابوں کے مقابلے میں پیرویا ہوا ہار
۶	اَلْقُطُوْفُ الدَّانِیَۃ لِمَنْ اَحْسَنَ الْجَمَاعَۃَ الثَّانِیَۃ	سنہ ۱۳۱۳ھ	جماعت ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لیے جھکے ہوئے خوشے
۷	تِیْجَانُ الصَّوَاب فِیْ قِیَامِ الْاِمَامِ فِیْ الْمِحْرَاب	سنہ ۱۳۲۰ھ	محراب کے معنی اور اس میں امام کے کھڑے ہونے کی تحقیق
۸	اِجْتِنَابُ الْعُمَّال عَنْ فَتَاوٰی الجُهَّال	سنہ ۱۳۱۶ھ	قنوت نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتویٰ کا رد
۹	اَنْهَارُ الْاَنْوَار مِنْ یَمِّ صَلٰوۃِ الْاَسْرَار	سنہ ۱۳۰۵ھ	نماز غوثیہ کے ثبوت میں تحقیق رضوی
۱۰	اَزْهَارُ الْاَنْوَار مَنْ صَبَا صَلٰوۃَ الْاَسْرَار	سنہ ۱۳۰۵ھ	نماز غوثیہ کے نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ
۱۱	وَصَّافُ الرَّجِیْح فِیْ بَسْمَلَۃِ التَّرَاوِیْح	سنہ ۱۳۱۲ھ	ختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسم اللہ پڑھنے کے بیان میں

۱۲	اَلتَّبْصِیْرُ الْمُنْجِد بِاَنَّ صِحْنَ الْمَسْجِدِ مَسْجِد	۱۳۰۷ھ	صحن مسجد کے مسجد ہونے کے بیان میں
۱۳	مِرْقَاۃُ الْجَمَانِ فِیْ الْھُبُوْطِ عَنِ الْمِنْبَرِ لِمَدْحِ السُّلْطَان	۱۳۲۰ھ	خطبۂ ثانی میں ایک سیڑھی اترنے اور چڑھنے کے بارے میں
۱۴	رِعَایَۃُ الْمَذْھَبَیْن فِیْ الدُّعَاءِ بَیْنَ الخُطْبَتَیْن	۱۳۱۰ھ	دو خطبوں کے درمیان دعا کرنے کا بیان
۱۵	اَوْفٰی الْلُمْعَۃ فِیْ اَذَانِ یَوْمِ الجُمْعَۃ	۱۳۲۰ھ	اذان ثانی مسجد کے باہر ہونے کے جواز میں
۱۶	سُرُوْرُ الْعِیْدِ السَّعِیْد فِیْ حَلِّ الدُّعَاءِ بَعْدَ صَلٰوۃِ العِیْد	۱۳۱۳ھ	نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا مانگنے کا ثبوت

چوتھی جلد

یہ جلد باب الجنائز، کتاب الزکٰوۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج پر مشتمل ہے، اس میں کل ۷۶۴ر صفحات ہیں جوکہ گراں مایہ علمی وفقہی تحقیقات کا گنجینہ ہے اور ۲۷ر رسائل بھی شامل ہیں۔

فہرست ابواب

(۱) باب الجنائز (۲) کتاب الزکٰوۃ (۳) کتاب الصوم (۴) کتاب الحج (۵) باب احکامات الصوم (۶) باب مفسدات الصوم (۷) باب القضاوالکفارہ (۸) باب الفدیہ (۹) باب مکروہات الصوم (۱۰) باب السحر والافطار (۱۱) باب صوم النفل (۱۲) باب الحج عن الغیر (۱۳) باب شرائط الحج (۱۴) باب الجنایات فی الحج۔

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	بَذْلُ الْجَوَائِز عَلَی الدُّعَاءِ بَعْدَ صَلاَۃِ الْجَنَائِز	سنہ ۱۳۱۱ھ	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے پر انعامات کی تقسیم
۲	اَلنَّھْیُ الْحَاجِز عَنْ تَکْرَارِ صَلاَۃِ الْجَنَائِز	سنہ ۱۳۱۵ھ	نماز جنازہ کی تکرار کے عدم جواز کے بارے میں
۳	اَلْھَادِی الْحَاجِب عَنْ جَنَازَۃِ الغَائِب	سنہ ۱۳۲۶ھ	غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کے عدم جواز میں
۴	اَلْمَنَّۃُ الْمُمْتَازَۃ فِیْ دَعْوَاتِ الْجَنَازَۃ	سنہ ۱۳۱۸ھ	نماز جنازہ سے متعلق حدیث میں وارد شدہ دعاؤں کا بیان اور تلقین میّت کا طریقہ
۵	اَلْحَرْفُ الْحَسَن فِیْ الکِتَابَۃِ عَلٰی الْکَفَن	سنہ ۱۳۰۸ھ	قبروں میں شجرہ رکھنے اور کفن پر کلمہ یا عہد نامہ لکھنے کا بیان
۶	جَلِیُّ الصَّوْت لِنَھْیِ الدَّعْوَۃِ اَمَامَ مَوْت	سنہ ۱۳۰۹ھ	موت پر دعوت کی ممانعت کا بیان
۷	بَرِیْقُ الْمَنَار بِشُمُوْعِ الْمَزَار	سنہ ۱۳۳۱ھ	مزارات پر روشنی کرنے کا ثبوت
۸	جُمَلُ النُّوْر فِیْ نَھْیِ النِّسَاءِ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْر	سنہ ۱۳۴۰ھ	نور کے جملے عورتوں کے زیارت قبور کے عدم جواز میں
۹	اَلْحُجَّۃُ الْفَائِحَۃ لِطِیْبِ التَّعْیِیْنِ وَالْفَاتِحَۃ	سنہ ۱۳۳۵ھ	متعیّنہ تاریخوں میں فاتحہ کے عمدہ ہونے پر عطر بیز حجت
۱۰	اِتْیَانُ الْاَرْوَاح لِدِیَارِھِمْ بَعْدَ الرَّوَاح	سنہ ۱۳۲۱ھ	گھروں پر ارواح کے آنے کا بیان اور اس کا ثبوت

١١	حَیَاۃُ الْمَوَات فِیْ بَیَانِ سَمَاعِ الْاَمْوَات	١٣٠٥ھ	بے جان کی زندگی مردوں کی سماعت کے بیان میں
١٢	اَلْوِفَاقُ الْمَتِیْن بَیْنَ سَمَاعِ الدَّفِیْن وَجَوَابِ الْیَمِیْن	١٣١٦ھ	مسئلہ یمین سے سماع موتی کے خلاف استدلال کا جواب
١٣	تَجَلِّیْ الْمِشْکٰوۃ لِاِنَارَۃِ اَسْئِلَۃِ الزَّکٰوۃ	١٣٠٧ھ	زکوٰۃ کے مسائل کو واضح کرنے کے لیے چراغ کی چمک
١٤	اَعَزُّالْاِکْتِنَاہ فِیْ رَدِّصَدَقَۃِ مَانِعِ الزَّکٰوۃ	١٣٠٩ھ	زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کے صدقہ نفلی کے رد کے متعلق نادر تحقیق
١٥	رَادِعُ التَّعَسُّف عَنِ الْاِمَامِ اَبِیْ یُوْسُف	١٣١٨ھ	حیلۂ زکوٰۃ کے بارے میں امام ابو یوسف پر غیر مقلدین کے اعتراض کا رد
١٦	اَفْصَحُ الْبَیَان فِیْ حُکْمِ مَزَارِعِ هِنْدُوسْتَان	١٣٢٥ھ	ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام
١٧	اَلزَّهْرُالْبَاسِم فِیْ حُرْمَةِ الزَّکٰوۃِ عَلٰی بَنِیْ هَاشِم	١٣٠٧ھ	بنی ہاشم پر زکوۃ اور صدقات واجبہ کی حرمت کے بارے میں کھلا ہوا شگوفہ
١٨	اَزْکَی الْاِهْلَال بِاِبْطَالِ مَا اَحْدَثَ النَّاسُ فِیْ اَمْرِ الْهِلَال	١٣٠٥ھ	رویت ہلال کے بارے میں لوگوں کی ایجاد کردہ خبر کے غیر معتبر ہونے کا بیان
١٩	طَرِیْقُ اِثْبَاتِ الْهِلَال	١٣٢٠ھ	اثبات چاند کے طریقے
٢٠	اَلْبُدُوْرُ الْاَجِلَّة فِیْ اُمُوْرِ الْاَهِلَّة	١٣٢٣ھ	رؤیت ہلال کے تفصیلی احکام

۲۱	اَلْاِعْلَامُ بِحَالِ الْبُخُوْرِ فِیْ الصِّیَام	۱۳۱۵ھ	حالت روزہ میں دُھونی لینے سے روزہ ٹوٹنے کا بیان
۲۲	تَفَاسِیْرُ الْاَحْکَامِ لِفِدْیَةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّیَامِ	۱۳۱۶ھ	مرنے کے بعد نماز اور روزہ کے فدیہ کی مقدار کا بیان
۲۳	ھِدَایَةُ الْجِنَانِ بِاَحْکَامِ رَمْضَان	۱۳۲۳ھ	رمضان کے احکام میں جنت کی راہ
۲۴	دَرْءُ الْقُبْح عَنْ دَرْكِ وَقْتِ الصُّبْح	۱۳۲۷ھ	صبح صادق معلوم کرنے میں کوتاہی کا ازالہ
۲۵	اَلْعَرُوْسُ الْمِعْطَارِ فِیْ زَمَنِ دَعْوَةِ الْاِفْطَار	۱۳۱۲ھ	دعاے افطار بعد افطار پڑھنے میں عطر آلودہ دولہا
۲۶	صَیْقَلُ الرَّیْن عَنْ اَحْکَامِ مُجَاوَرَةِ الْحَرَمَیْن	۱۳۰۵ھ	حرمین طیبین میں سکونت کے احکام سے متعلق شبہات کا ازالہ
۲۷	اَنْوَرُالْبِشَارَة فِیْ مَسَائِلِ الْحَجِّ وَالزِّیَارَة	۱۳۲۹ھ	حج وزیارت کے مسائل میں خوشی کی بہاریں

پانچویں جلد

اس جلد کے مضامین کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر پر مشتمل ہیں، یہ جلد بھی جہازی سائز کے ۷۹۹ صفحات پر مشتمل ہے اور دس رسائل شامل کیے گئے ہیں، اس جلد میں مختلف ابواب کے تحت فتاویٰ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

فہرست ابواب

(الف)-کتاب النکاح:

(۱)باب المحرمات (۲)باب الولی (۳)باب الکفائۃ فی النکاح (۴)باب المہر (۵)باب الجہاز(۶)باب نکاح الکافر(۷)باب المعاشرۃ (۸)باب القسم (۹)باب

المتفرقات فی النکاح۔

(ب)۔کتاب الطلاق:

(۱۰)باب الکنایۃ (۱۱)باب الایلا(۱۲)باب الخلع(۱۳)باب الظہار(۱۴)باب العدۃ(۱۵)باب الحداد(۱۶)باب النسب(۱۷)باب الحضانت(۱۸)باب النفقہ۔

(ج)۔کتاب الایمان:

(۱۹) باب النذر(۲۰) باب الکفارۃ(۲۱) کتاب الحدود والتعزیر

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	عُبَابُ الْاَنْوَار اَنْ لَّا نِکَاحَ بِمُجَرّدِ الْاِقْرَار	۱۳۰۷ھ	محض عورت کے اقرار نکاح سے نکاح نہ ہونے کے بیان میں انوار کی موج
۲	مَاحِیْ الضَّلَالَۃ فِیْ اَنْکَحْۃِ الْھِنْدِ وَ بَنْجَالَۃ	۱۳۱۷ھ	بنگال اور ہندوستان میں نکاحوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا
۳	ھِبَۃُ النِّسَاء فِیْ تَحَقُّقِ الْمُصَاھَرَۃِ بِالزِّنَاء	۱۳۱۵ھ	زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت میں تحقیق جلیل
۴	اِزَالَۃُ الْعَار بِحَجْرِ الکَرَائِم عَنْ کِلَابِ النَّار	۱۳۱۸ھ	غیر مقلدین اور وہابیوں سے نکاح کے ناجائز ہونے کا تفصیلی بیان
۵	تَجْوِیْزُ الْرَّدّ عَنْ تَزْوِیْجِ الْاَبَد	۱۳۰۸ھ	ولی اقرب کی غیبت میں ولی ابعد کے نکاح پڑھانے کا حکم
۶	اَلْبَسْطُ الْمُسَجَّل فِیْ اِمْتِنَاعِ الزَّوْجَۃِ بَعْدَ الْوَطْیِ لِلْمُعَجَّل	۱۳۰۹ھ	وطی کے بعد تا وصول مہر معجّل شوہر کے یہاں جانے سے انکار کا حکم

۷	اَطَائِبُ التَّهَانِیْ فِی النِّکَاحِ الثَّانِیْ	۱۳۱۲ھ	بیوہ کے نکاح ثانی کے مفصّل احکام
۸	رَحِیْقُ الْاِحْقَاق فِیْ کَلِمَاتِ الطَّلَاق	۱۳۱۱ھ	الفاظ طلاق اور ان کے احکام کا تفصیلی بیان
۹	اَکَدُ التَّحْقِیْق بِبَابِ التَّعْلِیْق	۱۳۲۲ھ	مسئلۂ تعلیق میں ایک دیوبندی فتوے کا رد بلیغ
۱۰	اَلْجَواھِرُ الثَّمِیْن فِیْ عِلَلِ نَازِلَةِ الْیَمِیْن	۱۳۳۰ھ	قسم کی مصیبت سے متعلق قیمتی جوہریں

چھٹی جلد

یہ جلد اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں برصغیر کی سیاست کے چند ایسے مسائل کا ذکر ہے جن کو پڑھ کر گاندھی جی اور اس کے ہمنوا مسلمان سیاستدان اور علما کی ایک بڑی جماعت کو اپنے خدوخال میں پہچانا جاسکتا ہے، نیز وہابیت و قادیانیت کی بیخ کنی کر کے امام احمد رضا قدس سرہ نے سواد اعظم اہل سنت و جماعت پر ایک احسان عظیم کیا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کو مرتد قرار دیا ہے، اس میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ختم نبوت پر بھی نگارشات شامل ہیں اس کے علاوہ سیاسی مسائل پر بے شمار شرعی فیصلے ہیں، اس جلد میں ۵۳۶/ صفحات ہیں اور فقہ کی چار کتابوں اور دو ابواب اور ۸/ تحقیقی و تاریخی رسائل پر مشتمل ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) کتاب السیر (۲) کتاب المفقود (۳) کتاب الشرکۃ (۴) کتاب الوقف (۵) باب المسجد (۶) باب التولیۃ

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	نَابِغُ النُّوْر عَلٰی سُوَالَاتِ جَبَلْفُوْر	۱۳۳۹ھ	ترک موالات سے متعلق چند اہم امور کا تفصیلی جواب

۲	اَلْمُبِیْن خَتْمَ النَّبِیّیْن	۱۳۲۶ھ	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے واضح دلائل
۳	سُبْحَانَ السُّبُّوْح عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقْبُوْح	۱۳۰۷ھ	اللہ تعالٰی کو محال پر قادر ماننا اللہ پر عیب لگانا ہے
۴	دَامَانِ بَاغِ سُبْحٰنَ السُّبُّوْح	۱۳۲۶ھ	امکان کذب الٰہی کے قائل پر ہزاروں وجوہ سے کفر ثابت ہونے کی تحقیق
۵	اَلْقَمْعُ الْمُبِیْن لِاٰمَالِ الْمُکَذِّبِیْن	۱۳۲۹ھ	شرح مواقف وحاشیہ عبدالحکیم کی عبارت میں مکذبوں کی سرشکنی
۶	اَلسُّوْءُ وَالْعِقَاب عَلَی الْمَسِیْحِ الْکَذَّاب	۱۳۲۱ھ	جھوٹا مسیح مرزا قادیانی پر وبال اور عذاب
۷	حَجْبُ الْعَوَارعَنْ مَخْدُوْمِ بِھَار	۱۳۳۹ھ	اسماعیل دہلوی کی گستاخی سے متعلق مخدوم بہاری کے وسوسوں کا جواب
۸	جَوَالُ الْعُلُولِتَبْیِیْنِ الْخُلُو	۱۳۳۶ھ	مسئلہ خلو کی وضاحت کے لیے بلندی کی گردش

ساتویں جلد

اس جلد میں کچھ ایسے مسائل کا ذکر ہے جو بالکل اچھوتے اور نوادر میں سے ہیں، ان میں بعض فتوے مثلاً کچہری کا نیلام، بیمہ، کوآپریٹیو بینک اور کمپنیوں کے حصص کی بیع وغیرہ پر مشتمل ایسے ہیں جو عوام کی عصری ضرورتوں اور تقاضوں سے مربوط ہیں اور ان تمام کا شرعی اور تحقیقی و تفصیلی بیان پیش کیا گیا ہے، یہ جلد ۶۰۰/ جہازی سائز کے صفحات

پر مشتمل ہے جس میں چار ضخیم رسائل بھی شامل ہیں اور ہزار ہا مسائل کا حل فرمایا گیا ہے، اس کے مشمولہ ابواب ورسائل کی تفصیل یہ ہے:

(الف)-کتاب البیوع:

(۱)باب ایجاب وقبول(۲)باب خیار شرط (۳)باب خیار تعیین(۴)باب البیع المطلق(۵)باب البیع الباطل والفاسد(۶)باب البیع المکروہ (۷)باب بیع الفضولی (۸)باب الاقالہ(۹)باب المرابحہ(۱۰)باب القرض(۱۱)باب الربوا (۱۲)باب الاستحقاق (۱۳)باب البیع السلم(۱۴)باب الاستصناع (۱۵)باب الصرف (۱۶)باب بیع التلجیہ (۱۷)باب بیع الوفا(۱۸)باب متفرقات البیع۔

(ب)-کتاب الکفالہ(ج)-کتاب الحوالہ(د)-کتاب الشہادۃ (ہ)-کتاب القضاوالدعاوی۔

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم	۱۳۲۴ھ	کاغذی نوٹ کے احکام کے بارے میں سمجھدار فقیہ کا حصہ
۲	كَاسِرُ السَّفِيْهِ الْوَاهِم فِي اِبْدَالِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم	۱۳۲۹ھ	کاغذی نوٹ کے بدلنے سے متعلق بے وقوف وہمی کو شکست دینے والا
۳	اَنْصَحُ الْحُكُوْمَة فِيْ فَصْلِ الْخُصُومَة	۱۳۲۱ھ	جھگڑا ختم کرنے کے لیے خالص ترین فیصلہ
۴	اَلْهِبَةُ الْاَحْمَدِيَّة فِي الْوِلَايَةِ الشَّرْعِيَّةِ وَالْعُرْفِيَّة	۱۳۳۳ھ	شرعی اور عرفی ولایت کے بارے میں احمدی ہبہ

آٹھویں جلد

یہ جلد ۵۴۸ / صفحات پر مشتمل ہے اس میں سات تحقیقی رسائل اور سترہ فقہی ابواب درج کیے گئے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فہرست ابواب

(۱) کتاب الوکالہ (۲) کتاب الاقرار (۳) کتاب الصلح (۴) کتاب المضاربت (۵) کتاب الامانات (۶) کتاب العاریہ (۷) کتاب الھبہ (۸) کتاب الاجارہ (۹) کتاب الاکراہ (۱۰) کتاب الحجر (۱۱) کتاب الغصب (۱۲) کتاب الشفعۃ (۱۳) کتاب القسمہ (۱۴) کتاب المزارعہ (۱۵) کتاب الصید (۱۶) کتاب الاضحیہ (۱۷) کتاب الذبائح (۱۸) باب العقیقہ۔

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	فَتْحُ الْمَلِيْك فِيْ حُكْمِ الْتَمْلِيْك	۱۳۰۸ھ	بادشاہ کا اظہار تملیک کے حکم میں
۲	اَجْوَدُ الْقِرٰی لِطَالِبِ الصِّحّۃِ فِيْ اِجَارَۃِ الْقُرٰی	۱۳۰۲ھ	دیہات کے ٹھیکہ کی صحت کے طلبگار کے لیے بہترین مہمانی
۳	اَلْمُنٰى وَالدُّرَرلِمَنْ عَمَدَ مَنِیَ اٰدَر	۱۳۱۱ھ	خواہشات اور موتیوں کی فراہمی اس کے لیے جس نے منی آرڈر کا قصد کیا
۴	سُبُلُ الْاَصْفِيَاء فِيْ حُكْمِ الذَّبْحِ لِلْاَوْلِيَاء	۱۳۱۲ھ	بزرگوں کے نام کا جانور ذبح کرنے میں اصفیا کے طریقے
۵	هَادِی الْاُضْحِيَّة بِالشَّاۃِ الْهِنْدِيَّة	۱۳۱۴ھ	بھیڑ کی قربانی کے بارے میں راہنمائی کرنے والا

٦	اَنْفَسُ الْفِکَرِفِی قُرْبَانِ الْبَقَر	۱۲۹۸ھ	گاؤکشی کے متعلق تحقیق رضوی
۷	اَلصَّافِیَۃُ الْمُوْحِیَۃ لِحُکْمِ جِلدِالْاُضْحِیَّۃ	۱۳۰۷ھ	چرم ہاے قربانی کے حکم کی طرف اشارہ کرنے والی صاف ستھری کتاب

نویں جلد

یہ جلد کتاب الحظر والاباحت پر مشتمل ہے، اس میں بھی متعدّد عناوین پر ۳۰/ سے زائد ابواب درج ہیں اور سات عدد تحقیقی رسائل بھی، یہ جلد دو جز میں منقسم ہے جزاول ۲۶۴/ اور جزدوم ۳۲۰/ صفحات پر مشتمل ہے، تفصیل یہ ہے۔

(۱)اعتقادیات (۲)شرب وطعام (۳)ظروف وزیورات (۴)لباس (۵)دیکھنا و چھونا (۶)سلام وتحیت (۷)داڑھی، ختنہ، حجامت (۸)زینت (۹)کسب (۱۰)علم وتعلیم (۱۱)لہو ولعب (۱۲)امر بالمعروف ونہی عن المنکر (۱۳)مرض تداوی (۱۴)آداب (۱۵)صحبت وموالات (۱۶)جھوٹ، غیبت (۱۷)ظلم وایذاے مسلم (۱۸)بغض وتکبر (۱۹)سلوک، حقوق (۲۰)ایصال ثواب، صدقہ، سوال (۲۱)مجالس (۲۲)ذکرودعاوتلاوت (۲۳)نوحہ وجزع وفزع (۲۴)تعزیہ ودیگر بدعات (۲۵)رسم ورواج بدعت واسراف (۲۶)تشبہ بالغیر وشعار کفار (۲۷)تصویر (۲۸)نماز وطہارت (۲۹)نکاح، طلاق، حقوق زوجین، عدت (۳۰)جانوروں کو پالنا (۳۱)آثار مقدسہ سے توسل (۳۲)متفرقات

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	لُمْعَۃُ الضُّحیٰ فِیْ اِعْفَاءِ اللُّحی	۱۳۱۵ھ	داڑھی کی شرعی حد اور اس سے کم کرنے والوں کا حکم
۲	اَلْحَقُّ الْمُجْتَلیٰ فِیْ حُکْمِ الْمُبْتَلیٰ	۱۳۲۴ھ	بیماری کے شکار شخص کے حکم کے تعلق سے واضح حق

۳	اَلکَشْفُ شَافِیَا حُکْمُ فُونُو جرَافِیَا	۱۳۲۸ھ	فونوگرافی کے بارے میں تسلی بخش وضاحت
۴	العَطَایَا الْقَدِیْر فِی حُکْمِ التَّصْوِیْر	۱۳۳۱ھ	تصویر کی حرمت پر قدرت والے کی عطائیں
۵	شفاء الواله فی صور الحبیب ومزاره ونعاله	۱۳۱۵ھ	قدم شریف اور مقامات مقدسہ کے نقشے بنانے کا جواز
۶	جَلِیِّ النَّصْ فِی اَمَاکِنِ الرُّخَص	۱۳۳۷ھ	مقامات رخصت کے بیان میں واضح نص
۷	اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّۃ لِتَحْرِیْمِ سُجُوْدِ التَّحِیَّۃ	۱۳۳۷ھ	سجدۂ تعظیمی کی حرمت کے بارے میں پاکیزہ مکھن

دسویں جلد

یہ جلد جہازی سائز کے ۵۲۷/ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں کتاب المداینات، کتاب الاشربہ، کتاب الوصایا اور کتاب الرہن والفرائض سے متعلق فتاوے ہیں، اور آٹھ تحقیقی رسائل بھی شامل ہیں۔

کتابیات

(۱) کتاب المداینات (۲) کتاب الاشربہ (۳) کتاب الوصایا (۴) کتاب الرہن (۵) کتاب الفرائض

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	اَلْمُنٰی وَالدُّرَر لِمَنْ عَمَدَ مَنِیْ اٰدَر	۱۳۱۱ھ	منی آڈر کے سود نہ ہونے پر بحث
۲	حُقَّۃُ الْمَرْجَان لِمُهِمّ حُکْمِ الدُّخَان	۱۳۰۷ھ	مرجان کی صندوقچی حقہ کے ضروری حکم کے بیان میں

۳	اَلْفِقْهُ التَّسْجِيْلِي فِيْ عَجِيْنِ النَّارِجِيْلِي	۱۳۱۸ھ	فیصلہ کن دانائی تاڑی سے خمیر شدہ آٹے کی روٹی کے حکم میں
۴	اَلشَّرْعِيَّةُ الْبَهِيَّة فِيْ تَحْدِيْدِ الْوَصِيَّة	۱۳۱۷ھ	کشادہ راستہ وصیت کی جامع و مانع تعریف میں
۵	اَلْمَقْصَدُ النَّافِع فِيْ عُصُوْبَةِ الصِّنْفِ الرَّابِع	۱۳۱۵ھ	چوتھی قسم کے عصبہ ہونے میں نفع دینے والا مقصد
۶	طِيْبُ الْاِمْعَان فِيْ تَعَدُّدِ الْجِهَاتِ وَالْاَبْدَان	۱۳۱۷ھ	جہتوں اور بدنوں کے تعدد کے بارے میں انتہائی گہرائی میں بہترین نظر آنا
۷	تَجْلِيَةُ السِّلْم فِيْ مَسَائِلَ مِنْ نِصْفِ الْعِلْم	۱۳۲۱ھ	صلح کو روشن کرنا نصف العلم کے کچھ مسائل میں
۸	رَدُّالرَفَضَة	۱۳۲۰ھ	تبرّائی رافضیوں کا رد

گیارہویں جلد

یہ جلد ۷۴۳/ صفحات پر مشتمل ہے پوری جلد میں علم کلام سے بحث کی گئی ہے اور رسائل کی تعداد نو ہے۔

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	اِسْمَاعُ الْاَرْبَعِيْن فِيْ شَفَاعَةِ سَيِّدِ الْمَحْبُوْبِيْن	۱۳۰۵ھ	چالیس احادیث سنانا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے ثبوت میں
۲	غَايَةُ التَّحْقِيْق فِيْ اِمَامَةِ الْعَلِيِّ وَالصِّدِّيْق	۱۳۳۱ھ	حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امامت کے بارے میں مصنف کی تحقیق انیق

۳	شُمُوْلُ الْاِسْلَام لِاُصُوْلِ الْرَسُوْلِ الْكِرَام	۱۳۱۵ھ	رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء واجداد کرام کا مسلمان ہونا
۴	اَلتَّحْبِيْر بِبَابِ التَّدْبِيْر	۱۳۰۵ھ	آرائشِ کلام مسئلہ تدبیر کے بارے میں
۵	ثَلْجُ الصَّدْر لِاِيْمَانِ الْقَدْر	۱۳۲۵ھ	سینے کی ٹھنڈک ایمان تقدیر کے سبب
۶	اَلسَّهْمُ الشِّهَابِي عَلٰى خِدَاعِ الْوَهَّابِي	۱۳۲۵ھ	شعلے برساتا ہوا تیر بڑے دھوکے باز وہابی پر
۷	قُوَارِعُ الْقَهَّار عَلَى الْمُجَسَّمَةِ الْفُجَّار	۱۳۱۸ھ	فرقہ مجسمہ کا رد بلیغ
۸	مَقَامِعُ الْحَدِيْد عَلٰى خَدِّ الْمَنْطِقِ الْجَدِيْد	۱۳۰۴ھ	لوہے کے گُرز منطقِ جدید کے رخسار پر
۹	اَطَائِبُ الصَّيِّب عَلٰى اَرْضِ الطَّيِّب	۱۳۱۹ھ	"طیّب صاحب" عرب کی زمین پر پاکیزہ بارشیں

بارہویں جلد

اس جلد میں تاریخ، تفسیر، تجوید، رسم قرآن و دینیات وغیرہ سے بحث کی گئی ہے اس میں ۳۰۰/ صفحات اور ۸/ عدد تحقیقی رسائل ہیں، تفصیل یہ ہے۔

فہرست ابواب

(۱) تاریخ (۲) تفسیر (۳) تجوید (۴) رسم قرآن (۵) دینیات (۶) مسائل شتی

فہرست رسائل

نمبر شمار	نام رسائل	سنہ تالیف	وضاحت
۱	نُطْق الْهِلَال بِاَرْخِ وِلَادِ الْحَبِيْبِ وَالْوِصَال	۱۳۱۷ھ	حضور کی ولادت مبارکہ اور وصال پر ہلال کی گواہی

۲	اَلصَّمْصَام عَلٰی مُشَکِّکٍ فِیْ اٰیَةِ عُلُوْمِ الْاَرْحَام	۱۳۱۵ھ	علوم ارحام والی آیتوں میں شک ڈالنے کی گردن پر کاٹنے کی تلوار
۳	اِقَامَةُالْقِیَامَة عَلٰی طَاعِنِ الْقِیَامِ لِنَبِیِّ تِھَامَة	۱۲۹۹ھ	نبی کریم ﷺ کے لیے قیام تعظیمی کے منکرین پر قیامت قائم کرنا
۴	اَنْوَارُ الْاِنْتِبَاہ فِیْ حِلِّ نِدَاءِ یَا رُسُوْلَ اللہ	۱۳۰۴ھ	یا رسول اللہ کہنے کے جواز میں نورانی تنبیہیں
۵	تَدْبِیْرِ فَلَاح وَ نَجَاتُ و اِصْلَاح	۱۳۳۱ھ	نجات، اصلاحِ معاشرہ اور کامیابی کی بہترین تدبیریں
۶	طَرْدُالْاَفَاعِی عَنْ حِمٰی ھَادٍ رَفْعِ الرِّفَاعی	۱۳۳۶ھ	مقبولان بارگاہ احدیت میں امام رفاعی کا مقام
۷	نُزُوْلِ آیَات فُرْقَان بَسُکُوْنِ زَمِیْنُ وآسمَان	۱۳۳۹ھ	زمین اور آسمان کے ساکن ہونے پر آیات قرآنیہ کا نزول
۸	سُبُلُ الْاَصْفِیَاء فِیْ حُکْمِ الذَّبْح لِلْاَوْلِیَاء	۱۳۱۲ھ	بزرگوں کے نام کا جانور ذبح کرنے میں اصفیا کے طریقے

نوٹ: تمام جلدوں کے صفحات و ابواب اور رسائل کی تعداد فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی کے نسخوں سے دی گئی ہے۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

رسائل رضویہ کی چار اہم خصوصیات

امام احمد رضا قدس سرہٗ کا یہ معمول تھا کہ اگر کسی سوال کا جواب زیادہ تفصیل سے دینا ہوتا تو اس کو مستقل رسالہ کی شکل دے دیتے تھے اور باقاعدہ اس کا نام رکھتے تھے اور یہ نام اس قدر رموز، مناسبت اور واقع کے مطابق ہوتا کہ پڑھنے والا امام احمد رضا قدس سرہٗ کی فقہی دسترس اور رسائی پر حیران رہ جاتا، آپ کے تمام رسالوں کے نام میں مندرجہ ذیل چار خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

(۱)-رسالوں کا نام عربی میں ہوتا ہے خواہ وہ رسالہ کسی بھی زبان میں ہو۔

(۲)-تمام رسالوں کے نام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا ہے یعنی سجع کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔

(۳)-ہر نام اسم با مسمیٰ ہوتا ہے یعنی نام ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس رسالہ کا موضوع کیا ہے۔

(۴)-ہر نام تاریخی ہوتا ہے یعنی ابجد کے حساب سے اگر اس کے حروف کے اعداد نکالے جائیں تو ان کا مجموعہ اس سنہ پر دلالت کرتا ہے جس سنہ میں وہ رسالہ تحریر کیا گیا ہے۔

یہاں پر بطور نمونہ جلد اول سے صرف تین رسالوں کے نام ہدیۂ ناظرین ہے جن سے ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۱) اگر امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) و متأخرین فقہا کا

کسی مسئلہ میں اختلاف ہوجائے تو اس صورت میں کس کے قول پر فتویٰ ہوگا؟ امام اعظم ابو حنیفہ کے قول پر یا صاحبین اور دیگر فقہاے احناف کے قول پر؟ یا بعض معمولات میں امام اعظم ابو حنیفہ کے قول پر اور بعض معمولات میں صاحبین اور دیگر فقہاے احناف کے قول پر؟ اس مسئلہ کی توضیح کے لیے امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جو رسالہ تحریر فرمایا اس کے نام سے ہی اس بات کی تحقیق واضح ہوجاتی ہے کہ وہ رسالہ یہ ہے۔

"اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام" واضح اعلان کہ فتاویٰ بہر صورت امام اعظم ابو حنیفہ کے قول پر ہے۔

(۲) کون سی نیند ناقض وضو ہے اور کون سی نہیں اس کی تفصیلات سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنے کے لیے آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا اور اس کا نام یہ رکھا۔

"نبه القوم ان الوضو من ای نوم" قوم کو آگاہ کرنا کہ کون سی نیند کے بعد وضو ہے۔

(۳) حالت جنابت میں قرأت جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کن صورتوں میں؟ ان مسائل سے متعلق آپ نے ایک رسالہ قلمبند کیا اور اس کا نام یہ رکھا۔

"ارتفاع الحجب عن وجوه قراءة الجنب" پردوں کا اٹھ جانا ان تمام صورتوں میں جو جنبی کی قرأت سے متعلق ہیں۔

ان تینوں رسالوں کے نام مندرجہ بالا چاروں خصوصیات کے جامع ہیں یہاں پر ہم صرف رسالہ "نبه القوم ان الوضوء من ای نوم" کے اعداد کا استخراج کر کے اس کی ایک جھلک ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ باقی رسالوں کو اسی پر قیاس کرلیں۔

نبه القوم۔۔(ن۔۵۰)(ب۔۲)(ہ۔۵)(ا۔۱)(ل۔۳۰)(ق۔۱۰۰)(و۔۶۰)(م۔۴۰)=۲۳۴

ان الوضو من ای نوم۔۔(ا۔۱)(ن۔۵۰)(ا۔۱)(ل۔۲۰)(و۔۶)(ض۔۸۰۰)(و۔۶)(م۔۴۰)(ن۔۵۰)(ا۔۱)(ی۔۱۰)(ن۔۵۰) اس (و۔۶)

(م۔۴۰)۔ ۲۳۴+۱۰۹۱=۱۳۲۵

اس رسالے کے مجموعی اعداد ۱۳۲۵ ہوئے اور یہی اس رسالہ کا سنہ تالیف ہے،
یہ فتاویٰ رضویہ کے اندر ایک ایسی خوبی ہے جس کی نظیر دیگر فتاویٰ اور فقہ کی کتابوں میں نہیں ملتی۔

* * * * *

خطبہ کی فصاحت وبلاغت

فقہ اور فتاویٰ کی کتابوں میں تمام مصنفین کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک خطبہ تحریر کرتے ہیں جس میں حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور وجہ تالیف کا اظہار کرتے ہیں، امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ کا ایسا خطبہ تحریر فرمایا ہے جو کہ دیگر کتابوں کے خطبوں سے بالکل الگ تھلگ اور منفرد ویکتا ہے۔ جو بلا شبہ فصاحت و بلاغت کا اچھوتا شاہکار ہے، دلکش اشارات، روشن تلمیحات، خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل ہے، اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ خطبے کے اندر جملہ لوازمات ومناسبات یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف، صحابہ اور اہل بیت کی مدح اور درود وسلام یہ تمام چیزیں ائمہ کرام کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جملہ محسنات بدیعیہ از قسم براعت استہلال و رعایت سجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہے، اتنے قیودات اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست وروانی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔

ذیل میں فتاویٰ رضویہ کا براعتِ استہلال اور کتب فقہ وائمہ کرام کے ناموں کا شاہکار خطبہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمٰن الرحيم

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

الحمد لله هو الفقه الاكبر، والجامع الكبير لزيادات فيضه

المبسوط الدرر الغرر،به الهداية،و منه البداية،واليه النهاية،بحمده الوقاية،ونقاية الدراية ،وعين العناية،و حسن الكفاية،والصلاة والسلام على الامام الاعظم للرسول الكرام، مالكى، و شافعى، احمد الكرام، يقول الحسن بلا توقف،محمد ن الحسن ابو يوسف، فانه الاصل المحيط ،لكل فضل بسيط ،و وجيز ووسيط ،البحر الزخار، والدر المختار، و خزائن الاسرار، و تنو ير الابصار ،ورد المحتار، علىٰ منح الغفار، وفتح القدير، وزاد الفقير، وملتقى الابحر، ومجمع الانهر، وكنز الدقائق، وتبيين الحقائق، والبحر الرائق، منه يستمد كل نهر فائق، فيه المنية، و به الغنية،ومراقى الفلاح، وامداد الفتاح، وايضاح الاصلاح، ونور الايضاح، وكشف المضمرات،وحل المشكلات،والدرر المنتقى، و ينابيع المبتغى، و تنو ير البصائر،و زواهر الجواهر،البدائع النوادر،المنزه وجوبا عن الا شباه

والنظائر، مغنى السائلين، ونصاب المساكين، الحاوى القدسى ، لكل كمال قدسى و انسى ، الكافى الوافى الشافى ، المصفى المصطفى المستصفى المجتبى المنتقى الصافى ، عدة النوازل،و انفع الوسائل، لا سعاف السائل ، بعيون المسائل ، عمدة الاواخر و خلاصة الاوائل ، وعلى آله وصحبه واهله و حزبه ، مصابيح الدجىٰ ، و مفاتيح الهدىٰ ، لا سيما الشيخين الصاحبين ، الاٰخذين من الشريعة والحقيقة بكلا الطرفين ،الختنين الكر يمين ،كل منهما نور العين ، ومجمع البحر ين ، وعلىٰ مجتهدى ملته ، وائمة امته ، خصوصاً الاركان الار بعة، والانوار اللامعة ، و ابنه الاكرم الغوث

الاعظم ، ذخيرة الاولياء ، و تحفة الفقهاء، وجامع الفصولين ، فصول الحقائق ، و الشرع المهذب بكل زين ،وعلينا معهم و بهم ولهم يا ارحم الراحمين اٰمين اٰمين و الحمد لله رب العٰلمين .

ترجمۂ خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اس کے کرم والے رسول پر درود بھیجتے ہیں سب خوبیاں خدا کو ہیں یہی سب سے بڑی فقہ و دانشمندی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض کشادہ کی افزائشیں کہ نہایت روشن موتی ہیں ان کے لیے بڑی جامع ہے، اللہ ہی سے ہدایت اور اسی سے آغاز ہے اور اسی کی طرف انتہا، اسی کی حمد سے حفظ ہے اور عقل کی پاکیزگی اور عنایت کی نگاہ اور کفایت کی خوبی، اور درود و سلام ان پر جو تمام معزز رسولوں کے امام اعظم ہیں۔ میرے مالک اور میرے شافع احمد کمال کرم والے، حسن بے توقف کہتا ہے کہ حسن والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ہیں کیونکہ وہی اصل ہیں جو ہر فضیلت کبیرہ وصغیرہ و متوسطہ کو محیط ہیں۔ نہایت چھلکتے دریاں ہیں اور چنے ہوئے موتی اور رازوں کے خزانے، اور آنکھیں روشن کرنے والے، اور حیران کو اللہ غفار کی عطائوں کی طرف پلٹانے والے۔ قادر مطلق کی کشائش ہیں، اور محتاج کے توشے، تمام کمالات کے سمندر انہیں میں جاکر ملتے ہیں، اور سب خوبیوں کی نہریں انہیں میں جمع ہیں، باریکیوں کے خزانے ہیں، اور تمام حقائق کے روشن بیان، اور خوشنما صاف شفاف سمندر کہ ہر فوقیت والی نہر انہیں سے مدد لیتی ہے، انہیں میں آرزو ہے، اور انہیں کے سبب باقی سب سے بے نیازی، اور مراد پانے کے زینے، اور تمام ابواب خیر کھولنے والے کی مدد، اور آراستگی کی روشنی، اور اس روشنی کے لیے نور، اور غیبوں کا کھلنا اور مشکلوں کا حل ہونا، اور چنا ہوا موتی، اور مراد کے چشمے، اور دلوں کی روشنیاں اور نہایت چمکتے جواہر عجب و نادر، و مثل و

نظیر سے ایسے پاک ہیں کہ ان کا مثل ممکن نہیں ،سائلوں کو غنی فرمانے والے ہیں ، اور مسکینوں کی تونگری ، ہر کمال ملکوتی و انسانی کے پاک جامع ہیں، تمام مہمات میں کافی ہیں ، بھر پور بخشنے والے ،سب بیماریوں سے شفا دینے والے ، مصفی برگزیدہ پاک چنے ہوئے ، ستھرے صاف، سب سختیوں کی دقت کے لیے ساز و سامان ہیں، سائل کو نہایت عمدہ منہ مانگی مرادیں ملنے کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش وسیلے ہیں، پچھلوں کے تکیہ گاہ اور اگلوں کے خلاصے ،اور ان کے آل و اصحاب اور ازواج وگروہ پر درود و سلام کہ ظلمتوں کے چراغ اور ہدایت کی کنجیاں ہیں، خصوصًا اسلام کے دونوں بزرگ مصطفی کے دونوں یار کہ شریعت و حقیقت دونوں کناروں کے حاوی ہیں، اور دونوں کرم والے شادیوں کے سبب فرزندی اقدس سے مشرف کہ ان میں ہر ایک آنکھ کی روشنی اور دونوں سمندروں کا مجمع ہے ،اور ان کے دین کے مجتہدوں اور امت کے اماموں پر خصوصاً شریعت کے چاروں رکن چمکتے نور ،اور ان کے نہایت ترین بیٹے غوث اعظم پر کہ اولیا کے لیے ذخیرہ ہیں ،اور فقہا کے لیے تحفہ ،اور حقیقت اور وہ شریعت ہر زینت سے آراستہ ہے دونوں کی فصول کے جامع ،اور ہم سب پر ان کے ساتھ ان کے صدقہ میں ان کے طفیل اے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان سن لے قبول کر۔

تشریح خطبہ

اب ذیل میں امام احمد رضا قدس سرہ کے اس فصیح و بلیغ خطبہ کے محاسن و کمالات کا نظارہ کریں:

فقہ حنفی میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مشہور تصنیف کا نام الفقہ الاکبر ہے ، اسی طرح جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، درر، غرر بھی بلند پایہ فقہی تصانیف ہیں ۔امام احمد رضا قدس سرہ نے ان ناموں میں کہیں ضمیر کا اور کہیں حرف جر وغیرہ کا اضافہ کر کے ان کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ کتابوں کے یہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بن گئے ہیں چنانچہ فرمایا" الحمد للہ ھو الفقہ الاکبر، والجامع الکبیر، لزیادات فیضہ

المبسوط الدرر "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ کی تعریف ہی سب سے بڑی دانائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض کشادہ روشن موتی کی طرح تابناک اور جامع ہے۔ یعنی فیضان الٰہی کے اضافے اور زیادات موتیوں کی طرح شفاف اور روشن پیشانیوں کی طرح تابناک ہیں۔ حالانکہ حمد کا یہ پہلو ضمنی ہے جبکہ امام احمد رضا قدس سرہٗ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیض مبسوط کا ذکر کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیض و کرم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور غیر متناہی فیض کے زیادات غیر متناہی در غیر متناہی ہوں گی اور جو حمد ان زیادات کی جامع ہوگی وہ بھی غیر متناہی در غیر متناہی ہوگی اور امام احمد رضا قدس سرہٗ اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی حمد کرنا چاہتے ہیں۔ کیا کمال درجہ کا فرق فی المبالغہ ہے، "حمد بے حد" یا "بے انتہا تعریف" میں اس مبالغے کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا۔

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ نے تو پہلے ائمہ کرام و فقہاے اسلام کے ناموں اور معروف القاب کو اس طرح ترتیب دیا کہ کچھ ان میں سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام بن گئے اور کچھ آپ کی صفات، اس کے بعد اسماے کتب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے اور صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے دوران امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مندرجہ بالا تمام محاسن و لطائف کے علاوہ ایک اور خوبی کا اضافہ کیا ہے یعنی سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدے کی بھی وضاحت کر دی ہے اور اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ اور تمام اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب کے بلکہ سارے عالم کے مالک ہیں لیکن بالذات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تملیک سے مالک ہیں اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروز محشر عاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ سے ان کو بخشوائیں گے۔ اس عقیدہ کو ائمہ کرام کے اسما و القاب سے آپ اس طرح وضاحت کرتے ہیں۔

"والصلوة و السلام علی الامام الاعظم للرسول الکرام

مالکی و شافعی احمد الکرام"

اور صلوٰۃ و سلام ہو رسولوں کے سب سے بڑے امام پر، جو میرے مالک ہیں میرے لیے شفاعت کرنے والے ہیں ان کا نام احمد ہے بہت ہی عزت والے ہیں۔ (امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) ائمہ اربعہ کے معروف القاب و اسما کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف بھی کی ہے اور ساتھ ہی اپنے عقیدے کا اظہار بھی کیا۔

آگے چل کر ایک اور عقیدہ کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات کی اصل اور مبدا ہیں اس کے اظہار کے لیے امام احمد رضا قدس سرہ نے امام اعظم ابو حنیفہ کے تینوں مشہور شاگردوں امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ناموں کا انتخاب فرمایا اور انہیں اس طرح یکجا کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی اور حسن و جمال کا بھی بیان ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ حسن یوسف پر تو حسن مصطفیٰ ہے بلکہ خود حضرت یوسف علیہ السلام فرع مصطفیٰ اور ابن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں چنانچہ فرمایا:

یقول الحسن بلا توقف

محمد الحسن ابو یوسف

آپ کے جمال بے مثال دیکھ کر خود حسن بغیر کسی توقف کے پکار اٹھتا ہے کہ حسن والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در حقیقت یوسف علیہ السلام کے "اب" اور اصل ہیں۔

تمام انبیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحر کرم سے ایک چلو پانی کے اور آپ کی باران رحمت کے طلب گار ہیں اس عقیدہ کو فتاویٰ رضویہ کے خطبہ میں امام احمد رضا قدس سرہ تلمیح کے انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ۔

"البحر الرائق منه یستمد کل نهر فائق"

البحر الرائق اور النھر الفائق، کنز الدقائق کی دو شرحیں ہیں امام احمد رضا قدس سرہ نے "منه یستمد کل" کا اضافہ کر کے کیا ایمان افروز معنی پیدا کیے آپ

فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ وہ حیران کن سمندر ہیں کہ ہر فوقیت رکھنے والا دریا اور نہر انہیں سے مدد لیتی ہے گویا کہ رسول اللہ ﷺ فضل و کمال کے بحر ذخار ہیں اور باقی انبیا و رسل فوقیت رکھنے والے دریا اور نہریں، اور ظاہر ہے کہ دریائوں اور نہروں میں سے وہی پانی لیتا ہے جو بھاپ بن کر سمندر سے اٹھتا ہے اور کہیں بارش بن کر برستا ہے تو کہیں برف بن کے گرتا ہے۔

فقہ حنفی کی اصطلاح میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو شیخین کہتے ہیں اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کو صاحبین کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کو طرفین کہا جاتا ہے۔اب امام احمد رضا قدس سرہ نے ان تینوں فقہی اصطلاحات کو صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر منطبق کر دیا اور فرمایا۔

”لا سیما الشیخین الصاحبین الاخذین من الشریعة ، والحقیقة بکلا الطرفین“

خصوصًا رسول اللہ ﷺ کے دو بزرگ ساتھی جو شریعت و حقیقت کے دونوں کناروں کو تھامنے والے ہیں۔[1]

حاصل کلام یہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کا جیسا اوصاف و محاسن سے بھرپور خطبہ آج تک نگاہوں نے نہیں دیکھا فصاحت و بلاغت کی یہ رعنائیاں صرف خطبہ تک محدود نہیں ہیں بلکہ پورا فتاویٰ تخیل کی نزاکتوں اور ادبی لطافتوں سے مالا مال ہے اگر اس کی تفصیل بیان کی جائے تو سینکڑوں صفحات درکار ہیں۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۱)۔مقدمہ فتاویٰ رضویہ: ج۶: مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

مستفتی کی زبان و بیان کی رعایت

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی فقہی بصیرت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کی ذات ستودہ صفات ''کلموا الناس علی قدر عقولهم'' کی عملی تفسیر ہے سائل اور مستفتی کی زبان و بیان کی آپ مکمل رعایت فرماتے، آپ کی بارگاہ میں جب کسی عالم دین کی طرف سے کوئی سوال پیش کیا جاتا تو آپ اس کا جواب بھی عالمانہ رنگ میں مرحمت فرماتے، اگر عام یا معمولی لیاقت رکھنے والے مستفتی کی جانب سے سوال ہوتا جس کا اندازہ امر مسئولہ اور سائل کی زبان و بیان سے ہی ہو جاتا تو آپ اس کا جواب بھی سوال کے انداز بیان ہی میں آسان اور سادہ اسلوب میں دیتے، اسی طرح آپ کے فتاوے میں سائل کی زبان کی رعایت بھی کافی حد تک موجود ہے، اگر مستفتی اردو زبان میں استفتا کرتا تو آپ جواب اردو زبان میں عنایت فرماتے، اگر سوال عربی زبان میں کیا جاتا تو آپ جواب بھی عربی زبان میں مرحمت فرماتے، اسی طرح اگر سائل فارسی زبان میں سوال کرتا تو جواب بھی فارسی ہی زبان میں دیتے، اگر کہیں سے انگریزی زبان میں استفتا آتا تو آپ جواب انگریزی زبان میں ارسال فرماتے اور حکم شرعی سے آگاہ کرتے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ منظوم سوالوں کے جوابات بھی منظوم انداز میں دیتے، انداز جواب بھی اس قدر نرالا کہ منظوم سوال جس زبان میں ہوتا آپ اسی زبان میں منظوم جواب مرحمت فرماتے بلکہ حد تو یہ کہ سوال جس بحر میں قائم کیا جاتا آپ جواب بھی اسی بحر میں دیا کرتے تھے، امام احمد رضا قدس سرہٗ کی یہ ایک ایسی اہم خوبی ہے کہ بر صغیر ہند و پاک میں ان کے ہم عصر فقہاے

کرام کے فتاویٰ میں نہیں نظر آتی، یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کی تاریخ فتاویٰ میں آپ کے فتاویٰ کو ایک نمایاں اور منفرد مقام حاصل ہے۔

آپ کی اس امتیازی خصوصیت کے نمونے آپ کے مجموعۂ فتاویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' کی مختلف جلدوں میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

تاہم یہاں پر اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور منظوم فتاویٰ کی کچھ مثالیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

سوال بزبان اردو (غیر منظوم)

مسئلہ: از بازار جام تحصیل بہیڑی ضلع بریلی، مسئولہ: محمد سعید صاحب، ۱۸/ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شرکت کرنا اس طرح سے روزگار میں کہ زید نے عمرو کو سو روپئے دیے اور کہا کہ اس سے جو چاہو روزگار، جو چاہو کریا فلاں لیکن مجھ کو دس روپے تم فیصدی دینا یا یوں کہا کہ جو تیری طبیعت میں آئے وہ دینا یا آنہ روپیہ کا نفع تعین کر دیا، آیا عمرو کو بیشی ہو کہ کمی، خالد کہتا ہے کہ تعین کرنا سود ہے، فقط۔[۱]

جواب بزبان اردو (غیر منظوم)

الجواب: یہ کہ جو طبیعت میں آئے دینا نا جائز ہے کہ تعین نہ ہوا اور یہ کہ دس فیصدی یا آنہ روپیہ دینا اگر اس سے مراد ہے کہ جتنے روپے اس کو تجارت کے لیے دیے ہیں ان پر فیصدی دس یا فی روپیہ ایک آنہ مانگتا ہے تو حرام قطعی اور سود ہے اور اگر یہ مراد کہ جو نفع ہو اس میں سے دسواں یا سولہواں حصہ دینا تو یہ حلال ہے، واللہ تعالیٰ اعلم[۲]

(۱) سوال بزبان اردو (منظوم)

مسئولہ: نواب صاحب، محلہ بہاری پور بریلی

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج ۸: ص ۲۳: مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۲)- فتاویٰ رضویہ: ج ۸: ص ۲۴

عالمان شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا
گر کسی نے ٹھیکہ دکانوں کا مالک سے لیا
لے کے ٹھیکہ پھر یہ اس نے انتظام اپنا کیا
سب دکانوں کا کرایہ اس نے زائد کرلیا
پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے اس سے زر
اس کے استعمال میں ہے فائدہ یا کچھ ضرر
اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی
اور پوری کردی اس نے پاس سے اپنی کمی
اس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہو گیا
اس میں جو حکم شریعت ہو مجھے دیجیے بتا

جواب بزبان اردو (منظوم)

الجواب:

جتنی اجرت پر کہ مستاجر نے لی مالک سے شی
اس سے زائد پر اٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے
اپنا کوئی مال جو قابل اجارہ کے ہوئے
اس کو اس شی سے ملا کر دونوں کو ایک ساتھ دے
یا زیادت شئ میں کر دے مثل تعمیر مکاں
کھونٹیاں کہ گل کنواں چونہ مرمت این وآں
یا بدل دے جنس اجرت جیسے واں ٹھہرے روپے
اس کے یاں آنے میں گو بدلے میں لے ان کے روپے
یا کوئی کام اپنے ذمہ کرلے اس ایجار میں
تا زیادت اس عمل کے بدلے ہو اقرار میں
جیسے جاروب دکاں اصلاح اسبابِ دکاں
اور جو خدمت کے ہو شایانِ اجرت بے گماں
اور اگر یہ کم پہ دیتا ہے تو دے مختار ہے
مالک اجرت پوری لے گا اس سے جو اقرار ہے
یوں ہیں خالی ڈال رکھتا جب بھی تو لیتا وہ دام
اب کمی سے کیا اسے واللہ اعلم والسلام (۱)

(۲) سوال بزبان اردو (منظوم)

مسئولہ: نواب سلطان احمد خان صاحب، بریلی

عالمان شرع سے ہے اس طرح میرا سوال
دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال
گر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا
تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا
اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے جسے
پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے پہلے وہ مرے
پس سبکدوشی کی اس کی شکل کیا ہوگی جناب!
چاہیے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۸، ص:۹۵، ۱۹۴: مطبوعہ رضا اکیڈمی

جواب بزبان اردو (منظوم)

الجواب:

ترجمہ بھی اصل سا ں ہے وجہ سجدہ بالیقیں
فرق یہ ہے فہم معنی اِس میں شرط اُس میں نہیں

آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا
اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا

ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہیے
نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے

تاکہ من وجہ تو صادق ہو سنا قرآن کو
ورنہ ایک موج ہوا تھی چھو گئی جو کان کو

ہے یہی مذہب بہ یفتی علیہ الاعتماد
شامی از فیض ونہر واللہ اعلم بالرشاد

سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی
صیرفیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی

کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت
فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت

یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں
جزادا یا توبہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں

یہ نہیں معنی کہ جائز ہے یا بے کار ہے
آخر اک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے

قلتہ اخذا من التعلیل فی امر الصلوٰہ
وھو بحث ظاھر والعلم حقا للالٰہ(۱)

سوال بزبان فارسی (غیر منظوم)

مسئلہ از ضلع پترہ، ڈاک خانہ پنجہ رامپور، موضع سات بیلہ

مسئولہ: رجب علی، ۱۱ر محرم الحرام ۱۳۳۴ھ شنبہ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ مسئلہ (کہ چند مولیان معہود بمکان شخصے کہ از وکار خلاف شرع سرزد شدہ بود یعنی بازن مغلظہ خود تامدت دوسہ ماہ عیش ازواج اوقات بسر برد) بوجود علم بلا تعمیل وتنبیہ ختم خوانی کردہ وطعام خوری نمونند، ازیں جہت شخصے معتبر عالم دوست حاجی الحرمین از مریدان جناب شاہ عبد اللطیف شہنودی است وجناب شاہ صاحب نیز برائے تنبیہ امور شرع اورا تاکید بسیار نمودند واو برائے تعمیل ارشاد جناب شاہ صاحب اکثر مقدمات شرع شریف ومعاملات دنیوی فیصلہ میکند وفی الحال درکار شرع بسیار مستحکم

---

(۱)۔ فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۶۵۵۔۶۵۴، مطبوعہ رضا اکیڈمی

مستقیم ایشاں راگفتہ کہ مولیان ایں زماں در ریدہ سرگیں دہان افگنند و میان حرام وحلال تمیز نہ کنند پس دریں صورت شخص موصوف موافق شرع کافر شود یانہ؟ یابروے فقط حکم تجدید نکاح کردہ شود یانہ؟ اگر شرعا کافر نہ شود کسے اورا کافر گوید بر ویش چہ حکم؟ بینوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ یوم الحساب، فقط۔ (۱)

ترجمۂ سوال: اس معاملہ میں آپ کا کیا قول ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل فرمائے (کہ چند مقامی علمانے ایک شخص کے مکان پر جس نے شریعت کے خلاف ورزی کر رکھی ہے یعنی اس نے اپنے مغلظہ عورت دو تین ماہ سے رکھی ہوئی ہے اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کیے ہوئے ہے ان لوگوں کواس بات کا علم بھی تھا انہوں نے تنبیہ کے بغیر وہاں ختم پڑھا اور اس کا کھانا بھی کھایا اور ایک شخص معتبر عالم دوست، حرمین کا حاجی اور شاہ عبد الطیف شہنودی کا مرید ہے جناب شاہ صاحب نے بھی اسے امور شرع کے بارے میں خوب تاکید فرمائی اور وہ بحکم شاہ صاحب اکثر مقدمات شرعیہ اور معاملات دنیوی کے فیصلے بھی کرتا ہے اس وقت وہ امور شرعیہ میں مستحکم اور مستقیم ہے اس نے ان کے حق میں یہ کلمات کہے ہیں کہ اس زمانے کے مولویوں نے گندگی میں منہ ڈالا ہوا ہے اور حلال وحرام میں وہ کوئی تمیز نہیں کرتے وہ شخص شرعی حکم کے مطابق کافر ہوگا یانہ؟ یا اس پر فقط تجدید نکاح کا حکم جاری ہوگا یانہیں؟ اگر وہ شرعا کافر نہیں تو جو اسے کافر کہے اس کا کیا حکم ہے؟ کتاب وسنت کے حوالے سے بیان کیجیے اور یوم قیامت اللہ تعالیٰ سے اجر پائیے، فقط

جواب بزبان فارسی (غیر منظوم)

الجواب: کسے کہ بازن سہ طلاقہ خود بے تحلیل طرح معاشرت انداخت ونزد زنا شوئی باخت بجاے خود بزہ کار است وبا چنیں گناہگاراں معاملہ پیشوایان دین مختلف بودہ است ہم بہ نرمی کار کردہ اند وہم بہ درشتی چنانکہ در احیاء العلوم رنگ تفصیل دادہ اند، مولویان

---

(۱)۔فتاویٰ رضویہ،:ج:۶:ص ۲۷

که بخانه او ختم خواند و چیزے خورند گناہے نکردند کسے که آناں را بد انسان والفاظ بد یاد کرد چیزے شنیع آورد باز حکم خاص بر آناں نه نمود بلکه عام مولویان ایں زمان گفت شناعتش از حد گزشت تکفیر او نشاید اما تجدید اسلام و نکاح سزد که باید او آنکه تکفیر او کرده است نیز کار از حد بروں برده است او را نیز توبه باید۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

ترجمۂ جواب: جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں اور اس کے بعد بغیر حلال ہونے کے اس کے ساتھ مباشرت کرنا زنا اور بدکرداری ہے، ایسے گنہ گار لوگوں کے ساتھ علمائے دین کا معاملہ مختلف ہوتا ہے کبھی ان پر نرمی کرنا پڑتی ہے اور کبھی سختی، اس کی تفصیل احیاء العلوم میں دیکھیے، مولویوں نے جو اس کے گھر ختم پڑھا اور کوئی چیز کھائی تو اس سے وہ گناہگار نہیں ہوئے، جو شخص انہیں بد الفاظ سے یاد کرتا ہے وہ برا کرتا ہے پھر ان پر حکم خاص نہیں رکھا بلکہ عام مولویوں کی بات کرتا ہے تو اگرچہ یہ بات نہایت بری ہے لیکن اس پر تکفیر کا حکم جاری نہیں ہو سکتا، رہا تجدید اسلام اور نکاح کا معاملہ تو یہ مناسب ہے اور جس نے اس کی تکفیر کی ہے وہ بھی حد سے بڑھ گیا اس کو بھی توبہ کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

سوال بزبان فارسی (منظوم)

مسئلہ از: مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلی، مسئولہ: مولوی محمد افضل صاحب کابلی طالب علم مدرسہ مذکور ۱۳/ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

۱-	سزا ایم بر گناہم لازم آمد	پس آنگہ رحمتش نہ باہم آمد
۲-	بگو مفتی خطائے یا صوابم	بسا اسرار اینجا باہم آمد[2]

ترجمۂ سوال

(۱)- میرے گناہ پر مجھے سزا ملنا لازم ہے، تو اس وقت اس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ،: ج:۶: ص ۲۷

(۲)- فتاویٰ رضویہ،: ج:۱۱: ص ۵۴

مہیا نہ ہوئی۔

(۲)-اے مفتی! بتا میں نے غلط کہا یا درست کہا، بہت سے راز اس جگہ حاصل ہوئے ہیں۔

جواب بزبان فارسی (منظوم)

الجواب

۱-	مسلماں را سزا لازم کہ کرد ست	کہ قول اعتزالی ظالم آمد
۲-	وگر یابد سزا کامل نیابد	کہ عفوش بہر مومن لازم آمد
۳-	وگر بالفرض ازو چیزے نہ بخشد	ز نقصان رحمتش خود سالم آمد
۴-	کہ یرحم من یشاء لاکل فرد	یعذب من یشاء ھم قائم آمد
۵-	بدنیا رحمتش بر جملہ عام ست	بعقبیٰ خاص حظ مسلم آمد
۶-	ثوابش بہر مومن منتہی نیست	عذابش بہر کافر دائم آمد
۷-	برائے ہر صفت مظہر بکار ست	کہ او ذو انتقام و راحم آمد [1]

ترجمۂ جواب

(۱)-مسلمان کے لیے سزا کس نے لازم کی ہے کہ یہ تو ظالم معتزلی کا قول ہے۔

(۲)-اور اگر اس نے سزا پائی تو بھی کامل سزا نہ پائے گا کیونکہ مومن کے لیے عفو، اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر لازم ہے۔

(۳)-اگر بالفرض اللہ تعالیٰ مومن کی خطا معاف نہ فرمائے تو بھی اس کی رحمت نقصان سے مبرا ہے۔

(۴)-کیونکہ وہ جس پر چاہے رحم فرماتا ہے نہ کہ ہر فرد پر، جس کو چاہے عذاب دیتا ہے۔ (یہ حکم) بھی قائم ہے۔

(۵)-دنیا میں اس کی رحمت سب کو عام ہے، آخرت میں خاص مسلمان کا حصہ ہے۔

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ، :ج:۱۱:ص ۵۵

(۶)-مومن کے لیے اس کے ثواب کی انتہا نہیں ہے، کافر کے لیے اس کا عذاب دائمی ہے۔

(۷)-اس کی ہر صفت کا کوئی مظہر ہے، کیونکہ وہ انتقام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

سوال بزبان عربی

مسئلہ: از پوسٹ کانت فقیرہاٹ، مدرسہ اسلامیہ کالاپل چاٹگام، مرسلہ: وحید اللہ صاحب ۲۶/ربیع الاول ۱۳۳۶ھ۔

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی ھذہ المسألة ان رجلا اخا الجھل قال لمعلم العلوم العربیة اعنی المبادی والمقاصد ماانت الا بشر مثلنا فقال له اذکان الامر کذٰلك فما اصنع فی المدرسة العالیة مثلا فاجاب له یا راعی البقر والخنزیر ترعیھما فیھا وایضا اعتقدان اللہ یغفر و یدخل الجنة من یشرك به لمن یشاء فذکر العالم شیئا من آیة القرآن والاحادیث الصحیحة فقال ھذا لیس بشئ ففی الصورة المسئولة ھل یجب التوبة وتجدید النکاح علیه ام لا؟

(۲)من قال واعتقد تارك الصلاة کافر فالقائل ھل ھو خارج عن مذھب ابی حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ ام لا؟ بینوا توجروا.[1]

ترجمۂ سوال: علمائے کرام (اللہ آپ پر رحم کرے) آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک جاہل شخص عربی علوم کے مبادی ومقاصد کے استاد کو کہتا ہے کہ تو ہمارے جیسا بشر ہے، تو عربی کے معلم نے جواب میں کہا کہ اگر یہی معاملہ ہے تو پھر میں مدرسہ عالیہ میں کیا کر رہا ہوں تو جاہل نے اسے جواب میں کہا: اے گائے اور خنزیر کے چرواہے! تو وہاں ان کو چراتا ہے اور نیز اس کا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ جس مشرک کو چاہے بخش دیتا

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ،:ج:۵:ص۹۹۵

ہے اور اس کو جنت میں داخل فرماتا ہے، تو اس پر اس عالم نے اس کو کچھ قرآنی آیات اور صحیح احادیث سنائیں، تو جاہل نے کہا: یہ کوئی چیز نہیں ہے، تو کیا مسئولہ صورت میں توبہ اور تجدید نکاح ضروری ہے یا نہیں؟

(۲)- جو شخص یہ عقیدہ رکھے اور بیان کرے کہ نماز کا تارک کافر ہے، تو یہ کہنے والا کیا وہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب سے خارج ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔

جواب بزبان عربی

الجواب: اما ما خطب به العالم فهو من جهله وسوء ادبه يستحق به التعزير الشديد اللائق بحاله الزاجر له ولامثاله ففى الحديث عنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يستخف بحقهم الا منافق بين النفاق ذوالشيبة فى الاسلام و ذوالعلم وامام مقسط اما قوله ان الله يغفر لمن يشرك به لمن يشاء فمخالف للقرآن العظيم ،قال الله عزوجل: ان الله لا يغفر ان يشرك به و يغفر ما دون ذٰلك لمن يشاء، واما قوله لاٰيات القران العظيم والاحاديث هذا ليس بشئ فهذا ليس بشئ الا الكفر الجلى تجرى به عليه احكام المرتدين فعليه ان يسلم واذا اسلم فليجدد نكاحه برضاء المرأة وان لم ترضى فلها الخيار تعتد وتنكح من تشاء ،والله سبحانه تعالىٰ اعلم .

(۲)الحكم بالكفر على تارك الصلوة وارد فى صحاح الاحاديث وعليه جمهور الصحابة والتابعين وليست المسألة فقهية بل كلامية وقد اختلف اهل السنة قديما فمن قال باحد القولين لايخرج به عن الحنفية .والله تعالىٰ اعلم [۱]

ترجمۂ جواب: اس نے عالم کو جن الفاظ سے خطاب کیا ہے وہ اس کی جہالت

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ،: ج:۵: ص ۹۹۵

اور انتہائی بے ادبی ہے اس کی وجہ سے وہ اور ایسے دیگر لوگ اپنے جرم کے مناسب شدید تعزیر کے مستحق ہیں، حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: تین حضرات کی توہین کھلے منافق کے بغیر دوسرا نہیں کر سکتا، ایک عالم، دوسرا وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، اور تیسرا مسلمان عادل بادشاہ۔ تاہم اس کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے، تو یہ قرآن عظیم کی مخالف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شریک بنانے والے کو نہیں بخشتا، اس کے علاوہ جس کو چاہے بخشتا ہے، اور اس کا قرآن وحدیث کے متعلق یہ کہنا کہ یہ کوئی چیز نہیں ہے، یہ تو خالص ایسا کفر ہے جس پر مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں لہذا اس پر تجدید اسلام ضروری ہے اور مسلمان ہو کر عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرے اگر اس سے نکاح پر راضی نہ ہو تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ عدت پوری کر کے کسی اور سے اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)- نماز کے تارک پر احادیث صحیحہ میں کفر کا اطلاق آیا ہے، اور جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مسلک ہے جبکہ یہ مسئلہ فقہی نہیں بلکہ علم کلام سے متعلق ہے، اس میں اہل سنت کا قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے لہذا اگر کوئی دو قولوں میں سے ایک قول کو اختیار کرے تو وہ حنفیت سے خارج نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال بزبان انگریزی

Rangoon, The 19th May,1908

To Moulvi Haji Ahmad Raza Khan

Esqur.Bareily

United Provinces

Honoured Sir

We desire to place predare you a certain religious matter on wich we solicit your valuable opinion. The facts are briefly, These there is a chulain a Mosque in Moung Taulay street at this place there are five duly

elected trustees or motawallis who manage the affairs of the said mosque according to a scheme framed by the chief court of Lower Burma The trustees are given the power of discharging the Imam, Muazzin and Clerks of the mosque. In virtue of said power, The trustees at a meeting discharged their Imam, one syed Muckbool for irregularity miscondoct and dis obidience. After the discharg the trustees filed a suit in the chief court of lower Burma for declaration that the discharge of the Imam may be confirmed. The Imam now questions the authority of the trustees and maintains power badly, he may misconduct himself, they have no power to discharge him Having placed the facts briefly we request you most humbly to give your fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam when they find it necessary to do so. This is a vital point wich is at present engaging the attention of the leading member of the chulian sunni mohammadan community and we shall thank you very much if you can send your fatwa before the last week of june thanking you in anticipation We beg to remain honoured Sir.

Your most obedient and humble followers in M Qadri Gani

president the madras muslim Association No;37 Tocckay Mq Taulay street.[1]

ترجمۂ سوال

مسئولہ از رنگون، مورخہ ۱۹/ مئی ۱۹۰۸ء

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ،: ج:۶: ص ۴۹۹ـ۴۹۸

بخدمت جناب مولوی حاجی احمد رضا خان صاحب محلہ سوداگران بریلی یوپی

مولانائے محترم! ہم سب آپ کی خدمت میں چند مذہبی امور کے بارے میں رائے عالی جاننے کے لیے یہ پیش کر رہے ہیں اور مختصراً واقعہ کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں۔ یہاں ایک مسجد چولیان مونگ تلا اسٹریٹ میں واقع ہے جس کے چُننے ہوئے پانچ متولیان ہیں جو مسجد کا انتظام اس قانون کے تحت انجام دے رہے ہیں جس کو عدالت العالیہ برمانے مرتب کیا ہے جس کے مطابق متولیوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ امام، مؤذن اور عملہ کو برخاست کرسکیں، اس قانون کے مطابق متولیان نے ایک مجلس شوریٰ کے اندر سید مقبول امام مسجد کو ان کی بے ضابطگی، برے چال چلن اور حکم عدولی کے باعث برخاست کردیا، اس برخاستگی کے بعد متولیوں نے ایک مقدمہ استقرار یہ اس امر کا عدالت العالیہ برما میں دائر کیا کہ امام کی برخاستگی مستقل کردی جائے، اب امام نے یہ باز پرس متولویوں کی مجلس قانون سے کی ہے، قانون کا ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے، ان لوگوں کو برخاست کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس مختصر واقعہ کو پیش کرتے ہوئے نہایت ادب سے التجا کرتے ہیں کہ آپ اس کے متعلق اپنا فتویٰ مرحمت فرمائیں، کیا متولیان کو امام کی برخاستگی کا حق حاصل ہے کہ جب وہ چاہیں برخاست کردیں۔ یہ آج کل بہت بڑا مسئلہ ممبرانِ چولیان سنی محمڈن کمیونٹی کا بنا ہوا ہے، ہم لوگ بیحد شکر گزار ہوں گے اگر آپ اپنا فتویٰ ماہ جون کے اوائل ہفتہ میں روانہ فرمادیں۔ فقط آپ کا فرمانبردار خاکسار معتقد قادر غنی صدر مدراس مسلم ایسوسی ایشن، مونگ تلا اسٹریٹ۔

جواب بزبان انگریزی

From: Bareilly,
the 28th of May 1908
To M Qadir Gani
president
The Madaris Muslim Association

Sir,with reference to your letter dated 19th of May 1908.I send my fatwa for your perusal The trustees can discharge an Imam by their authority when such indifference is found in him which may be the sufficient reason of"shara"for him to be dismissed. Vide Lisanul Hukkam printed at misr page No.123

فی فتاویٰ قاضی خان اذا عرض للامام او للموذن عذر منعه عن المباشرة مدة ستة اشهر فللمتولی ان یعزله و یولی غیره وان کان للمعزول نائب

Traslnation.There is in fatwa qazi khan when an Imam or Muazzin has some certain businees which may be the cause of six months absence from the mosque. Not with standing he may have given some person for him to act. At such opportunity the trustee can discharge him and may establish or Appoint another Imam in his place" (Tahtawiprinted misr and shami printed وتقدم مایدل علی جواز عزله اذا مضی شهر بیری constantinople volume 3,page639)

Translation: Allama birizada has said that the books afore said style shows that a trustee can discharge an Imam on acount of a month absence from the mosque The trustees had no need of taking sanction of discharging the Imam from the court or from any higher officer or Governor because the authority of trustees in these matters is over the powers of a mohammadan Governor although the same Mutawallis or Trustees may have been fixed by the same Muhammdan Governor. See ashbah wannazair printed lunknow page 179 copies from

the fatwa of Imam Rashiduddin

لايملك القاضى التصرف فى الوقف مع وجود ناظره ولو من قبله

Translation: A Qazi cannot interfere a Waqf in presence of a trustees although the trustees may have been fixed by the same (Qazi Hamawi Sharah Ashbah printed lucknow page No 179copies from fatwa Imam Rashiduddin

قاضى البلد اذا نصب رجلا متوليا للوقف بعد ماقلده الحاكم الحكومة فليس للحاكم على الوقف سبيل حتى لايملك الاجارة ولا غيرها.

Translation. A king appointed a qazi and after it the qazi fixed a trustee on a Waqf now the king has no connection on with the waqf nor has he any power of it contract etc Another style from Iisanul Hukkam copies from fatwa Imam sori

لاتدخل ولاية السلطان على ولاية المتولى فى الوقف.

Translation. A king cannot interfere a Waqf against a trustee. Authorities in this case the higher officer or governors are not Muhammadan ones and therefore they do not know the schemes of shara as a Muhammadan trustee knows The trustees can discharge an Imam when the Imam leave Sunnia doctrine or Commits an open sin against Shara or there may be found in him something which may be the cause of abhorrence which decreases the number of peoples at prayers or he may be disobedient against the managing rules of affairs of the

mosques.Or assembly of persons at prayers or there may be something such in him. Otherwise, he will not be discharged without fault. See Raddul Muhtar printed constantinople volume 3page597

قال فى البحر واستفيد من عدم صحة عزل الناظر بلاجنحة عدمها لصاحب وظيفة فى وقف بغير جنحة وعدم اهلية

Translation. It is said in Bahrul Raiq that as a Mutawali can not be dismissed without fault, from this it is manifest that any receiver of a salary of a Waqf can not be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties

امر برقمه عبده المذنب احمد رضا البريلوى عفى عنه بمحمد ن المصطفے النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم(۱)

ترجمۂ جواب

بریلی، مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء

بخدمت جناب ایم قادر غنی صدر مدراس مسلم ایسوسی ایشن

محترم! آپ کے مراسلہ مورخہ ۱۹ر مئی ۱۹۰۸ء کے مطابق میں اپنا فتویٰ برائے ملاحظہ ارسال کرر ہاہوں، متولیان ایک امام کو برخاست کرسکتے ہیں جبکہ کوئی ایسا اختلاف اور وجہ معقول شرعی طور پر پائی جائے۔(۲)

ترجمہ: فتویٰ قاضی خان میں ہے کہ جب امام یا مؤذن کے درمیان کوئی ایسی چیز عارض ہو جس کی وجہ سے وہ چھ ماہ تک مسجد سے غیر حاضر رہے اور اس نے اپنا کوئی بدل نہ دیا ہو تو اس وقت متولی اس کو برطرف کرسکتا ہے اور دوسرا امام اس کی جگہ مقرر

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ، :ج:٦:ص ۵۰۱-۴۹۹

(۲)-لسان الحکام مطبوعہ مصر، ص:۱۲۳

کرسکتا ہے۔[1]

ترجمہ: ''علامہ بیری زادہ کتاب مذکور میں فرماتے ہیں کہ متولی ایک امام کو مسجد سے ایک ماہ کی غیر حاضری پر برطرف کرسکتا ہے'' متولی کو کوئی ضرورت امام کی برطرفی کے لیے عدالت یا کسی افسر بالا یا گورنر سے اجازت لینے کی نہیں ہے کیونکہ متولی اپنے اختیار خصوصی سے ان معاملات میں خود اسلامی گورنر جیسا اختیار رکھتا ہے جبکہ یہ متولیان خود ایک اسلامی گورنر کے مقرر کردہ ہوں۔[2]

ترجمہ: ایک قاضی وقف کے کسی معاملہ میں متولی کی موجودگی میں دخل نہیں دے سکتا جبکہ اسی قاضی نے اس کو متولی بنایا ہو۔[3]

ترجمہ: ایک بادشاہ نے ایک قاضی مقرر کیا اور اس کے بعد قاضی نے وقف کا ایک متولی مقرر کیا، اب بادشاہ کو کوئی تعلق اس وقف سے نہ رہا اور نہ کوئی اختیار اس کو ردوبدل کا باقی رہا۔[4]

ترجمہ: ایک بادشاہ ایک متولی کے معاملہ میں دخیل نہیں ہوسکتا جبکہ حکام بالا یا گورنر جو کہ مسلمان نہیں اور جو اس قانون تولیت سے واقفیت بمقابلہ متولی نہیں رکھتے اس وقت متولی امام کو برخاست کرسکتا ہے جبکہ امام عقائد سنیہ کو ترک کردیتا ہے یا برملا شرع کے خلاف ورزی کرتا ہو یا کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جس سے نماز جماعت میں کمی واقع ہو یا کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو جو مسجد سے متعلق ہو برخاست ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا۔[5]

---

(۱)۔ طحطاوی مطبوعہ مصر اور شامی مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۳، ص: ۶۳۹

(۲)۔ اشباہ والنظائر مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹ منقول از فتاویٰ امام رشید الدین

(۳)۔ حموی شرح اشباہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹ منقول از فتاویٰ امام ظہیر الدین

(۴)۔ لسان الحکام، منقولہ از فتاویٰ امام ثوری

(۵)۔ ردالمحتار مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۵۹۷

ترجمہ: بحر الرائق میں ہے کہ ایک متولی بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جا سکتا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقف سے تنخواہ پانے والا شخص بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جا سکتا یا جب تک یہ نہ ثابت ہو کہ وہ اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں قاصر ہے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ (۱)

نوٹ: امام احمد رضا قدس سرہٗ انگریزی زبان جانتے تھے یا نہیں آج تک اس کی تحقیق نہیں ہو سکی اور نہ ہی آپ کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ اس کا کہیں پر ذکر ملتا ہے۔ آپ کی انگریزی زبان نہ جاننے کی صورت میں فتاویٰ رضویہ میں انگریزی زبان میں آپ کے جوابات سے اتنا تو طے ہے کہ آپ مستفتی کی زبان کی مکمل رعایت فرماتے تھے اور انگریزی زبان کے سائلین کو جواب انگریزی زبان ہی میں ارسال فرماتے تھے۔

* * * * *

---

(۱)۔ مرجع سابق

متعارض اقوال میں تطبیق

مختلف اقوال میں صحیح تطبیق اور ان سب کا ایسا معنی بیان کر دینا جس سے سرے سے اختلاف ہی رفع ہو جائے اور مناسب صورتوں کے موافق ہو جائے بہت اہم اور مشکل ترین امر ہے۔ بڑے بڑے اصحاب علم وفضل اور میدان تحقیق کے شہسوار بھی اس وصف میں پیچھے نظر آتے ہیں لیکن اس تعلق سے جب آپ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو یہ بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے فکر انگیزی کے ساتھ اپنی تحقیق انیق کے ذریعے کثیر متعارض دلائل میں ایسی تطبیق پیش کی ہے کہ اسے مطالعہ کرنے کے بعد قاری کو بلا تامل یہ کہنا پڑے گا کہ اس سلسلہ میں فتاویٰ رضویہ دیگر کتب فتاویٰ میں ایک امتیازی شان رکھتی ہے اس کی متعدّد نظیریں فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں یہاں پر چند شواہد ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱) اسرافِ پانی کے مختلف اقوال میں تطبیق

وضو یا غسل میں بلا ضرورت پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہاے متقدمین کی عبارتوں میں شدید اختلاف و اضطراب ہے چنانچہ علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غنیہ اور علامہ طحطاوی نے حاشیہ در مختار میں بلا ضرورت پانی صرف کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی نے در مختار شرح تنویر الابصار میں مکروہ تحریمی اور علامہ ابن نجیم نے بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے اور محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح القدیر میں خلاف اولیٰ ہونے پر جزم کیا ہے غرض کہ اس سلسلہ میں

فقہائے متقدمین کے مابین چار اقوال ہیں۔ حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ جس کی پوری تفصیل مذکورہ کتب میں دیکھی جا سکتی ہے نیز امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی فتاویٰ رضویہ جلد اول میں ص ۱۲۶ / سے لے کر ص ۲۰۶ / تک پورے بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

بظاہر ان اقوال میں شدید اختلاف ہے لیکن امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی خداداد صلاحیت اور فقہی بصیرت سے تطبیق کی ایسی صورت بیان فرمائی جس سے اختلاف بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ اس تطبیق کا ماحصل یہ ہے:

(۱)- وضو یا غسل میں سنت سمجھ کر بلا حاجت پانی خرچ کیا جائے تو حرام ہے۔ (۲)- بلا اعتقاد سنیت و بلا حاجت وضو یا غسل میں پانی خرچ کرے کہ وہ پانی ضائع ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ (۳)- نہ تو سنت کا اعتقاد ہو، نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ، لیکن عادۃ بلا وجہ زیادہ پانی خرچ کرتا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (۴)- نہ اعتقاد سنت ہو، نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ، نہ ہی بلا ضرورت خرچ کرنے کی عادت ہو بلکہ نادراً بلا ضرورت پانی خرچ ہو جائے تو خلاف اولیٰ ہے چنانچہ مسئلہ دائرہ سے متعلق تفصیلی کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"بالجملہ حاصل حکم یہ نکلا، بے حاجت زیادت اگر باعتقادِ سنیت ہو مطلقاً ناجائز و گناہ ہے اگرچہ دریا میں۔ اور اگر پانی ضائع جائے تو جب بھی مطلقاً مکروہ تحریمی اگرچہ اعتقادِ سنیت نہ ہو۔ اور اگر نہ فسادِ عقیدت، نہ اضاعت تو خلاف ادب ہے، مگر عادت کر لے تو مکروہ تنزیہی۔ یہ ہے بحمد اللہ تعالیٰ فقہ جامع و فکر نافع و درک بالغ و نور بازع و کمال توفیق و جمال تطبیق و حسن تحقیق و عطر تدقیق و باللہ التوفیق والحمد للہ رب العالمین۔[1]

اس تضاد کو ختم کرنے کے ساتھ یہ بھی افادہ فرمایا: کہ یہ اسراف فی الوضو کی وہ صورتیں ہیں جو ناپسندیدہ ہیں لیکن ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں زیادہ پانی خرچ کرنا جائز ہے یعنی خلاف اولیٰ بھی نہیں ہے۔ پھر اس کی چار اقسام بیان فرمائیں:

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج ۱: ص ۲۰۷: مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۱)-بدن سے گندگی اور میل کا ازالہ اور تنظیف کی خاطر تین بار سے زیادہ دھویا جائے۔(۲)-گرمی کی شدت سے بچنے اور بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کے لیے تین بار سے زیادہ دھویا جائے۔(۳)-اس نیت سے تین مرتبہ سے زیادہ دھویا جائے کہ وضو نور علی نور ہے۔(۴)-دو یا تین بار میں شک پڑ جائے تو ازالۂ ریب کی خاطر مقدار اقل پر بنا کر کے ایک بار اور دھوئے چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”یہاں سے ظاہر ہوا کہ وضو و غسل میں تین بار سے زیادہ پانی ڈالنا جب کہ کسی غرض صحیح سے ہو، ہرگز اسراف نہیں کہ جائز غرض میں خرچ کرنا، نہ خود معصیت، نہ بے کار اضاعت۔اس کی بہت مثالیں ان پانیوں میں ملیں گی جن کو ہم نے آب وضو سے مستثنیٰ بتایا، نیز تبرید و تنظیف کی دو مثالیں ابھی گذریں اور ان کے سوا علماے کرام نے دو صورتیں اور ارشاد فرمائیں ہیں جن میں غرض صحیح ہونے کے سبب اسراف نہ ہوا: (۱)-یہ کہ وضو علی الوضو کی نیت کرے کہ نور علی نور ہے۔(۲)-اگر وضو کرنے میں کسی عضو کی تثلیث میں شک واقع ہو تو کم پر بنا کر کے تثلیث کامل کرکے مثلاً شک ہوا کہ منہ یا ہاتھ یا پاؤں شاید دو ہی بار دھویا تو ایک بار اور دھولے، اگرچہ واقع میں یہ چوتھی بار ہو اور ایک بار کا خیال ہوا تو دو بار، اور یہ شک پڑا کہ دھویا ہی نہیں تو تین بار دھوئے اگرچہ واقع کے لحاظ سے چھ بار ہو جائے یہ اسراف نہیں کہ اطمینان قلب حاصل کرنا غرض صحیح ہے۔“[۱]

(۲)-دفن میت کے بعد میت کے مکان پر رسم تعزیت کے متعارض اقوال میں تطبیق

دفن میت کے بعد میت کے مکان پر جا کر تعزیت پیش کرنے کے سلسلے میں فقہا کے اقوال مختلف ہیں، بعض فقہا کے نزدیک مندوب ہے اور بعض فقہا کے نزدیک مکروہ ہے، چنانچہ جوہرہ نیرہ اور شامی میں ہے:

ھی بعد الدفن افضل منھا قبلہ۔

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ: ج۱: ص ۱۸۴-۱۸۵

در مختار میں ہے:

لا بأس بتعزیۃ اھلہ و ترغیبھم فی الصبر.

مدخل ابن الحاج میں ہے:

موضع التعزیۃ علی تمام الادب اذا رجع ولی الموت الی بیتہ.

اس کے برخلاف مراقی الفلاح میں ہے:

قال کثیر من متأخری ائمتنا رحمھم اللہ تعالیٰ یکرہ الاجتماع عند صاحب المصیبۃ حتی یاتی الیہ من یعزی بل اذا رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا و یشتغلوا باموراھم و صاحب المیت بامرہ.

جوہرہ، در مختار اور مدخل ابن الحاج کی عبارتیں اس بات کا پتا دیتی ہیں کہ بعد دفن اہل میت کے یہاں آکر تعزیت کرنا مستحب اور مندوب ہے جبکہ مراقی الفلاح کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گھر جاکر تعزیت بجالانا مکروہ ہے اور بعد دفن لوگوں کا متفرق ہوجانا بہتر۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے بڑی وسعت نظر سے دونوں طرح کی عبارتوں میں اس طرح تطبیق پیش کی ہے کہ اختلاف یکسر ختم ہوجاتا ہے، دونوں کے مابین تطبیق دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

بالجملہ قول فیصل جس سے اختلاف زائل اور توفیق حاصل ہو یہ ہے کہ نفس تعزیت و دعا و ایصال ثواب محمود و مندوب اور وقت دعا ہاتھ اٹھانا بھی جائز اور اگر کوئی شخص اولیاے میت کے مکان پر جاکر تعزیت کرآئے تو بھی قطعاً روا، مگر اولیا کا خاص اسی قصد سے بیٹھنا اور لوگوں کا ان کے پاس ہجوم و مجمع کرنا خواہ قبل دفن ہو یا بعد، اسی وقت آکر ہو یا کبھی، مکان میت پر ہو یا کہیں اور، بہر طور جائز و مباح ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مگر اس کا نہ کرنا افضل ہے، نہ کہ مطلقاً حرام اور گناہ اور فاعل مبتدع و گمراہ ٹھہرے۔[1]

یعنی تعزیت میت کے مکان پر جاکر پیش کرنا اس وقت مکروہ ہے جب کہ اس میں

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج۴: ص ۱۸۰

منکرات شرعیہ کی آمیزش ہو جیسا کہ اس دور میں کثیر مقامات پر یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ دفن میت کے بعد لوگ میت کے گھر پہنچ جاتے ہیں، ان کے لیے عمدہ قسم کے کھانے پینے کا اہتمام کیا جاتا ہے، میت کی تعریف میں حد سے زیادہ غلو کیا جاتا ہے اور اس کے گھر والوں کے سامنے اس سے متعلق پرانی باتیں دہرائی جاتی ہیں جن کو سن کر گھر والوں کے حزن وغم میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے ہیں، ان کے علاوہ بھی دیگر ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب ہوتا ہے اور اگر اس طرح کے ممنوعات نہ ہوں صرف اہل میت کے یہاں جاکر میت کی روح کو ایصال ثواب اور اس کے لیے دعاے مغفرت کریں اور پسماندگان کو تسکین اور صبر کی تلقین کی جائے جیسا کہ فقہاے متقدمین کے دور میں ہوتا تھا تو ایسی تعزیت دفن میت کے بعد میت کے گھر پر جاکر کرنا مستحسن و مندوب ہے۔

(۳)- غیر مسلموں کے ہدایا اور تحائف قبول کرنے کے متعارض اقوال میں تطبیق

کفار کے ہدایا اور تحائف قبول کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں جب ہم احادیث نبویہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہاں بھی دونوں طرح کی احادیث طیبہ کتب احادیث میں ہمیں ملتی ہیں، بعض میں یہ تصریح ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کے ہدیے قبول فرمائے ہیں اور بعض سے ممانعت ثابت ہے، مثال کے طور پر کسریٰ کے بادشاہ نے ایک خچر حضور کو نذر کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور اس پر سواری کی، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبلِ اسلام آپ کی خدمت میں ایک اونٹنی نذر کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو مسلمان ہے؟ عرض کی: نہیں، آپ نے فرمایا: ”انی نھیت عن زبد المشرکین“ میں کافروں کی دی ہوئی چیز لینے سے منع کر دیا گیا ہوں۔

درج بالا دونوں حدیثوں میں سے اول الذکر کفار کے ہدایا و تحائف کے قبول کرنے پر دلالت کرتی ہے، جب کہ دوسری میں عدم قبول پر دلیل ہے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ردو قبول میں وارد ہیں۔

بہر حال احادیث طیبہ چوں کہ دونوں طرح کی ہیں، اس لیے فقہاے عظام کے بھی دو گروہ سامنے آتے ہیں، نوع اول کی احادیث کو دیکھتے ہوئے کچھ فقہا نے یہ مذہب اختیار کیا کہ ہدایاے کفار لینا درست نہیں اور احادیثِ قبول احادیثِ رد سے منسوخ ہیں اور نوع ثانی کی احادیث کو دیکھ کر یہ مذہب اختیار کیا کہ اہل کتاب سے ہدیے قبول کرنا درست ہے، مشرکین سے درست نہیں اور دونوں نوع کی احادیث کے درمیان تطبیق یوں دی کہ جن احادیث میں کفار کے ہدایا کے قبول کرنے کی تصریح آئی ہے ان سے مراد اہل کتاب کا ہدیہ ہے نہ کہ مشرکین کا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے مذہب ثانی پر نقد وارد کر کے اس مسئلے کی ایسی انوکھی تحقیق فرمائی کہ احادیث کے درمیان تطبیق بھی ہو جاتی ہے اور کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

اقول: قد قبل عن کسریٰ ولم یکن کتابیا الا ان یتمسك فی المجوس بقوله علیه الصلاة والسلام: سنوا بهم سنة اهل الکتاب غیر ناکحی نساء هم ولا اٰکلی ذبائحهم.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: آپ نے کسریٰ شاہ ایران کا ہدیہ قبول فرمایا، حالانکہ وہ اہل کتاب میں سے نہ تھا بلکہ مجوسی تھا مگر یہ کہا جائے کہ مجوس سے متعلق یہ ارشاد ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا سلوک کرو مگر یہ کہ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو نہ ہی ان کا ذبیحہ کھاؤ۔

اس کے بعد مسئلے کی تحقیق فرماتے ہیں:

یہ معاملہ مصلحت وقت، ہدیہ دینے اور لینے والے کی حالت وکیفیت پر موقوف ہے اگر یہ امید ہے کہ اس کے ہدایا لینے دینے کا معاملہ رکھنے میں وہ اسلام کی طرف راغب ہوگا تو ایسی صورت میں اس کا ہدیہ ضرور قبول کرے اور اگر حالت ایسی ہے کہ ہدیہ نہ لینے سے اس کو تکلیف ہوگی اور اپنے باطل مذہب سے بیزار ہوگا تو ہرگز ہرگز نہ لے۔ اور اگر کیفیت یہ ہو کہ اس کا ہدیہ لے کر اس کے دل میں اس کے تعلق سے نرمی

پیدا ہوگی اور دینی معاملہ میں مداہنت پیدا ہوگی تو اس صورت میں بالکل ناجائز ہے اور اگر کچھ اندیشہ نہ ہو تو ان کا ہدیہ لینا مباح ہے۔[1]

درج بالا سطور میں امام احمد رضا قدس سرہ نے ایسی زبردست تحقیق فرمائی کہ مسئلے کے سبھی گوشے اجاگر ہو گئے اور احادیث مختلفہ کے درمیان توفیق و تطبیق بھی ہو گئی، یہ سب آپ کی قوت تحقیق و تنقیح کی روشن دلیل ہے۔

(۴)-غیر حنفی المذہب کی اقتدا میں حنفی المذہب کی نماز کے متعارض اقوال میں تطبیق

کوئی حنفی المذہب اگر دوسرے مذہب والے مثلاً شافعی، مالکی یا حنبلی امام کی اقتدا کرے تو حنفی کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہے کہ امام طہارت اور نماز میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا ہے تو اس کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہوگی اور اگر یہ معلوم ہے کہ خاص اس نماز میں امام نے حنفی مذہب کی رعایت کی ہے تو نماز بلا کراہت درست ہے اور اگر یہ تو معلوم نہیں ہے کہ خاص اس نماز میں رعایت کی ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ اس کی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ رعایت کرتا ہے تو مقتدی کی نماز درست ہو جائے گی۔ ہاں اس کی نماز بلا کراہت درست ہوگی یا اس میں کوئی کراہت ہوگی؟ اس میں اختلاف ہے، علامہ شامی نے ردالمحتار میں لکھا کہ اس کی نماز بلا کراہت درست ہوگی۔

در مختار میں ہے:

ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمھا لم یصح ان شك کرہ.

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ان تیقن المراعاۃ ای فی الفرائض من شروط وارکان فی تلك الصلاۃ وان لم یراع فی الواجبات والسنن کما ھو ظاھر سیاق کلام البحر وظاھر کلام شرح المنیۃ ایضا وفی رسالۃ الملا علی

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ: ج ۹: ص ۹۴، نصف اول

القاری:ذهب عامة مشایخنا الی الجواز اذاکان یحتاط فی موضع الخلاف والا فلاوالمعنی انه یجوز فی المراعی بلا کراھة وفی غیره معھا.اھ.[1]

حاصل یہ ہے کہ خاص اس نماز میں رعایت کا یقین ہو تو نماز صحیح ہے اور اگر اس کی یہ عادت معلوم ہے کہ وہ حنفی مذہب کی رعایت کرتا ہے تو اس وقت اس کی اقتدا بلا کراہت درست ہوگی۔

اس کے برخلاف امام ابن نجیم مصری نے بحرالرائق میں یہ تصریح فرمائی کہ رعایت کرنے والے کی اقتدا تو صحیح ہے مگر مکروہ ہے، تحریر فرماتے ہیں:

اذاکان مراعیا فالاقتداء به صحیح علی الاصح و یکره والا فلا یصح اصلا.اھ

یعنی مذہب حنفی کی رعایت کرنے والا ہو تو اقتدا کراہت کے ساتھ صحیح ہے ورنہ بالکل صحیح نہیں ہے،

مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ رعایت کرنے والے کی اقتدا کے بارے میں دو قول ہو گئے ملا علی قاری نے فرمایا کہ بلا کراہت درست ہے اور علامہ بن نجیم مصری نے فرمایا کہ اس میں کراہت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ان دونوں قولوں کے درمیان اس طرح تطبیق دی کہ دونوں قول اپنے محل پر منطبق ہو گئے، آپ فرماتے ہیں:

"والتوفیق بنفی کراھة التحریم فی المراعی واثبات کراھة التنزیه"[2]

یعنی جو اس بات کے قائل ہیں کہ مکروہ نہیں ہوگی ان کی مراد مکروہ تحریمی کی نفی

---

(۱)-ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب الاقامۃ، ۲/۳۰۲

(۲)-فتاویٰ رضویہ: ج۳:ص۲۰۰

ہے یعنی مذہب حنفی کی رعایت کا عادی ہے تو اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی نہیں ہوگی اور ظاہر بات ہے کہ امام جب حنفی مذہب کی رعایت کا عادی ہے تو نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی واجب الاعادہ نہیں ہونا چاہیے اور جنہوں نے کراہت کا قول کیا ان کی مراد مکروہ تنزیہی کا اثبات ہے اور بہر حال اپنے مذہب والوں کی اقتدا میں نماز پڑھنا دوسرے مذہب والوں کی اقتدا سے بہتر ہے۔(۱)

(۵)-الفاظ نکاح کے مختلف اقوال میں تطبیق

دو گواہوں کے سامنے زید نے "تزوجت" اور ہندہ نے "قبلتُ" کہہ دیا اور یہ دونوں ان الفاظ کے معنی نہیں سمجھتے بلکہ جن گواہوں کے سامنے یہ الفاظ ادا کیے گئے وہ دونوں بھی ان الفاظ کے معانی نہیں سمجھتے تو اس صورت میں نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

اس سلسلے میں فقہاے کرام کی عبارات پر نظر ڈالنے سے بظاہر ان میں تعارض نظر آتا ہے، فتاویٰ قاضی خاں، شرح وقایہ، فتاویٰ ظہیریہ، در مختار ورد المحتار میں ایسے نکاح کو منعقد مانا گیا ہے، چنانچہ فتاویٰ خانیہ میں ہے:

لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلایعتبر فیما یستوی فیه الجد والهزل.اھ. کیونکہ لفظ کے مضمون کا علم کسی چیز کے قصد کے لیے ضروری ہوتا ہے اور جس میں جد و ہزل مساوی ہوں وہاں مضمون کا علم معتبر نہ ہوگا۔(۲)

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ الفاظ نکاح کے معنی سمجھے بغیر بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے کیوں کہ نکاح ان افعال سے ہے جن میں جد و ہزل برابر ہیں۔

اس کے بر خلاف نور الانوار، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، فتاویٰ حمادیہ اور فصول عمادی میں ہے کہ اس صورت میں نکاح منعقد نہ ہوگا، فصول عمادی کی عبارت ہے:

---

(۱)-مرجع سابق

(۲)-فتاویٰ خانیہ، کتاب النکاح، الفصل الاول، ۱/۱۵۱

انه لا يصح عقد من العقود اذالم يعلما معناه.اھ

جب گواہ حضرات کسی عقد کا معنی نہ سمجھیں تو عقد صحیح نہ ہوگا، شمس الاسلام اوزجندی نے بھی فرمایا کہ اس صورت میں نکاح منعقد نہ ہوگا،

”لان المرأة فی هذه بمزلة الطوطی والصبی الذی لا یعقل“.

مذکورہ تفصیل سے محسوس ہوتا ہے کہ اس میں علما کے مختلف اقوال ہیں بعض فقہا نے اس صورت میں نکاح کو منعقد مانا ہے اور بعض فقہا نے اسے غیر منعقد قرار دیا ہے تو اس صورت میں ضرورت پیش آئی کہ اس میں تطبیق و توفیق کی صورت اختیار کی جائے تاکہ اختلاف رفع ہوجائے اور دونوں طرح کے اقوال اپنے اپنے محل پر صحیح ہوجائیں، امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس مسئلے کی ایسی نفیس توضیح فرمائی اور دونوں اقوال کے مابین تطبیق و توفیق دی کہ دونوں دلیلوں میں اعتراض کا جو احتمال تھا وہ سرے سے ہی ختم ہو گیا اور دونوں قول اپنے اپنے محل پر صحیح ٹھہرے۔ ملاحظہ کریں، امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

اصل میں اس میں دو چیزیں ہیں:

(۱) ایک لفظ کا مفہوم کہ اس کے لغوی، شرعی، عرفی، حقیقی اور مجازی معانی کیا کیا ہیں؟

(۲) اور دوسرا اس لفظ کا حکم کہ اس کی غرض وغایت اور اس کا مقصود وثمرہ کیا ہے؟ صورت دائرہ میں معنی بمعنی اول (یعنی لغوی وشرعی معانی) کا علم اصلا ضروری نہیں، اس لیے اگر عورت نے ”زوجت نفسی منك بالف“ کہا اس پر مرد نے ”قبلت“ کہا اور دونوں زبان عربی سے واقف نہیں، مگر دونوں اجمالا اتنا جانتے ہیں کہ یہ الفاظ عقد نکاح کے لیے کہے جاتے ہیں تو باتفاق علما یہ نکاح منعقد ہوجائے گا۔“

پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے متعدّد جزئیات سے یہ ثابت فرمایا کہ لفظ کا لغوی وشرعی معنی نہ جانتے ہوئے بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور احکام نافذ ہوجاتے ہیں، چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

خانیہ میں ہے:

رجل تزوج امرأ بلفظة العربية او بلفظ لايعرف معناه اوزوجت المرأة نفسها بذلك ان علما ان هذا لفظ ينعقد به النكاح يكون النكاح عند الكل .اھ.[1]

یوں ہی اگر نا آشنایانِ عربی نے "بعت اشتریت" بقصد بیع و شرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقد بیع کے ہیں، ضرور بیع ہو جائے گی، اگرچہ تفسیر الفاظ سے ناواقف ہوں کہ بعد علم بقصد حکم ان الفاظ کا تحاور دلیل مراضاۃ ہے اور ایسی مراضاۃ ہی ان عقود میں کفیل اثبات ہے۔

ہدایہ میں ہے:

المعنى هو المعتبر فى هذه العقود ولهذا ينعقد بالتعاطى فى النفيس والخسيس هو الصحيح لتحقق المراضاة.اھ[2]

تو ثابت ہوا کہ مسئلہ دائرہ میں معنی بمعنی دوم ہی مراد ہے، ثم اقول پھر جس طرح علم بمعنی اول اصلا ضرور نہیں بمعنی دوم دیانۃ مطلقا ضرور ہے، اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر ہمارے بلاد میں کوئی جاہل سا جاہل اپنی غیر مدخولہ عورت سے کہے: تجھ پر طلاق ہے، عورت فورا نکاح سے باہر ہو جائے گی اور بے حاجت عدت اسے اختیار ہو گا کہ جس سے چاہے نکاح کر لے اور اس کا یہ مسئلہ نہ جاننا کہ غیر مدخولہ مطلقا ہر طلاق سے بائن ہو جاتی ہے، اسے مفید نہ ہو گا، کسی ناخواندہ ہندی یا بنگالی کو اگر کوئی سکھائے کہ اپنی عورت سے کہہ: "تر ااز زنی بهشتم" یا "طلقتك فالحقى باهلك" اور وہ نہ جانے کہ یہ کلمات طلاق کے ہیں، عند اللہ طلاق نہ ہو گی کہ یہ جہل بالحکم جہل باللسان سے ناشی ہوا اور جہل باللسان تقصیر نہیں، فارسی سیکھنا اصلا اور عربی سیکھنا ہر شخص پر فرض نہیں یعنی علم بمعنی دوم طلاق میں بھی ضرور ہے اگر وہ صورت پائی جائے کہ اس جہل میں معذور ہو جیسے

---

(۱)-فتاویٰ خانیہ، کتاب النکاح، ۱/۱۵۱

(۲)-ہدایہ، کتاب البیوع، ۳/۲۴

جہل بالحکم بوجہ جہل باللسان تو دیانۃً طلاق نہ ہوگی البتہ قاضی دعوائے جہل نہ مانے گا اور حکم طلاق دے گا جب تک دلائل واضحہ سے اس کا عذر روشن نہ ہو جائے۔اھ[1]

مذکورہ بالا تقریر سے واضح ہوا کہ جن اکابر نے صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہ مانا وہ حکم دیانت ہے اور جن ائمہ نے اس صورت میں نکاح کو منعقد مانا وہ حکم قضا ہے دونوں طرح کی دلیلوں کی بنیاد الگ الگ امر ہے ایک کی بنیاد امر دیانت ہے اور دوسرے کی بنیاد امر قضا ہے، لہذا اب دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

اب رہی بات نکاح میں گواہوں کا ان الفاظ کے معانی کا سمجھنا تو یہ ہے کہ معنی بمعنی اول یعنی لفظ کا لغوی و شرعی معنی سمجھنا ضروری نہیں ہے اور بمعنی دوم کا سمجھنا تو یہ دیانۃً و قضاءً ہر طرح لازم ہے۔یعنی اتنا جاننا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"رہا نکاح میں گواہوں کا سمجھنا، اس میں تحقیق و توفیق یہ ہے کہ معنی بمعنی اول کا سمجھنا ضرور نہیں، بمعنی دوم کا سمجھنا دیانۃً و قضاءً ہر طرح لازم ہے یعنی اتنا جانتے ہوں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے یہ الفاظ ایجاب و قبول ہیں، اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانیں نہ اس زبان سے آگاہ ہوں۔

در مختار میں ہے:

شرط حضور شاهدين فاهمين انه نكاح على المذهب ،بحر[2]

ردالمحتار میں ہے:

"قال فى البحر:جزم فى التبيين بانه لو عقد بحضرة هنديين لم يفهما كلامهما لم يجز،وصححه فى الجوهرة،وقال فى الظهيرية : والظاهر انه يشترط فهم انه نكاح واختاره فى الخانية فكان هو المذهب، لكن فى الخلاصة:لو يحسنان العربية فعقدا بها والشهود

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، ۱۵۱،۱۵۲/۵

(۲)-در مختار، کتاب النکاح، ۱۸۶/۱

لایعرفونها الاصح انه ینعقد ووفق الرحمتی بحمل الاشتراط علی اشتراط فهم انه عقد نکاح والقول بعدمه علی عدم اشتراط فهم معانی الالفاظ بعد فهم ان المراد عقد نکاح.اھ[1]

وفی وجیز الکردری: تزوجها بالعربی وهما یعقلان لا الشهود، قال فی المحیط: الاصح انه ینعقد وعن محمد تزوجها بحضرة هندیین ولم یمکنهما ان یعبرا لم یجز فهذا نص علی انه لا یجوز فی الاول ایضا.اھ.

اقول:فی قول محمد رضی اللہ تعالیٰ عنه لم یمکنهما ان یعبرا اشارة الی ما ذکرنا اذلاحاجة الا الی التعبیر الذی یطلب من الشهود عند اداء الشهادة ولیس علیهم ان یعیدوا الالفاظ التی تلفظ بها ولا ان یعبرواها بمراد فاتها او ترجمتها بل لو شهدوا ان فلانا تزوج فلانة کفی فهذا هو التعبیر المحتاج الیه و یکفی له ان یفهما انه عقد نکاح وان لم یعرفا تفسیر الکلام لفظا وایضا اشتراط هذاهوا لمحقق للمقصد الذی شرع له الشرع شرط الشهود فی هذا العقد منفرزا عن سائر العقود فاسقاطه الغاء للمقصود واشتراط فهم الالفاظ زیادة مستغنی عنها فعلیه فلیکن التعویل وبه یحصل التوفیق وباللہ التوفیق ثم لم یظهر لی معنی قول البزازی فی الاول ایضا فما هو الا الاول.اھ

حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر دونوں گواہ یہ نہ سمجھے کہ یہ عقد نکاح ہے تو نکاح مطلقًا نہ ہوا اگرچہ مرد وعورت خوب سمجھتے اور انشاے نکاح ہی کا قصد رکھتے ہوں اور اگر دونوں اس قدر سمجھ لیے کہ عقد نکاح ہورہا ہے اور عاقدین بھی اتنا جانتے ہوں کہ ان الفاظ سے نکاح

---

(۱)–ردالمحتار، کتاب النکاح، ۲/۲۷۳

ہو جاتا ہے اگرچہ الفاظ کی تفسیر نہ جانتے ہوں تو بالاجماع نکاح منعقد ہو جائے گا اگرچہ اس زبان سے گواہ اور عاقدین سب ناآشنا ہوں اور اگر عاقدین میں دونوں یا ایک کو معلوم نہ تھا کہ یہ الفاظ نکاح ہیں تو جہاں احکام اسلام کا چرچا نہیں وہاں یہ جہل عذر ہے اور جہاں چرچا ہے اور وہ الفاظ کسی غیر زبان کی نہ تھے جس سے اسے آگاہی نہ ہو تو نکاح ہو جائے گا اور یہ عذر مسموع نہیں اور اگر غیر زبان کے تھے اور فی الواقع اس نے اسے عقد نہ سمجھا تو عند اللہ یعنی دیانۃً نکاح نہ ہوگا، رہا قاضی تو اسے کامل غور کرنا چاہیے اگر ظاہر ہو کہ واقعی فریب دیا گیا تو بطلان نکاح کا حکم دے ورنہ نکاح کی صحت کا دے۔[(۱)]

* * * * *

(۱)- فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح: ج۵: ص ۱۵۳، ۱۵۴، ملخصا

مختلف اقوال میں ترجیح

ایک مفتی کے پاس مختلف نوع کے سوالات آتے ہیں بسا اوقات کچھ ایسے مسائل بھی پیش ہوتے ہیں جن کے بارے میں فقہاے کرام کے اقوال مختلف ہوتے ہیں اور ان کے احکام کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ایسے وقت میں ایک باکمال مفتی کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ فقہ کے اصول وقوانین کی کسوٹی پر ان مختلف اقوال کو تول کر راجح ومرجوح اور صحیح وضعیف کے درمیان امتیاز کرے اور قول راجح کی نشاندہی کرے، اس کے لیے زبردست تبحر اور فقاہت کے ساتھ کامل تحقیق وتدقیق، ترجیح کے اصول وضوابط کا استحضار اور دلائل کی باریکیوں سے واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے، یہ کام اجلہ فقہا اور اصحاب ترجیح اپنی فقہی بصیرت اور خداداد صلاحیت سے انجام دیتے ہیں اس میں کتنی دشواری پیش آتی ہے اور یہ کام کتنا مشکل ہوتا ہے اہل علم سے پوشیدہ نہیں یہ کام اس وقت اور دشوار گذار اور کٹھن ہوجاتا ہے جب پیش آمدہ مسائل میں فقہاے کرام سے مختلف ترجیح یا تصحیح منقول ہو لیکن اس سلسلے میں جب امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تصنیفات اور آپ کے فتاویٰ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اس مشکل معرکہ کو بھی بڑی خوش اسلوبی سے سر کیا، اپنے فقہی تبحر، دقت نظر اور وسعت فکر سے فقہاے کرام کے مقرر کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں کسی ایک قول کی ترجیح وتصحیح نہایت مدلل ومفصل انداز سے فرمائی، آپ کی ان ترجیحات کو دیکھنے کے بعد کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا منصف آپ کی بارگاہ میں داد تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا، فتاویٰ رضویہ

سے اگر صرف اس نوعیت کی بحثوں کو الگ کر لیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے، ذیل میں اس نوعیت کے چند شواہد و نظائر ہدیہ قارئین ہیں۔

(۱) پیدائشی عیب والے قربانی کے جانور کے مختلف اقوال میں ترجیح

قربانی کا جانور عیوب و نقائص سے پاک ہونا چاہیے۔ اگر عیب کم ہو تو اس کی قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی، لیکن اگر عیب زیادہ ہو تو سرے سے قربانی ہی نہیں ہو گی پھر عیوب میں تفصیل ہے، کچھ عیوب ایسے ہیں جو پیدائشی ہوتے ہیں، جب بعض عیوب فطری نہیں بلکہ عارضی ہوتے ہیں، اگر بعد میں پیدا ہونے والا عیب قبل قربانی درست ہو جائے بایں طور کہ اس کو عیب میں شمار نہ کیا جائے تو اس کی قربانی جائز و درست ہے۔ لیکن وہ عیب جو پیدائشی اور خلقی ہو اس کے بارے میں ہمارے ائمہ علیہم الرضوان کا اختلاف پایا جاتا ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے عیب دار جانور کی جائز قرار دیتے ہیں، لیکن ان کے بر عکس حضرت امام محمد رحمہ اللہ عدم جواز کے قائل ہیں اور حنفی کو چوں کہ قولِ امام پر عمل کرنا ضروری ہے جب تک کہ اس کے خلاف صراحت موجود نہ ہو، اس لیے کہ وہ روایت اصول ہے، اسی ضابطہ و قانون کو سامنے رکھتے ہوئے لاہور کے ایک اشتہار میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا، حالانکہ دلائل و براہین پر نظر رکھتے ہوئے بعض علماے کرام قول امام محمد کو تصحیح و ترجیح دیتے ہیں، اب ان دونوں متعارض اقوال کے درمیان ترجیح دینا ایک متبحر عالم اور ذی فہم فقیہ کا کام ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں اس پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد بالآخر قول امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دی اور ثبوت میں تقریباً ۲۷ر کتب فقہ و فتاویٰ سے دلائل و شواہد پیش فرمائے جن کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین ہے، آپ فرماتے ہیں:

”جس جانور کے پیدائشی کان اور دم نہ ہو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی قربانی جائز ہے اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی قربانی ناجائز اور معتمد قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

خانیہ میں ہے:

"الشاة اذالم یکن لها اذن ولاذنب خلقة یجوز،وقال محمد رحمه الله لایکون هذا،ولوکان لایجوز،وذکر فی الاصل عن ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه انه یجوز".اھ

اسی طرح اجناس، خلاصہ اور بزازیہ وغیرہ میں ہے، غالباً یہ ہے جس پر اشتہار میں اعتماد کیا اور وہ قابل اعتماد نہ تھا۔"[1]

اس کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ نے اصول افتا اور رسم المفتی پر نظر فرمائی کہ اگر متون و شروح میں تعارض ہو تو متون کو ترجیح دی جائے گی کہ یہ نقل مذہب کے لیے وضع کیے گئے ہیں، یوں ہی اگر شروح اور فتاویٰ میں تعارض ہو تو شروح کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے کہ فتاویٰ کبھی حالات زمانہ اور اہل زمانہ کے موافق و مخالف دیے جاتے ہیں، اس کے بعد مذکورہ بالا قول کو چند طریقے سے آپ مرجوح قرار دیتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

"**اوّلاً:** متون و شروح نے عدم جواز پر جزم کیا اور قول خلاف کا نام نہ لیا۔

مختصر امام کرخی پھر غایۃ البیان علامہ اتقانی میں ہے:

"قال هشام وسالت ابایوسف عن السکاء التی لاقرن لها قال تجزی فاِن لم یکن لها اذن لاتجزی وهوقول ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ"اھ

ہدایہ میں ہے:

"السکاء وهی التی لااذن لها خلقة لاتجو لان مقطوع اکثر الاذن اِذا کان لایجوز بعدیم الاذن اولیٰ"اھ

عنایہ و غایۃ البیان و نتائج الافکار وغیرہا میں اس پر تقریر کی، منسک متوسط میں ہے:

"لایجوز الذی لا اذن له خلقة اوله اذن واحد".اھ

مسلك متقسط میں اس پر تقریر کی، تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ، کتاب الاضحیۃ: ج۸: ص۴۷۰

"ولا السكاء التی لا اذن لها خلقة".اھ

اسی طرح مختلف کتب معتمدہ ومعتبرہ کے اقوال نقل کیے مثلاً طحطاوی، شامی، بدائع، تبیین الحقائق، مناسک امام کرمانی، شلبی علی الزیلعی، شرح طحاوی امام اسبیجابی، خزانۃ المفتیین، اتقانی علی الہدایہ میں ہے:

"قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الاصل بلغنا عن رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال استشرفوا العین والاذن وروی فی السنن عن علی کرم اللہ وجھہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن وقد اعتبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقاء الاذن فمنع فواتھا من جواز الاضحیۃ'.اھ

مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں اظہر من الشمس ہو گیا کہ وہ بکرا یا بکری جس کے پیدائشی کان نہ ہو تو اس کی قربانی ناجائز ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس کی تائید میں مزید لکھتے ہیں:

ثانیاً: یہی قضیۂ حدیث ہے جیسا کہ غایۃ البیان سے معلوم ہوا۔

ثالثاً: اسی کی وجہ اظہر و ازہر ہے، ایراث نقص میں عدم طاری و اصلی میں تفرقہ کی کوئی وجہ ظاہر نہیں۔

رابعاً: یہی اکثر کتب میں ہے، والعمل بما علیہ الاکثر۔

خامساً: یہی احوط ہے، تو بوجوہ اسی کو ترجیح اور اسی پر اعتماد و عمل و فتویٰ واجب۔[1]

امام احمد رضا قدس سرہ نے دلائل و براہین اور شواہد و نظائر کی روشنی میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کو جس طرح ترجیح دی ان سے امام احمد رضا قدس سرہ کا فقہی کمال تحقیقی درک اور قوت ترجیح کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۲) وکیلِ نکاح کو دوسرے سے نکاح پڑھوانے کے مختلف اقوال میں ترجیح:

وکیل بالنکاح شرعاً اگر دوسرے کو وکیل بنائے تو اس دوسرے وکیل کا عمل پہلے

---

(۱)۔فتاویٰ رضویہ، کتاب الذبائح: ج۸: ص ۴۷۱، ۴۷۰

وکیل کی موجودگی میں جائز ہے یا نہیں؟ اس میں فقہائے کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

صاحب خانیہ، صاحب قنیہ اور علامہ سید احمد طحطاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں: دوسرے وکیل کا عمل پہلے وکیل کی موجودگی میں جس طرح بیع و شرا میں جائز ہے اسی طرح نکاح، طلاق وغیرہ میں بھی جائز ہے۔

ان مذکورہ قول کی بنیاد امام عصام کی روایت پر ہے۔

اس کے برخلاف محرر مذہب حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مبسوط میں ہے کہ "خود وکیل کی موجودگی میں دوسرے وکیل کی بات معتبر نہیں، نکاح و طلاق میں برخلاف بیع و شرا کے کہ اس میں دوسرے وکیل کا عمل جائز ہے پہلے وکیل کی موجودگی میں بھی" چنانچہ ردالمحتار میں علامہ رحمتی و علامہ حموی کے حوالے سے اصل (مبسوط) میں ذکر شدہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام نقل کیا ہے کہ نکاح میں خود وکیل کی موجودگی میں وکیل کے وکیل کی بات معتبر نہیں، بیع کا معاملہ اس کے برخلاف ہے۔[1]

صاحب غمز نے ولوالجیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کو اپنا وکیل بنایا اور وکیل نے کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنا دیا اور دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کیا تو ایسی صورت میں اگر بیع و شرا کا معاملہ ہے تو جائز ہے اور اس کے علاوہ دیگر امور میں مثلاً عدالتی مطالبہ، نکاح، طلاق وغیرہ ہوں تو جائز نہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ نے اصل میں ذکر کیا ہے کہ اگر دوسرا وکیل پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کرے تو بیع و شرا کے علاوہ میں جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے۔

چنانچہ غمز عیون البصائر میں ہے:

و ذکر محمد فی الاصل انہ لا یجوز فانہ قال اذا فعل الثانی بحضرۃ الأول لم یجز الا فی البیع والشراء وھو الصحیح.[2]

---

(۱)- ردالمحتار، باب الولی، ۲/۳۰۰

(۲)- غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الوکالہ: ج ۲: ص ۱۱

جب اقوال علما مختلف ہو گئے تو اس میں تطبیق کی صورت اپنائی جاے گی اگر ممکن ہو اور مسئلہ دائرہ میں تطبیق ممکن نہیں تو لا محالہ ترجیح کی صورت اختیار کرنی ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی فقہی گہرائی اور اصول افتا ورسم المفتی پر مہارت کا نمونہ ملاحظہ کیجیے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں: جب امام محمد رحمہ اللہ نے اس مسئلے کو اصل (مبسوط) میں بیان فرمادیا اور اس کی تصحیح بھی کردی گئی تو اب اس کے خلاف جو روایتیں ہیں وہ ختم ہوگئیں اور نادر روایت ساقط و مضمحل ہوگئی؛ کیوں کہ یہ بات مسلمہ ہے اور اسباب ترجیح میں سے ایک اہم سبب ہے کہ جب اصول کی روایات کی تصحیح ہو جائے تو اس صورت میں باقی تمام روایات ساقط و نا قابل احتجاج قرار پاتی ہیں لہذا مسئلہ دائرہ میں جب امام محمد رحمہ اللہ سے مبسوط میں ایک روایت مذکور ہے اور اس کی تصحیح بھی کردی گئی ہے تو لا محالہ ترجیح اسی قول کی ہوگی اور اس کے خلاف تمام روایتیں ساقط الاعتبار ہوں گی۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

فاذا كان هذا هومفادالاصل وقد ذيل با لتصحيح فانقطع الخلاف واضمحلت الرواية النادرةوسقط ما فى الخانية ،فكيف بما فى القنية وان ايده العلامة الطحاوى وتر كه العلامة البحر فى البحر والمحقق العلائى الدر مستشكلاًولا غرو، فقد شهدت كلما تهم رحمهم الله تعالىٰ أنهم لم يطلعوا اذ ذاك على كلام الاصل اصلاً حيث لم يلموا به الما ما ولا اشموا منه اشماما.

اخیر میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "ترجیح اسی قول کو ہے کہ وکیل کی موجودگی میں دوسرے وکیل کا عمل بیع وشرا میں ہو تو جائز ہے اور اگر نکاح وطلاق میں ہو تو جائز نہیں، لیکن اس کے باوجود وہ نکاح مذہب راجح پر صحیح ہے یہ اور بات کہ یہ نکاح، نکاح فضولی ہے، جو کہ اجازت اصیل پر موقوف ہے۔ اگر وہ اجازت دیدے تو نکاح درست وصحیح ہے اگر رد کر

دے تو نکاح باطل ہے اور یہی مذہب راجح اور جمہور علمائے کرام کا مذہب ہے“۔[1]

(۳) وقت عصر کے مختلف اقوال میں ترجیح

عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اس کے بارے میں دو قول ہیں:

(۱) جب ہر چیز کا سایہ، ظل اصلی کے علاوہ دو مثل ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، یہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔

(۲) جب ہر چیز کا سایہ ظل اصلی کے علاوہ ایک مثل ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، یہ صاحبین رحمہا اللہ کا مختار ہے۔

برہان طرابلسی، فیض کرکی اور در مختار میں قول صاحبین کو ترجیح دی گئی ہے۔

لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے قول امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احوط، ارجح اور اصح قرار دیا ہے اور سات طریقوں سے قول صاحبین پر ترجیح دی ہے، اس کے اثبات میں آپ نے حدیث اور اقوال شارحین حدیث کے علاوہ پچیس کتب فقہ کے حوالے بھی نقل فرمائے ہیں، آپ رقمطراز ہیں:

”حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب تک سایہ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے وقتِ عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاویٰ وغیرہ تصانیف بعض متاخرین مثل برہان طرابلسی و فیض کرکی و در مختار میں قول صاحبین کو مرجح بتایا گیا مگر قول امام ہی احوط واصح اور از روے دلیل ارجح ہے، عموماً متون مذہب نے قول امام پر جزم کیا اور عامہ اجلہ شارحین نے اسے مرضی و مختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح وافتا بلکہ جمہور پیشوایان مذہب نے اسی کی تصحیح کی۔“

اس کے بعد آپ نے معتمد و مستند کتابوں کے حوالوں کو مع جزئیات تحریر فرمایا ہے اور برہان و در مختار کے مدار استدلال کا ضعف بیان کیا ہے، پھر قول امام کے راجح ہونے کی وجہ بیان فرمائی ہے، چنانچہ اپنے درخشاں قلم کو حرکت دیتے ہوئے درج ذیل وجوہ

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح: ج ۵: ص ۱۰۴

ترجیح بیان فرماتے ہیں:

"تو یہ مذہب مہذب بوجوہ کثیرہ مذہب صاحبین پر مرجح ہوا۔"

اولاً: یہی مذہب امام ہے اور مذہب امام اعظم پر عمل واجب جب تک کوئی ضرورت اس کے خلاف پر باعث نہ ہو۔

ثانیاً: اسی پر متون مذہب ہیں اور متون کے حضور اور کتابیں مقبول نہیں ہوتیں۔

ثالثاً: اسی پر عامۂ شروح ہیں اور شروح فتاویٰ پر مقدم۔

رابعاً: اجلہ اکابر ائمۂ تصحیح وفتویٰ مثل امام قاضی خان وامام برہان الدین صاحب ہدایہ وامام ملک العلماء مسعود کاشانی صاحب بدائع وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کی ترجیح وتصحیح فرمائی اور جلالت شانِ مصحح باعث ترجیح ہے۔

خامساً: جمہور مشائخ مذہب نے اس کی تصحیح وترجیح کی اور عمل اسی پر چاہیے جس طرف اکثر مشائخ ہوں۔

سادساً: اسی میں احتیاط ہے کہ مثل ثانی میں عصر پڑھی تو ایک مذہب جلیل پر فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوا پڑھی بے پڑھی برابر رہی اور بعد مثل ثانی پڑھی تو بالاتفاق صحیح وکامل ادا ہوئی۔

سابعاً: رہیں حدیثیں بعض صاحبوں نے گمان کیا کہ احادیث مذہب صاحبین میں نص ہیں بخلاف مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حالانکہ حق یہ ہے کہ صحاح احادیث دونوں جانب موجود ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ مذہب صاحبین پر کوئی حدیث صحیح صریح سالم عن المعارض ناطق ہے۔[1]

(۴) جنبی کی تلاوتِ قرآن کے مختلف اقوال میں ترجیح

جنبی شخص کو بہ نیت تلاوت قرآن پڑھنا جائز نہیں، ایک مکمل آیت یا بڑی آیت کا اتنا حصہ پڑھنا جس سے نماز میں فرض قراءت مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ادا ہو جائے،

---

(۱)۔فتاویٰ رضویہ، باب الاوقات: ج ۲: ص ۲۱۰

جس کے پڑھنے والے کو عرفاً تالی قرآن کہا جائے جنبی کے لیے بالاتفاق ممنوع ہے۔

لیکن آیت کا ایسا قلیل ٹکڑا جس کے پڑھنے کو عرفا قراءت قرآن نہ سمجھا جائے، اس سے نماز میں فرض قراءت نہ ادا ہو، اتنے کو جنبی کے بہ نیت قرآن پڑھنے میں اختلاف ہے، یہ اختلاف پھر ترجیح ممانعت خود امام احمد رضا قدس سرہٗ نے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

"ہاں جو پارۂ آیت ایسا قلیل ہو کہ عرفاً اس کے پڑھنے کو قرأت قرآن نہ سمجھیں اس سے فرض قرأت ایک آیت ادا نہ ہو اتنے کو بہ نیت قرآن پڑھنے میں اختلاف ہے، امام کرخی منع فرماتے ہیں، امام ملک العلما نے بدائع اور امام قاضی خان نے شرح جامع صغیر اور امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید اور امام عبدالرشید ولوالجی نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصحیح فرمائی، ہدایہ و کافی وغیرہما میں اسی کو قوت دی، در مختار میں اسی کو مختار کہا، حلیہ و بحر میں اسی کو ترجیح دی تحفہ و بدائع میں اسی کو قول عامہ مشائخ بتایا۔

اور امام طحاوی اجازت دیتے ہیں، خلاصہ کی فصل حادی عشر فی القرأت میں اس کی تصحیح کی، امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر اور امام رضی الدین سرخسی نے محیط پھر محقق علی الاطلاق نے فتح میں اس کی توجیہ کی اور زاہدی نے اس کو اکثر کی طرف نسبت کیا غرض یہ دو قول مرجح ہیں۔

اقول اور اول یعنی ممانعت ہی بوجوہ اقویٰ ہے۔

اولاً: اکثر تصحیحات اسی طرف ہیں۔

ثانیاً: اس کے مصححین کی جلالت قدر جن میں امام فقیہ النفس جیسے اکابر ہیں جن کی نسبت تصریح ہے کہ ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔

ثالثاً: اسی میں احتیاط زیادہ اور وہی قرآن عظیم کی تعظیم تام سے اقرب۔

رابعاً: اکثر ائمہ اسی طرف ہیں اور قاعدہ ہے کہ العمل بما علیہ الاکثر اور زاہدی کی نقل امام اجل علاء الدین صاحب تحفۃ الفقہا و امام اجل ملک العلما صاحب بدائع

کی نقل کے معارض نہیں ہوسکتی۔
خامساً: اطلاق احادیث بھی اسی طرف ہے کہ فرمایا جنب وحائض قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔
سادساً: خاص جزئیہ کی تصریح میں امیرالمؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد موجود، کہ فرماتے ہیں: اقرؤا القرآن مالم یصب احدکم جنابة فان اصابه فلا، ولا حرفا واحدا، قرآن پڑھو جب تک تمہیں نہانے کی حاجت نہ ہو اور جب تک حاجت غسل ہو تو قرآن کا ایک حرف بھی نہ پڑھو، رواه الدارقطنی وقال هو صحیح عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه۔
سابعاً: وہ ظاہر الروایہ کا مفاد ہے، امام قاضی خان شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں: لم یفصل فی الکتاب بین الآیة ومادونها وهو الصحیح.اه. بخلاف قول دوم کہ روایت نوادر ہے۔ رواها ابن سماعة عن الامام رضی اللہ تعالیٰ عنه کما ذکره الزاهدی.
ثامناً: قوت دلیل بھی اسی طرف ہے تو اسی پر اعتماد واجب۔
مختصر یہ کہ قول ممانعت آٹھ وجہوں سے ترجیح رکھتا ہے۔[1]

* * * * *

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج۱: ص ۲۲۳_۲۲۴

غیر منصوص احکام کا استنباط اور ان کا حل

قرآن کریم اور احادیث نبویہ سرچشمۂ رشد وہدایت اور تمام اصولی وفروعی احکام کا منبع ومصدر رہیں، ہر چھوٹے بڑے، دینی ودنیاوی، سماجی ومعاشرتی مسائل کا بیان ان میں موجود ہے یہ اور بات ہے کہ کچھ احکام ظاہر ومصرح ہیں اور کچھ ایسے امور ہیں جو مصرح نہیں اور ان کی طرف ہر شخص کی نظر نہیں پہونچ سکتی، صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین نے ایسے مسائل کا استخراج فرمایا مگر چونکہ ہر زمانے میں نئے نئے مسائل جنم لیتے ہیں، حوادث وواقعات اور جدید مسائل ہر دور میں رونما ہوتے ہیں اور بدلتے حالات کے ساتھ مسائل میں بھی جزوی تبدیلی ہوتی رہتی ہے جن کے احکام عبارات فقہاو مجتہدین میں بھی نہیں ملتے، ایسے امور کا استنباط واستخراج اور ان کے احکام بیان کرنا مجتہدین کرام کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ہر زمانہ کے اہل علم کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ قرآن وسنت اور فقہاے امت کے وضع کردہ اصول وقواعد کی روشنی میں ان غیر منصوص احکام کا استخراج فرمائیں تاکہ امت میں مسائل کے تعلق سے اختلاف وانتشار پیدا نہ ہو اور ارتکاب گناہ سے محفوظ رہے۔ مگر یہ کام اتنا آسان نہیں کہ ہر کس وناکس اس راہ پر چل پڑے بلکہ یہ نہایت ہی مشکل اور دشوار گزار مرحلہ ہے اس کا حق اسی کو ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے استخراج واستنباط پر قدرت عطا کی ہے اور اس کو ملکہ راسخہ سے نوازا ہے، دقت نظر، وسعت فکر، فقہی تبحر، نکتہ سنجی اور مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ جیسی دولت لازوال سے بہرہ ور فرمایا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ اس میدان کے بھی عظیم شہسوار تھے، مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ اور فقہا کے اصول کی روشنی میں استخراج واستنباط کی خداداد قوت رکھتے تھے، چنانچہ بے شمار جدید اور نوپید مسائل جن کے احکام عبارات فقہاو مجتہدین میں مصرح نہ تھے آپ نے اپنی خداداد صلاحیت، علمی لیاقت اور فقہی بصیرت سے بڑی قوت ووضاحت کے ساتھ فقہاے مجتہدین کے وضع کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں ان کے احکام کا استخراج فرمایا اور ان کو واضح کیا جس کی بے شمار مثالیں فتاویٰ رضویہ میں دیکھی جاسکتی ہیں ذیل میں چند شواہد ملاحظہ کریں۔

(۱)- روسر کی تیار کردہ شکر کا حکم

رام پور اترپردیش میں انگریزوں کی ایک کمپنی ''روسر'' کے نام سے شکر تیار کرتی تھی، اس کمپنی میں جن ہڈیوں کے ذریعہ شکر صاف کی جاتی تھی ان میں احتیاط نہیں کی جاتی تھی کہ وہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک؟، حلال جانوروں کی ہیں یا مردار کی؟ نیز اس کے بارے میں یہ بھی مشہور تھا کہ اس میں شراب بھی پڑتی تھی یا ان چیزوں کا اس میں استعمال ہوتا تھا جن میں شراب کا امتزاج ہوتا تھا، اس کمپنی سے تیار شدہ شکر کے بارے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ سے استفتا کیا گیا اور اس کے استعمال کا حکم شرعی پوچھا گیا تو آپ نے پوری تحقیق کے ساتھ اس کا مفصل جواب تحریر فرمایا جو کہ فتاویٰ رضویہ کے تقریباً ۳۸؍ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جواب سے پہلے آپ نے دس مقدمے بطور تمہید بیان کیے اور ہر مقدمہ کا ثبوت احادیث کریمہ اور تصریحات فقہا سے پیش کیا، اور ان مقدمات عشرہ وقواعد کلیہ کی روشنی میں آپ نے اس کمپنی سے تیار کردہ شکر کے بارے میں تحقیقی وتفصیلی جواب دیا، پھر اخیر میں نوپید مسائل کے حکم شرعی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بطور تنبیہ آپ نے ارشاد فرمایا:

کہ جو آدمی ان مقدمات عشرہ کو ذہن نشیں کرلے گا اور خوب خوب سمجھ لے گا تو وہ اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان، پاؤ، رنگت کی پڑیوں اور یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابن، اور مٹھائی وغیرہ کے احکام شرعی خود جان سکتا ہے، ذیل میں قارئین کی

ضیافت طبع کے لیے ان مقدمات کو بطور اختصار اور پھر امام احمد رضا قدس سرہ کا تفصیلی جواب پیش کیا جاتا ہے، ان سے پہلے اس تعلق سے استفتا ملاحظہ کریں۔

استفتا:۔ از نواب گنج، بارہ بنکی مرسلہ شیخ عبد الجلیل پنجابی، ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال جانور کی ہوں یا مردار کی، اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے اسی طرح کل کی برف وہ چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں؟ بینوا توجروا[1]

امام احمد رضا قدس سرہ کا اس کے حکم کے تعلق سے تفصیلی جواب سے پہلے ان دسوں مقدمات کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں:

مقدمۂ اول: ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول و نا مذبوح کی بھی مطلقاً پاک ہیں جب تک ان پر ناپاک دسومت نہ ہو سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے اور اس کا ہر جز وِبدن ایسا ناپاک کہ اصلاً صلاحیت طہارت نہیں رکھتا، اور دسومت میں قید ناپاکی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے ان کی ہڈیاں بہر حال پاک ہیں اگرچہ دسومت آمیز ہوں ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے مگر حلال و جائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں، حرام جانور اور ایسے ہی جو بے زکوٰۃ شرعی مرجائے یا کاٹا جائے بجمیع اجزا حرام ہے۔

مقدمۂ ثانیہ: شریعت مطہرہ میں طہارت و حلت اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں، اور حرمت و نجاست عارضی کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک و ظنون سے ان کا اثبات ناممکن کہ طہارت و حلت پر بوجہ اصالت جو یقین تھا اس کا زوال بھی اس کے مثل یقین ہی سے متصور نہ ظن

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۸۷

لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا یہ شرع شریف کا ضابطۂ عظیمہ ہے جس پر ہزارہاں احکام متفرع یہاں تک کہ کہتے ہیں تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا وہ صدہا وساوس ہائلہ وفتنہ پردازی اوہام باطلہ ودست اندازی ظنون عاطلہ سے امان میں رہا۔

مقدمۂ ثالثہ: احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ وثبوت کامل کسی شئ کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجیے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مبین خود مبین سیدی عبدالغنی بن سیدی اسماعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں: لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ والکراھۃا للذین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل وقد توقف النبی ﷺ مع انہ ھو المشرع فی التحریم الخمرام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی۔

مقدمۂ رابعہ: بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکام شرع کی مناط ومدار نہیں ہوسکتی، بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں جن کی کچھ اصل نہیں یا ہے تو بہزار تفاوت اکثر دیکھا ہے کہ ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی اور قائلوں سے تحقیق کیا تو یہی جواب ملا کہ سنا ہے نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے نہ اس کی سند کا پتہ چلے کہ اصل قائل کون تھا جس سے سن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی یا ثابت ہوا تو یہ فلاں کافر یا فاسق منتہائے اسناد تھا پھر معلوم ومشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں۔

مقدمۂ خامسہ: حلت، حرمت، طہارت، نجاست احکام دینیہ ہیں ان میں کافر کی خبر محض نہ معتبر قال اللہ تعالیٰ: "وَلَنۡ يَّجۡعَلَ اللّٰهُ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ سَبِيۡلًا" بلکہ مسلمان فاسق مستور الحال کی خبر بھی واجب قبول نہیں چہ جائیکہ کافر، قال اللہ تعالیٰ: "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌ ۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡۤا"، الایۃ، درمختار میں ہے: شرط العدالۃ فی الدیانات کالخبر عن نجاسۃ الماء

فیتیمم و لا یتوضاء ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمته و یتحری فی خبر الفاسق والمستوراھ ملخصا وفی العالگیریه عن الکافی لا یقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاہر الروایات وھو الصحیح، انتھی، وفی رد المحتار عن الهدایه: الفاسق متهم والکافر لایلتزم الحکم فلیس له ان یلزم المسلم ،انتھی

مقدمۂ سادسہ: کسی شئ کا محل احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط و شعور اور پروائے نجاست و حرمت سے مہجور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شئ یا اس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام و ممنوع قرار پائیں کہ اس سے اگر یقین ہوا تو ان کی بے احتیاطی پر اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم نہیں پھر نفس شئ میں سوا ظنون و خیالات کے کیا باقی رہا جنہیں امثال مقام میں شرع مطہر لحاظ سے ساقط فرما چکی۔

(۱) دیکھو کیا کم ہے ان کنوؤں کی بے احتیاطی جن سے کفار، فجار، جہال گنوار، نادان بچے، بے تمیز عورتیں سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں پھر شرع مطہر ان کی طہارت کا حکم دیتی ہے اور شرب و وضو روا فرماتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

(۲) خیال کرو اس سے زیادہ ظنون و خیالات ہیں ان جوتوں کے بارے میں جنہیں گلی کوچوں ہر قسم کی جگہوں میں پہنے پھرے، پھر علما فرماتے ہیں: جوتا کنوئیں سے نکلے اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو کنواں طاہر ہے۔ اگرچہ تطییبا للقلب دس بیس ڈول تجویز کیے گئے۔

(۳) غور کرو کیا کچھ گمان ہیں بچوں کے جسم و جامہ میں کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے پھر فقہا حکم دیتے ہیں: جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے پاک ہے جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔

(۴) لحاظ کرو کس درجہ مجال وسیع ہے روغن کتان میں جس سے صابن بنتا ہے اس کی کلیاں کھلی رکھی رہتی ہیں اور چوہا اس کی بو پر دوڑتا ہے اور جیسے بن پڑے پیتا اور

اکثر اس میں گر بھی جاتا ہے پھر ائمہ ارشاد کرتے ہیں: ہم اس بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے کہ یہ فقط ظن ہیں، کیا معلوم کہ خواہی نخواہی ایسا ہوا ہے۔

(۵) نظر کرو کتنی ردی حالت ہے ان کھانوں اور میٹھائیوں کی جو کفار وہنود بناتے ہیں کیا ہمیں ان کی سخت بے احتیاطیوں پر یقین نہیں، کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاست سے خالی نہیں، کیا ہمیں نہیں معلوم کہ ان کے نزدیک گائے بھینس کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف طاہر بلکہ طہور مطہر بلکہ نہایت مبارک ومقدس ہے پھر علما ان چیزوں کو کھانا جائز رکھتے ہیں۔

(۶) نگاہ کرو مشرکوں کی برتن کون نہیں جانتا جیسے ہوتے ہیں وہ انہیں ظروف میں شرابیں پئیں، سور چکھیں، جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں پھر شرع فرماتی ہے جب تک علم نجاست نہ ہو حکم طہارت ہے۔

(۷) تامل کرو کس قدر معدن بے احتیاطی بلکہ مخزن ہر گونہ گندگی ہیں کفار خصوصاً ان کے شراب نوش کے کپڑے علی الخصوص پاجامے کہ وہ ہرگز استنجے کا لحاظ رکھیں نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاسات سے احتراز کریں پھر علما حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح وجائز جب تک تلوث واضح نہ ہو۔

مقدمۂ سابعہ: شدت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست وآلودگی کا غلبۂ وقوع وکثرت شیوع بے شک باعث غلبۂ ظن اور ظن غالب شرعاً معتبر اور فقہ میں مبنائے احکام مگر اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق واعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کردے اور محض ناقابل التفات سمجھے گویا اس کا عدم ووجود یکساں ہو ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بیقین کہ ہر جگہ کار یقین دے گا اور اپنے خلاف یقین سابق کا پورا مزاحم ورافع ہو گا، دوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مضمحل نہ سمجھے بلکہ ادھر بھی ذہن جائے اگرچہ بضعف وقلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے نہ یقین خلاف کا معارضہ

کرے بلکہ مرتبۂ شک و تردد ہی میں سمجھی جاتی ہے۔

مقدمۂ ثامنہ: کسی شئ کی نوع و صنف میں بوجہ ملاقات نجس یا اختلاط حرام نجاست و حرمت کا تیقن اس کے ہر فرد سے منع و احتراز کا موجب اسی وقت ہو سکتا ہے جب معلوم و محقق ہو کہ یہ ملاقات و اختلاط بر وجہ عموم و شمول ہے مثلاً جس شئ کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا شحم خنزیر پڑتی ہے اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے تو اس کا استعمال کلیۃً ناجائز و حرام ہے اور وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے ہوئے نہ دیکھی نہ خاص اس کی نسبت معتبر خبر ممکن پائی کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو کہ جب علی العموم التزام معلوم تو یہ احتمال اسی قبیل سے ہے جسے قلب قابل قبول و التفات نہیں جانتا اور بالکل متضائل و مضمحل مانتا ہے اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کار آمد نہیں نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے تو اصل طہارت کا یقین اس غلبۂ ظن سے ذاہب و زائل ہو گیا مگر یہ کہ اس فرد خاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہو جائے تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا و لہذا علمانے فرمایا دیبائے فارسی ناپاک اور اس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا اور اگر ایسا نہیں صرف بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے نہ کہ خاص حرام و ناپاک میں کوئی خصوصیت ہے جس کے باعث قصداً اس کا التزام کرتے ہیں تو اس بنا پر ہر گز ہر گز حکم تحریم و تنجیس علی الاطلاق روا نہیں۔

بالجملہ ایسی صورت میں حکم کلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں بلکہ خصوصاً افراد کا لحاظ کریں گے۔

مقدمۂ تاسعہ: جب بازار میں حلال و حرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں اور کوئی ممیز و علامت فارقہ نہ ملے تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی کہ آخر ان میں حلال بھی ہے تو ہر شئ میں احتمال حلت قائم اور رخصت و اباحت کو اسی

قدر کافی یہ دعویٰ بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح اور خود ملاذ مذہب ابو عبداللہ شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایہ سے ہے اس پر نص فرمایا۔

مقدمہ عاشرہ: حضرت حق جل وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسے ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطہ قدرت سے ورا، قال اللہ تعالیٰ: " لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا " نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شئی برتیں جسے ہم اپنے علم ویقین کی رو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم اور حرج مدفوع بالنص۔ قال تعالیٰ: " وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ " وقال تعالیٰ: " یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ " اے عزیز یہ دین بحمد للہ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لیے ہمیشہ رفق ونرمی ہے اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا یہ دین اس کے لیے سخت ہوتا جائے گا یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو اور اسے مانع ونجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو لہذا جب تک خاص اس شئی میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مظنہ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں، مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے اور یمکن ویحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے اور یہ بھی اسی وقت ہے جب اس احتیاط وورع میں کسی امر اہم وآکد کا خلاف نہ لازم آئے۔[1]

روسر کی شکر کے بارے میں امام احمد قدس سرہ کا تحقیقی جواب یہ ہے:

تفصیلی جواب: کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور وواجب النظر، اب مقدمہ ۵، ۴ کی تقریریں پیش نگاہ رکھ کر لحاظ درکار، اگر یہ اخبار افواہ بازار یا منتہائے سند

---

(۱)۔فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۸۸ تا ۱۱۵، ملخصا

بعض مشرکین و کفار تو بالکل مردود و محض بے اعتبار، ہاں صورت اخیرہ میں اگر ان کا صدق دل پر جمے تو احتیاط بہتر تاہم گناہ نہیں، اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ نہیں، اور اگر فساق، بداعمال، یا مستور الحال کی خبر ہو تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر، اگر دل اس امر میں ان کے کذب کی طرف جھکے تو کچھ بات نہیں مگر احتراز افضل، کہ آخر مسلمان ہیں، عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں، خصوصاً مستور کہ اس کی عدالت معلوم نہیں، تو فسق بھی تو ثابت نہیں، اور اگر قلب ان کے صدق پر گواہی دے تو بے شک احتراز چاہیے کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے اگرچہ وہ خبر بنفسہ حجت نہ تھی مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا، لان التحری محتمل للخطاء کما فی الھدایہ والظنون ربما تکذب کما فی الحدیث اور وہ بھی اسی کے حق میں جس کا دل ان کے صدق کی طرف جائے فان شھادۃ قلبك لیس حجۃ الا علیك وذلك فی القاطع کالوجدان فکیف بالظنون، پس اگر دوسرے کے دل پر ان کا کذب جمے اس کے حق میں وہی پہلا حکم ہے کہ احتراز بہتر ورنہ اجازت، فی صلوٰۃ رد المحتار استفیدہ مما ذکر انه بعد العجز عن الادلة المارة علیه ان یتحری و لا یقلد مثله لان المجتھد لا یقلد مجتھدا الخ۔ ہاں اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے تو بے شک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائے گا اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ سب مخبر فساق و فجار بلکہ مشرکین و کفار ہوں، فان العدالة بل والاسلام ایضا لا یشترط فی التواتر عند الجمھور خلافاً للامام فخر الاسلا م علیٰ ما اشتھر الخ۔ اسی طرح اگر منتہائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو جب بھی احتراز واجب اور برف حرام و نجس، مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معائنہ سے خبر دے، ورنہ سنی سنائی کہنے میں اس کا قول، خود اس کا قول نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا

جزہے تو برف کی حرمت و نجاست میں کلام نہیں اور علی العموم اس کے تمام افراد ممنوع و محذور اور یہ احتمال ہے کہ شاید فرد خاص میں نہ پڑی ہو محض مہمل و مہجور کہ یہ ماہو محذور میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل و غیر کافی، یہاں تک کہ ایسی شی کا دوا میں بھی استعمال ناروا مگر جب اس کے سوا دوا نہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعًا شفا ہو جائیگی جیسے بحالت اضطرار پیاسے کو شراب پینا، یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا، شرع مطہر نے جائز فرمایا کہ اس سے پیاس اور اس سے بھوک کا جانا یقینی ہے، نہ مجرد قول اطبا کہ ہرگز موجب یقین نہیں اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع و اجتناب شبہات احتراز کرے، مگر تحریم و تجنیس کا حکم بے دلیل شرعی ہرگز روا نہیں، قدر بیان اس کا آگے گزرا اور ان شاء اللہ تعالیٰ خاتمہ رسالہ میں ہم پھر اس طرف عود کریں گے۔

یہ تو اصل حکم فقہی ہے اور واقعہ پر نظر کیجیے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پائے ثبوت کو نہیں پہنچتی نہ اس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں، شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے، تو برف پر حکم جواز ہی ہے، ہاں انگریزی دوائوں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں جنہیں ٹنچر کہتے ہیں ان سب میں یقینا شراب ہوتی ہیں وہ سب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی، نہ ان کا کھانا حلال، نہ بدن پر لگانا جائز، مسلمان اسے خوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں، نجاستوں سے بچیں، خصوصًا سخت آفت اس وقت ہے کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت میں مرے کہ معاذ اللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو اسی طرح بے شک اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، مگر۔

اولاً غور واجب ہے کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر شکر کا صرف مرور و عبور ہوتا ہے ،بغیر اس کے ان کے کچھ اجزا شکر میں رہ جاتے ہوں جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے متقاطر کر کے صاف کرتے ہیں کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے اور انگشت و استخواں کا کوئی جز اس میں شریک نہیں ہونے پاتا جب تو اس شکر کی حلت کو صرف ان

ہڈیوں کی طہارت درکار ہے اگرچہ حلال وماکول نہ ہوں، کما لا یخفی علی عاقل وذالك لانہ لم یختلط بالحرام فیتمحض فی الاکل والمرور علی طاھر ولو حراماً لا یورث منعا، اور در صورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرکے اور بطور تقاطر اس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالہ کثافت کی ظاہراً یہی صورت ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا، غالبًا باعث تصفیہ نہ ہوگا تو اس تقدیر پر در صورت نجاست استخواں نجاست عصیر و حرمت شکر میں شک نہیں ورنہ بلا ریب طیب و حلال، اور اگر اجزاے استخواں پیس کر رس میں ملائے اور وہ مخلوط و غیر متمیز ہوکر اس میں رہ جاتے ہیں تو حلت شکر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور صرف طہارت کفایت نہ کرے گی اور اگر غیر ماکول یا مردار کہ استخواں ہوئے تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ ان کے اجزاء بھی کھانے میں آئیں گے۔ للاختلاط وعدم الامتیاز، اور ان کا کھانا گو طاہر ہوں حرام تو شکر بھی حرام ہو جائے گی، فی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار لم تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوبہ لا شربہ لحرمۃ لحمہ الخ۔

روسر کی جس شکر کا حال تحقیقًا معلوم ہو کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے اس کے تفاصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر اور استخواں کی طہارت، نجاست، حلت، حرمت کا حکم پہلے معلوم ہو چکا۔

ثانیًا۔ کیف ماکان ان خیالات پر مطلق شکر روسر کو نجس و حرام کہہ دینا صحیح نہیں بلکہ مقام اطلاق میں طہارت و حلت ہی پر فتویٰ دیا جائے گا تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست و حرمت پر یقین نہیں، صرف ظنون و خیالات ہیں، جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی۔

مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں، مانا کہ انہیں نجس و طاہر، حلال و حرام کی پرواہ نہیں، مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی پائی جاتی ہیں جن کے اختلاط سے شئے حرام یا نجس ہو جائے مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں بلکہ حلال و طاہر بھی بکثرت نہ بنانے والوں کو خواہی نخواہی

التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں جو موجب تحریم وتجنیس ہو، نہ کچھ ناپاک یا حرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت کہ انہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو جس کے سبب وہ لوگ انہیں کو اختیار کریں اور جب ایسا نہیں تو صرف اس قدر پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر وحلال ہوں، دیکھو اگر آدمی کو جنگل میں ایک چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ملے اور اس کے کنارے پر اقدام وحوش کا پتہ چلے اور پانی بھی جانور کے پینے سے کنارہ پر گرا دیکھے، بلکہ فرض کیجیے کہ جانور بھی جاتا ہوا نظر پڑے مگر بوجہ بعد یا ظلمت شب پہچان میں نہ آئے تو اس سے خواہی نخواہی یہ ٹھہرا لینا کہ کوئی درندہ یا خاص خنزیر ہی تھا، اور پانی کو ناپاک جان کر اس سے احتراز کرنا ہرگز حکم شرع نہیں بلکہ وسوسہ ہے، مانا کہ جنگل میں سباع و خنزیر بھی ہیں، مانا کہ وہ بھی انہی پانیوں سے پیتے ہیں، مانا کہ یہ جانور جو جاتے دیکھا، ممکن کہ سؤر ہو مگر کیا ممکن نہیں کہ کوئی ماکول اللحم جانور ہو، قال فی الحدیقة بعد نقل ما قدمنا عنها عن جامع الفتاوٰی اول المقدمة العاشرة من ان بمجرد الظن لا یمنع التوضی الخ. لٰکن نقل قبل ذلك قال ولو رائی اقدام الوحوش عندالماء القلیل لا یتوضاء به انتھی. و ینبغی تقید ذلك بما اذا غلب علی ظنه انها اقدام الوحوش والا فیحتمل انها اقدام ماکول اللحم فلا یحکم بالنجاسة بالشك و یقید ایضا بانه رای رشاش الماء حول ذلك الماء القلیل ونحو ذلك من القرائن الدالة علیٰ ان الوحوش شربت منه والا فلا نجاسة بالشك قلت فقد سبقه بھٰذا محمل البحر فی البحر حیث قال وفی المبتغیٰ بالغینی المعجمة برو یة اثراقدام وحوش عند الماء القلیل لا یتوضاء به سبع مر بالرکیة وغلب علیٰ ظنه شربه منها تنجس والا ،فلا ، و ینبغی ان یحمل الاول علی ما اذا غلب علیٰ ظنه ان الوحوش شربت منه بدلیل الفرع الثانی والا فبمجرد الشك لا

یمنع الوضو به بدلیل ما قدمنا نقله عن الاصل الخ.

یا اتنا یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں پھر نفس شکر میں سوا ظنون کے کیا حاصل اس سے بدرجہا زیادہ ہیں وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق، بلکہ جہاں بوجہ غلبہ وکثرت،ووفور،وشدت بے احتیاطی غلبہ ظن غیر ملتحق بالیقین حاصل ہو وہاں بھی علما تجیس وتحریم کا حکم نہیں دیتے بلکہ صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہیں۔ پھر ما نحن فیہ میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک و حرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے اور طیب وطاہر شاذ و نادر، یا اتنا یقین ہوا کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں، پھر یہ تو نہیں کہ دائماً صرف وہی طریقہ برتتے ہیں جو نجس وحرام کر دے اور جب یوں بھی ہے اور یوں بھی تو ہر شکر میں احتمال محفوظی تو ہرگز حکم نجاست وحرمت نہیں دے سکتے، بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہ ریب وشبہ نہ پائی جائے تو تحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ یا ایذاے اہل ایمان یا ترک ادب بزرگان یا پردہ دری مسلمان یا اور کوئی محذور سمجھے وہاں تو ہرگز ہرگز ان خیالات وظنون کی پابندی نہ کرے، ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملا دی گئیں کہ اب جدا نہیں ہوسکتیں یا بچشم خود معائنہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخواں لائے گئے اور اس کے روبرو اس میں بے حالت جریاں شامل ہوئے اور وہی رس میں منعقد ہو کر شکر بنا تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظر یوں بنی اس پر حرام جس کا نہ کھانا جائز، نہ کھلانا جائز، نہ لینا جائز، نہ دینا جائز، یوں ہی جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے جس کا بیان مقدمہ [۵] میں گزرا ایسا برتاؤ درجۂ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے میں پہچانتا ہوں، یہ خاص وہی شکر ہے جس میں ایسا عمل کیا گیا تو اس کا استعمال بھی روا نہ رہے گا بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں، اور اگر اس نے خود دیکھا یا معتبر سے سنا مگر جب بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہوگئی، اور کچھ تمیز نہ رہی تو پھر حکم جواز ہے، اور خریداری واستعمال

میں مضائقہ نہیں جب تک کسی خاص شکر پر پھر دلیل شرعی قائم نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۹:)

خاتمہ: بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اس شکر کے بارے میں ہر صورت پر وہ واضح و بین کلام کیا کہ کسی پہلو پر حکم شرعی مخفی نہ رہا، اب اہل اسلام نظر کریں اگر یہاں ان صورتوں میں سے کوئی شکل موجود، جن پر ہم نے حکم حرمت و نجاست دیا تو وہی حکم ہے ورنہ مجرد ظنون و اوہام کی پابندی محض تشدد و ناواقفی نہ بے تحقیق کسی شے کو حرام و ممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو۔[1]

(۲)-کرنسی نوٹ کا حکم

مکہ معظمہ میں جب کرنسی نوٹ کا مسئلہ درپیش آیا تو وہاں فقہاے کرام اس کے متعلق احکام کے بارے میں سخت حیران و پریشان تھے کہ کرنسی نوٹ کی حقیقت اور اس کا حکم کیا ہے؟

مفتی اعظم مکہ مکرمہ شیخ جمال الدین بن عبد اللہ بن عمر حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی اس سلسلے میں استفتا ہوا تھا جو اپنے زمانے میں مفتی حنفیہ کے منصب جلیل پر فائز تھے اور علم حدیث و فقہ میں کافی مہارت و دسترس رکھتے تھے آپ کی عظمت شان اور بلند پایہ علمی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ سند حدیث و فقہ میں امام احمد رضا قدس سرہ کے استاذ الاستاذ تھے، آپ سے جب کرنسی نوٹ سے متعلق سوال ہوا تو آپ نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ علماے ربانیین کی جو شان ہے اس کے مطابق صرف اتنا فرمایا: ”العلم امانة فی اعناق العلما، واللہ تعالیٰ اعلم“ علم علما کی گردنوں میں امانت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مذکورہ عبارت سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کرنسی نوٹ کا مسئلہ اس زمانے میں کس قدر لاینحل ہو چکا تھا مگر امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی خداداد صلاحیت اور فقہی بصیرت سے اس کا ایسا حل تلاش فرمایا کہ علماے عرب و عجم سب ورطۂ حیرت میں پڑ گئے، آپ نے ایسا روشن اور تحقیقی جواب سپرد قرطاس فرمایا کہ کرنسی نوٹ سے متعلق تمام مسائل آفتاب

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص ۱۱۷-۱۲۳

سے زیادہ روشن ہو گئے، علماے حرمین طیبین عش عش کر اٹھے اور آپ کے فتاوے کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور سر آنکھوں پر رکھا۔

ذیل کے سطور میں کرنسی نوٹ سے متعلق ہم وہ استفتا درج کر رہے ہیں جو بارہ سوالات پر مشتمل تھا اور مکہ معظمہ کے دو مقتدر علما مولانا عبد اللہ احمد میر داد حنفی امام مسجد حرام اور آپ کے استاذ مولانا حامد احمد محمد جداوی قدس سرہما نے دوسری بار حج کے موقع سے ۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا قدس سرہ سے کیا تھا۔

استفتا

آپ کا کیا ارشاد ہے آپ کا فضل ہمیشہ رہے اس کاغذ کے بارے میں جس پر سکہ ہوتا ہے اور اسے نوٹ کہتے ہیں اور اس میں متعدّد باتیں دریافت کرنی ہیں:

اول: کیا وہ مال ہے یا دستاویز کی طرح کوئی سند؟

دوم: جب وہ بقدر نصاب ہو اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

سوم: کیا اسے مہر مقرر کر سکتے ہیں؟

چہارم: اگر اسے کوئی محفوظ جگہ سے چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟

پنجم: اگر اسے کوئی تلف کر دے تو عوض میں اسے نوٹ ہی دینا ہوگا یا روپے؟

ششم: کیا روپیوں یا اشرفیوں یا پیسوں کے عوض اس کی بیع جائز ہے؟

ہفتم: اگر مثلاً کسی کپڑے سے اسے بدلیں تو یہ بیع مطلق ہوگی یا مقائضہ (جس میں دونوں طرف سے بیع ہوتی ہے)؟

ہشتم: کیا اسے قرض دینا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو ادا کرتے وقت نوٹ ہی دیا جائے یا روپئے؟

نہم: کیا روپیوں کے عوض ایک وعدۂ معینہ پر بطور قرض اس کا بیچنا جائز ہے؟

دہم: کیا اس میں بیع سلم جائز ہے؟ یوں کہ روپئے پیشگی دیے جائیں مثلاً ایک

مہینہ کے بعد اس قسم کا اور ایسا نوٹ لیا جائے؟

یازدہم: کیا یہ جائز ہے کہ جتنی رقم اس میں لکھی ہے اس سے زائد کو بیچا جائے مثلاً دس کا نوٹ بارہ یا بیس کو یا اسی طرح سے کم کو؟

دوازدہم: اگر یہ جائز ہے تو کیا یہ بھی جائز ہے کہ جب زید عمرو سے اس روپئے کے عوض قرض لینا چاہے تو عمرو کہے روپے تو میرے پاس نہیں ہیں، ہاں میں دس کا نوٹ بارہ کو سال بھر کی قسط بندی پر تیرے ہاتھ بیچتا ہوں کہ تو ہر مہینے ایک روپیہ دیا کرے کیا اس کو منع کیا جائے گا کہ یہ سود کا حیلہ ہے اور اگر منع نہ کیا جائے تو اس میں اور ربا میں کیا فرق ہے کہ یہ حلال ہو اور وہ حرام حالاں کہ مال دونوں کا ایک ہے یعنی زیادتی کا ملنا۔

ہمیں جواب سے فائدہ بخشو قیامت کے دن تمہیں اجر ملے گا۔ (۱)

ذیل میں امام احمد رضا قدس سرہ کی کرنسی نوٹ سے متعلق تحقیقات اور قیمتی جوابات ملاحظہ کریں:

امام احمد رضا قدس سرہ سے نوٹ کے بارے میں پہلا سوال یہ ہوا تھا کہ کیا وہ مال ہے یا دستاویز کی طرح کوئی سند؟ آپ فرماتے ہیں:

اس کی اصل تو معلوم ہے کہ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے اور کاغذ مال متقوم (قیمت والا مال) ہے اور اس سکہ نے اسے کچھ زیادہ نہ کیا، مگر یہی کہ لوگوں کی رغبتیں اس کی طرف بڑھ گئیں اور وقت حاجت کے لیے اٹھا رکھنے کے زیادہ لائق ہو گیا اور مال کے یہی معنی ہیں یعنی وہ جس کی طرف طبیعت میل کرے، اور حاجت کے لیے اٹھا رکھنے کے قابل ہو جیسا کہ بحر و شامی وغیرہا میں ہے اور معلوم ہے کہ شرع مطہر نے کبھی مسلمان کو اس سے نہ روکا کہ اپنے پارۂ کاغذ میں جس طرح چاہے تصرف کرے جیسا کہ شراب و خوک (خنزیر) کے بارے میں نہی وارد ہوئی اور مال کے باقیمت ہونے کا اسی پر مدار ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور اسی میں تلویح سے نقل فرمایا:

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج: ۷، ص ۱۳۷

"المال مامن شانه ان يدخر للانتفاع وقت الحاجة والمتقويم يستلزم المالية"

مال وہ چیز ہے جس کی شان یہ ہو کہ وقت حاجت اسے نفع لینے کے لیے اٹھا رکھا جائے اور قیمت والا ہونا مال ہونے کو مستلزم ہے، اور اسی میں بحوالہ بحر الرائق حاوی قدسی سے ہے:

"المال اسم لغير الأدمى خلق لمصالح الأدمى وامكن احرازه والتصرف فيه على وجه الاختيار. اه"

مال آدمی کے سوا ہر اس شئ کا نام ہے جو آدمی کی مصلحتوں کے لیے پیدا کی گئی اور اس قابل ہے کہ اسے محفوظ رکھیں اور با اختیار خود اس میں تصرف بھی کریں۔

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نوٹ ایک قیمتی مال ہے اور انسان کو اپنے پارۂ کاغذ میں جیسا چاہے تصرف کرنے کا پورا حق ہے جب نوٹ کی حقیقت معلوم ہو گئی کہ یہ مال متقوم ہے تو باقی سوالات کے جوابات بھی اسی سے حاصل ہو گئے۔

قربان جایے امام احمد رضا قدس سرہ کی فقہی بصیرت پر مختصر سے لفظوں میں ان تمام سوالوں کا جواب پیش فرمادیا۔

مزید ترقی کرتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ فتح القدیر کا وہ جزئیہ نقل فرماتے ہیں جس سے گیارہویں سوال کا جواب بھی ہو جاتا ہے اور اس امر کا انکشاف بھی کہ اگر غور کیا جائے تو در حقیقت یہ نوٹ کا جزئیہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں: وقد قال المحقق على الاطلاق فى فتح القدير:

"ولو باع كاغذة بالف يجوز ولا يكره"

اگر کوئی اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے تو بلا کراہت جائز ہے۔

ماقبل کی تصریحات سے یہ امر متیقن ہو گیا کہ نوٹ مال ہے کوئی سند یا دستاویز نہیں، بعض لوگوں کو اس کا وہم ہوا تھا کہ نوٹ دستاویز کی قبیل سے کوئی سند ہے، امام احمد رضا

قدس سرہ نے پانچ وجہوں سے اس کا رد فرمایا، اور دلائل کی روشنی میں اس گمان کو باطل ومردود قرار دیا۔

نوٹ کے سند ہونے پر پانچ وجہوں سے امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیق انیق ذیل میں ملاحظہ کریں:

وجہ اول: ہر سمجھدار بچہ جانتا ہے کہ جتنے لوگ نوٹوں کا معاملہ کرتے ہیں کسی کے دل میں ان باتوں کا خطرہ بھی نہیں گزرتا اور کبھی بھی اس تبادلے سے یہ نہیں سمجھتے کہ ہم دوسرے کو قرض دے رہے ہیں یا قرض لے رہے ہیں یا حوالہ کر رہے ہیں۔

وجہ دوم: ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کوئی اپنے قرض کے کھاتے میں اس کا نام لکھتا ہو جس نے نوٹ دے کر اس سے روپے لیے اور زندگی میں کبھی بھی اس سے یہ نہیں کہتا کہ تو نے مجھ سے قرض لیا ہے ادا کر دے اور اپنی یادداشت مجھ سے لے لے۔

وجہ سوم: اور جو اوروں کا اس پر دینا آتا ہے اس میں بھی اس کا نام کبھی نہیں لکھتا جسے نوٹ دے کر اس سے اس نے روپے لیے نہ کبھی زندگی بھر یا مرتے دم یہ کہتا ہے کہ فلاں کا مجھ پر اتنا آتا ہے اسے ادا کر دینا اور میری یادداشت مجھ سے لے لینا۔

وجہ چہارم: نوٹ دے کر روپے حاصل کرنا اگر قرض قرار پائے تو پھر وہ ظالم و بے باک جو علانیہ طور پر سود کھانے کے عادی ہو چکے ہیں ہرگز ایک روپیہ بھی قرض نہ دیں گے جب تک ادائے دین، اس پر ماہ وار سود مقرر نہ کر لیں، حالانکہ انھیں دیکھو گے کہ نوٹ لے کر روپے دیتے ہیں اور اس پر ایک پیسہ بھی نہیں مانگتے، نہ مہینے پیچھے، نہ مہینہ پیچھے، نہ برسوں آگے۔ اور اگر وہ جانتے کہ یہ قرض دینا ہے تو ہرگز نہ چھوڑتے۔

وجہ پنجم: حق یہ ہے کہ وہ سب کے سب اس سے مبادلہ اور خرید و فروخت ہی کا قصد کرتے ہیں، جو نوٹ رکھتا ہے وہ یقینا جانتا ہے کہ میں روپے دے کر اس کا مالک ہو گیا اور جو نوٹ دیتا ہے وہ یقینا جانتا ہے کہ میں نے روپے لے کر نوٹ کو اپنی ملک سے خارج کر دیا۔

اور نوٹ لینے والا اسے روپوں اشرفیوں پیسوں کی طرح اپنا مال اور اپنی جمع سمجھتا ہے اور اسے جوڑ کر رکھتا ہے اس میں ہبہ کرتا ہے، وصیت کرتا ہے اور تصدق کرتا ہے۔[1]

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے قوی استدلال اور مضبوط دلائل سے اس مسئلہ کو بالکل واضح اور منقح فرمادیا کہ کرنسی نوٹ کوئی سند نہیں ہے بلکہ قیمت والا مال ہے۔

(۳)-امور شرعیہ میں تار کی خبر کا حکم

خبر رسانی کے نئے نئے آلات نے دنیا کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ پل بھر میں دنیا کے ایک گوشے کی خبر دوسرے گوشے تک پہنچ جاتی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ میں فون، موبائل، ریڈیو، ٹیلی ویزن، فیکس، انٹرنیٹ بہت عام ہے۔ ان کے ذریعے لمحوں میں عالمی حالات سے آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے زمانے میں ذرائع ابلاغ کی چیزوں میں سے کچھ کا تو وجود ہی نہ تھا اور کچھ چیزیں تھیں تو اتنی عام نہ تھیں۔ آپ کے زمانے میں تار کے ذریعے سے بھی خبر رسانی کا اہتمام ہوتا تھا اس لیے تار کے تعلق سے آپ سے کئی سوالات ہوئے اور لوگوں نے تار کی خبر کی حقیقت اور شریعت میں اس کی حیثیت جاننے کی کوشش کی کہ اس خبر سے رویت ہلال کا ثبوت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تار کی خبر کا مسئلہ آپ کے دور میں ایک نو پید مسئلہ تھا۔ کتب سابقہ میں اس کا حکم مذکور نہیں تھا۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس مسئلہ کی پوری تحقیق فرمائی اور حکم شرعی کو واضح کیا اور بتایا کہ "امور شرعیہ میں تار کی خبر کا کچھ اعتبار نہیں اور اس خبر سے رویت کا ثبوت نہیں ہو سکتا، ایسے اعلان پر لوگوں کو عمل کرنا حرام ہے۔ تار کے غیر معتبر ہونے پر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ میں پانچ وجوہ بیان کیے جو حسب ذیل ہیں:

اول: ہلال کے بارے میں دوسرے شہر کی خبر قبول کرنے کے لیے شریعت مطہرہ نے شہادت کافیہ یا تواتر شرعی کو ضروری قرار دیا ہے، اور ان میں بھی بہت ساری

---

(۱)-فتاوی رضویہ: ج ۷: ص ۱۳۰-۱۲۹ ملخصًا

شرطیں اور قیدیں ہیں، جن کے بغیر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے اور نہ خبر متواتر، تو پھر اس پر کیوں کر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

دوم: شرعی معاملات میں خطوط و مراسلات کا بھی اعتبار نہیں، کیوں کہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے اور اسی انداز میں بنائی بھی جاسکتی ہے تو اس سے یہ یقین حاصل نہیں ہوسکتا کہ خط اسی شخص کا لکھا ہوا ہے، مہر بھی دوسری مہر کے مشابہ بنائی جاسکتی ہے، اس تعلق سے فقہی کتابوں میں واضح اور روشن عبارتیں موجود ہیں، تو جب خط کا یہ حال ہے جس میں کاتب کی تحریر پہچانی جاتی ہے اور طرز عبارت وغیرہ دوسرے قرائن سے معلوم ہوجاتا ہے، ان سب چیزوں کے باوجود اس کا کچھ اعتبار نہیں، تار کی حالت تو خط سے بھی زیادہ کمزور ہے کہ اس میں خبر بھیجنے والے کے دست و زبان میں سے کسی کی کوئی علامت نہیں ہوتی، جس کی بنیاد پر سمجھا جاسکے کہ اسی کا تار ہے، نیز اس میں خط کی بنسبت جھوٹ اور فریب دینا بہت آسان ہے، خط میں خط ملانا اور مہر بنانا تو کچھ مشکل ہے مگر تار میں تو کچھ دشواری نہیں، جو چاہے جس کے نام چاہے بھیج دے، نام و نسب کی کوئی تحقیق نہیں ہوتی تو ایسی خبر پر امور دینیہ کی بنا کیوں کر ہوسکتی ہے۔

سوم: بالفرض اگر نفس خبر صحیح بھی ہو تو خبر ملنے تک کے وسائط اس کے غیر معتبر ہونے کو کافی ہیں، کیوں کہ یہ خبر اصالۃً ہم تک نہیں پہنچتی، درمیان میں کئی واسطے ہوتے ہیں، خبر دینے والا تار والے سے اپنی بات بیان کردیتا ہے، وہ تار کو جنبش دیتا ہے اور مختلف کھٹکے لگاتا ہے، اس سلسلے میں ان کی اپنی اصطلاحیں ہوتی ہیں، مختلف طور طریقوں کو انھوں نے علامت حروف قرار دے رکھا ہے، ادھر تار والے جب کھٹکے لگاکر الگ ہوجاتے ہیں تو یہاں کے تار والے ان کھٹکوں پر نظر کرتے ہیں، اصطلاح کے مطابق ضروریات معلومہ سے جو چیز سمجھ میں آتی ہے یہ اسے تحریر کی شکل دیتے ہیں، اب یہ کاغذ کسی دوسرے کے سپرد ہوتا ہے جو ہم تک پہنچاتا ہے، اس طرح کئی واسطوں سے گزر کر ہم

تک پہنچتا ہے اور سلسلۂ سند تو مجہول عن مجہول عن مجہول ہے، ان سب وسائط کے نام تو درکنار ان کا شمار بتانا بھی مشکل ہوتا ہے، مزید برآں یہ کہ ان خدمات پر اکثر ہنود ہی معین ہوتے ہیں، جنہیں اسلامی احکام سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، اس قسم کے سلسلۂ سند میں تو کوئی موضوع حدیث بھی مروی نہیں پھر ایسی خبر پر شرعی امور کی بنیاد کیوں کر ہو سکتی ہے۔

چہارم: دوسرے شہر سے خط کے ذریعہ ثبوت پہنچانا صرف قاضی شرع کا حق ہے، جسے سلطان نے معاملات کے تصفیہ کے لیے مقرر کیا ہو، دوسرا کوئی خط کے ذریعہ شہادت نہیں دے سکتا حتیٰ کہ سلطان کا بھی خط مقبول نہیں تو غیر قضاۃ یہیں سے نکل گئے کہ کسی کو بھی بذریعہ خط شہادت کا حق نہیں، اب یہاں سوال یہ ہے کہ قاضی تار کے ذریعہ شہادت دے سکتا ہے کہ نہیں اور اس کے بھیجے ہوئے تار کے بموجب فیصلہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تو قاضی کے خط کو قبول کرنے کے سلسلے میں صراحت ہے کہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے خلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمایا ہے ورنہ قاعدے کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کا بھی خط مقبول نہ ہو اور یہ ایک ظاہر سی بات ہے کہ جو چیز خلاف قیاس ثابت ہوتی ہے اس کا اپنے محل سے تجاوز نہیں ہوتا اور دوسری جگہ اس کا ثابت کرنا سراسر باطل ہوتا ہے، لہٰذا خط کے قبول کرنے سے تار کے قبول کرنے کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، ائمہ دین نے تو یہاں تک صراحت فرمائی ہے کہ قاضی اگر اپنا آدمی بھیجے یا خود جا کر بیان کرے کہ میرے سامنے اس کی بابت شرعی گواہیاں گزریں تو یہ ہرگز قبول نہ ہوگا کیوں کہ اجماع صرف خط کے بارے میں منعقد ہوا ہے قاضی کا فرستادہ یا خود قاضی کا بیان اس سے جدا ہے، تو جب قاضی کے فرستادہ اور اس کے بیان کا یہ حال ہے پھر اس کے تار کی کیا حیثیت ہوگی اور جب قاضی کا تار یوں بے اثر ہے پھر اوروں کے تار کی کیا حقیقت۔

پنجم: قاضی شرع کا خط بھی صرف اسی وقت قبول ہے جب دو ثقہ مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں شرعی شہادت دیں کہ یہ خط اسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا

ہے، اس کے بغیر خط مقبول نہیں، اگرچہ تحریر پہچانی جاتی ہو، مہر بھی لگی ہو اور قاضی نے اپنے کسی خاص آدمی کی معرفت بھیجا ہو۔ اور تار کی حالت اس کے بالکل برخلاف ہے اس کے ساتھ کوئی گواہ نہیں ہوتا جو بیان کرے کہ فلاں قاضی نے ہمارے سامنے لکھا ہے یا تار دیا ہے۔[1]

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

---

(۱)۔فتاویٰ رضویہ :ج۴:ص ۵۲۳۔۵۲۷ ملخصا من رسالۃ ازکی الاھلال فیما احدث الناس فی امر الھلال

غایت تحقیق و تنقیح

امام احمد رضا قدس سرہٗ جب کسی مسئلہ سے متعلق تحقیق کرتے ہیں تو اس کے منتہا تک پہنچ جاتے ہیں اور اس کی آخری حدوں کو پار کر لیتے ہیں، اس میں مزید تحقیق اور گفتگو کی گنجائش نہیں چھوڑتے، آپ کے تحقیقی فتاوے اور مسائل کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم و حکمت کے سمندر ہیں جن کی اتھاہ گہرائیوں تک آپ نے رسائی حاصل کر لی ہے، فتاویٰ رضویہ کا یہ جہازی سائز اور اتنے سارے مجلدات میں غایت تحقیق و تنقیح کا بڑا اہم رول ہے، ورنہ آپ اگر صرف نفس مسئلہ کا حکم بیان فرماتے تو شاید یہ اتنا بڑا ضخیم علمی سرمایہ ہمارے پاس موجود نہ ہوتا، میری ان باتوں کی تصدیق کے لیے فتاویٰ رضویہ کے تحقیقی و تاریخی رسائل بھی شاہد عدل ہیں، نیز تحقیقی فتاوے بھی، تفصیل سے اجتناب اور اختصار کے پیش نظر ذیل میں ہم امام احمد رضا قدس سرہٗ کی غایت تحقیق و تنقیح کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں۔

(۱) اشیاے تیمم کی تعداد میں اضافہ

جن چیزوں سے تیمم کرنا درست ہے ان کی تعداد فقہاے احناف کی تصانیف میں چوہتر (۷۴) بیان کی گئی ہے لیکن جب امام احمد رضا قدس سرہٗ کے سامنے یہ مسئلہ آیا اور آپ نے اپنی تحقیق انیق کی جولانیاں دکھائیں تو فقہاے کرام کے منقولہ تعداد میں ایک سو سات (۱۰۷) چیزوں کا مزید اور اضافہ کیا کہ ان اشیاء سے بھی تیمم کرنا جائز و درست ہے، آپ نے جن چیزوں کا اضافہ فرمایا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

مزیدات رضویہ

(۱) خاک شفا (۲) مسجد کی دیوار (۳) مسجد کا کچا خواہ پکا فرش (۴) زمین جس پر شبنم پڑی ہے (۵) سخت زمین جس پر مینہ برس کر پانی نگل گیا (۶) گھڑا جس کے اندر پانی بھرا اوپر سے بھیگا ہوا (۷) کھریا مٹی (۸) ملتانی مٹی (۹) گلِ سرشوے سر دھونے کی مٹی سفیدی مائل بزردی خوشبو ہوتی ہے گلِ شیرازی وطین فارسی کہلاتی ہے (۱۰) گل خوردنی خالص سوندھی مٹی خوشبو خوش ذائقہ جسے طین خراسانی کہتے ہیں (۱۱) پنڈول (۱۲) پھوڑی مٹی کہ چکنی کے مقابلے ہے لس نہیں رکھتی ہے جلد بکھر جاتی ہے (۱۳) کاٹھیاوار میں سنکر کی مٹی کہ سونے کی مثلی ہوتی ہے (۱۴) چولہے کی بھٹ (۱۵) تنور کا پیٹ (۱۶) دیوار کی لونی (۱۷) ندی کنارے کا گیلا ریتا (۱۸) بالو۔ بھاڑ کا ریتا (۱۹) سراب کہ دور سے پانی نظر آتا ہے (۲۰) ریگ روان کہ پانی کی طرح بہتا ہے (۲۱) دیگچیوں کا تلا جس پر پاک لیوا چڑھا ہے اگرچہ آنچ کھا چکا ہے (۲۲) درختوں کا تنہ جس پر ابلے نے مٹی چڑھا دی خشک ہونے پر تیمم کیا جائے (۲۳) سانپ کی بانبی (۲۴) کنکر مٹی ہے کہ مجر ہو جاتی ہے (۲۵) کھرنجا (۲۶) پکی سڑک جبکہ نئے بنے ہوں ان پر لید، گوبر، پیشاب وغیرہ نہ پڑی ہو (۲۷) ریہ کہ ایک قسم کی نمکین خاک ہے (۲۸) سنجی چینی کے برتن جبکہ ان پر غیر جنس کا روغن نہ ہو (۲۹) گندھک کے برن پیالے وغیرہ (۳۰) مٹی کے کھلونے جن پر غیر جنس کی رنگت نہ ہو (۳۱) غلیل کے غلے اگرچہ ان میں روئی وغیرہ کا خلط ہو جبکہ مٹی غالب ہو (۳۲) پتھر کی بجری کہ قدرتی پتھروال کے برابر ہے (۳۳) سیمنٹ ایک پتھر ہے پھُنکا ہوا (۳۴) ہرونجی دیواروں پر سرخ رنگ میں کام آتی ہے (۳۵) سیل کھری اس سے دیوار پر سفید چمکدار چکنی قلعی ہوتی ہے (۳۶) گٹی کہ عمارت کے کام کا چونا ہے (۳۷) کالا چونا یہ بھی کارِ عمارت میں آتا ہے (۳۸) گٹا پکی اینٹ توڑ کر کالا چونا اور گٹی ملاتے ہیں (۳۹) صندلہ گٹی اور سرخی ملا کر (۴۰) قلعی کا سفیدہ جس سے دیوار پر سفیدی ہوتی ہے (۴۱) کہگل کی دیوار (۴۲) جس درو دیوار یا پتھر پر صندلہ پھرا ہو (۴۳) یا سیمنٹ

پھرا ہوا (۴۴) جس درو دیوار پر بالو تر ہو (۴۵) جن پر بادامی (۴۶) لاکھی (۴۷) سرخ (۴۸) سبز (۴۹) زرد (۵۰) دھانی (۵۱) آسمانی (۵۲) کتھی (۵۳) زنگاری (۵۴) خاکی (۵۵) فاختی (۵۶) پیازی (۵۷) فیروزی رنگتیں ہوں (۵۸) پکی قبر کہ وہاں ظن نجاست نہیں (۵۹) سنگ مرمر (۶۰) سنگ موسیٰ (۶۱) سنگ سپید (۶۲) سنگ سرخ (۶۳) چوکا، گہرا سبز (۶۴) سنگِ ستارہ سرخی مائل بہت چمکدار ذرے ذرے نمایاں (۶۵) گئونتی سپید نیلگوں جھلکدار، اس کے نگینے بھی بنتے ہیں (۶۶) حجر الیہود (۶۷) مقناطیس (۶۸) سنگ سماق جس کے کھرل مشہور ہیں (۶۹) سان (۷۰) سلی (۷۱) کرنڈ (۷۲) کسوٹی (۷۳) چقماق (۷۴) ریل کا کوئلہ کہ پتھر ہے (۷۵) سلیٹ (۷۶) ترکستان کا وہ پتھر کہ لکڑی سا جلتا ہے (۷۷) شام شریف کا وہ پتھر کہ آگ میں ڈالے سے لپٹ دیتا ہے (۷۸) صقبہ کا وہ پتھر کہ گرم پانی سے مشتعل ہوتا اور تیل سے بجھتا ہے (۷۹) حجر الفتیلہ جس کی بتی بنا کر جلاتے ہیں (۸۰) بلور معدنی پتھر ہے (۸۱) سنگ جراحت (۸۲) لاجورد (۸۳) زہر مہرہ (۸۴) مہرہ مار کہ معدنی ہوں (۸۵) دریائی توتیا (۸۶) الماس یعنی ہیرا (۸۷) لعل (۸۸) نیلم (۸۹) پکھراج (۹۰) یشب (۹۱) گئوسیدک چمکدار جواہر سے ہے (۹۲) سنگِ شجری درخت کی سی جھلکتی ہے (۹۳) سنگ سنہرا مشابہ پکھراج (۹۴) بُسدؔ کہ مستقل پتھر ہے (۹۵) دہنج یعنی دہنہ فرندی جسے لوگ دہن فرنگ بولتے ہیں (۹۶) عین المر یعنی لہسنیا (۹۷) جزع یعنی مہرہ یمانی (۹۸) دانہ سلیمانی (۹۹) سبز (۱۰۰) خاکی (۱۰۱) سنہری ہڑتال (۱۰۲) توسیل (۱۰۳) بٹا (۱۰۴) چکی کے پاٹ (۱۰۵) تولنے کے باٹ کہ پتھر کے ہوں (۱۰۶) کھرل کیوں نہ معدود ہوں (۱۰۷) ابرک

اسی طرح جن چیزوں سے تیمم کرنا درست نہیں ان کی تعداد فقہائے کرام سے کتب سابقہ میں اٹھاون (۵۸) منقول تھیں لیکن امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں ان پر بہتر (۷۲) چیزوں کا مزید اپنی تحقیق سے اضافہ کیا، آپ نے جن چیزوں کا اضافہ کیا وہ حسب ذیل ہیں:

مزیدات رضویہ

(۱) زمین یا پہاڑ جس پر دوب اُگی ہے (۲) جس پر برف جمع ہوا ہو (۳) جس کا برف پگھل کر بہہ رہا ہو (۴) جس پر مینہ برس رہا ہو (۵) جس پر مینہ برس کر کھل گیا مگر پانی جاری ہے (۶) پکا فرش یا دیوار جس پر کاہی جمی ہے (۷) باورچی خانہ کی دیوار کہ لُجھی پھری ہے (۸) وہ زمین جس پر کسم کی لُجھی پھری ہے (۹) مٹی کا چراغ جس پر کانٹھ چڑھی ہے (۱۰) گلِ حکمت کہ مرکب نسخہ ہے (۱۱) رام پور چینی کی مٹی پر مسالا ہے (۱۲) تام چینی کی ٹین اور مسالا ہے (۱۳) وہ پچی چینی (۱۴) مٹی کے کھلونے جن پر غیر جنس کا روغن ہے (۱۵) وہ نورہ (۱۶) گلِ خوردنی (۱۷) غلیل کے غلے جن میں غیر جنس مقدار میں کم نہیں (۱۸) پارے کا کٹورا (۱۹) پارے کا کشتہ (۲۰) سونے چاندی، رانگ کسی دھات کا کشتہ (۲۱) شبہ مصنوع یعنی پیتل (۲۲) کانسا (۲۳) بھرت (۲۴) نکل (۲۵) جرمن سلور (۲۶) لکڑی وغیرہ کسی غیر جنس ارض کا کوئلہ (۲۷) شورہ (۲۸) نوشادر (۲۹) سُہاگا (۳۰) پھٹکری (۳۱) زاج اخضیر ہندی یعنی نیلا تھوتھا (۳۲) بورہ ارمنی (۳۳) کہربا جس کی تسبیح ہوتی ہے (۳۴) سفیدہ کاشغری کہ قلعی کا سپیدہ ہے (۳۵) کاجل کہ پارا جاتا ہے (۳۶) طباشیر بانس کی رطوبت ہے کہ جم جاتی ہے (۳۷) سیندور رانگ اور سفیدہ سے بنتا ہے (۳۸) شنجرف مصری (۳۹) سنجرف شامی (۴۰) شنجرف مہوسان (۴۱) شنجرف ہندی (۴۲) شنجرف رمانی (۴۳) شنجرف رومی (۴۴) لوبان (۴۵) اگر (۴۶) مولی کا نمک (۴۷) سجی کہ ایک گھاس کا کھار ہے (۴۸) لیموں کا ست (۴۹) نباتات کے اڑائے ہوئے جوہر (۵۰) جلا کر نکالے ہوئے نمک (۵۱) کانچ (۵۲) سیپ (۵۳) گھونگھا (۵۴) سنکھ (۵۵) خرمہرہ (۵۶) سیپ کا چونا (۵۷) توتیا (۵۸) مہرہ (۵۹) مارکہ کے مصنوع ہوں (۶۰) سنکھیا مشہور زہر (۶۱) وہ پتھر کہ پہاڑی بکری (۶۲) بندساہی کہ سروجوف میں بنتے ہیں (۶۳) سنگ ماہی پتھر چٹے کے سر میں ایک مچھلی ہے (۶۴) گوُدہن گائے کے بدن میں (۶۵) مار مہرہ سانپ کے سر میں جسے من کہتے ہیں (۶۶) سنگ قمر جبال مغرب

میں چٹانوں پر اس گر کر جم جاتی ہے (۶۷) جس چٹان پر دہ جمی ہوئی ہو اس پر بھی نہیں (۶۸) سنگ گردہ (۶۹) سنگ مسانہ کہ یہ دونوں آدمی کے بدن میں بنتے ہیں (۷۰) سنگ بصری (۷۱) سنگ راسخ جلا ہوا تانبا (۷۲) سنگ سبویہ یہ ایک قسم کے بیج ہیں سختی کے سبب سنگ کہلاتے ہیں۔

چنانچہ اس پورے مسئلہ کی تحقیق کے بعد آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

”یہ تین سو گیارہ چیزوں کا بیان ہے، ۱۸۱ سے تیمم جائز جن میں ۷۴ منصوص (کتب سابقہ میں بیان کی گئی) اور ۱۰۷ ازیادات فقیر اور ۱۳۰ سے ناجائز جن میں ۵۸ منصوص (کتب سابقہ میں بیان کی گئی) اور ۷۳ زیادات فقیر، ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا جب کہ زیادات در کنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا۔ [۱]

(۲) حلال جانور کے حرام اجزا میں اضافہ

جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کے جسم کا بعض حصہ مستثنیٰ بھی ہے یا بالکلیہ سب حلال ہیں، حدیث شریف میں سات چیزوں کے استثنا کی صراحت کی گئی اور وہ یہ ہیں: (۱) مرارہ یعنی پتہ (۲) مثانہ یعنی پھکنا (۳) حیا یعنی فرج (۴) ذکر (۵) انثیین (۶) غدہ (۷) دم یعنی خون مسفوح جیسا کہ بیہقی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”یکرہ من الشاۃ سبعا المرارۃ والمثانۃ والحیا والذکر والانثیین والغدۃ والدم وکان احب الشاۃ الیہ مقدمہا“ .اھ. [۲]

اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ بیان حصر مقصود نہیں، اس لیے فقہائے کرام نے پانچ کا اور اضافہ کیا (۸) نخاع الصلب یعنی حرام مغز (۹) گردن کے دو پٹھے جو شانوں تک ممتد ہوتے ہیں (۱۰) خون جگر (۱۱) خون طحال (۱۲) خون گوشت یعنی دم مسفوح نکل

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۷۰۱ باب التیمم

(۲)۔ المعجم الاوسط: ج ۱۰: ص ۲۱۷: بحوالہ فتاویٰ رضویہ

جانے کے بعد جو خون گوشت میں رہ جاتا ہے وہ بھی حرام ہے۔

بحر المحیط میں ہے:

"الغدد والذکر والانثیان والمثانة والعصبان اللذان فی العنق والمرارة والقصید مکروه". اه ملخصا.

جامع الرموز میں اس کے بعد ہے:

"وکذا الدم الذی یخرج من اللحم والکبد والطحال".(۱)

ذبائح الطحاوی میں ہے:

"الذکر والانثیان والمثانة والعصبان اللذان فی العنق والمرارة تحل مع الکراهة وکذا الدم الذی یخرج من اللحم والکبد والطحال دون الدم المسفوح وهل الکراهة تحریمیة اوتنزیهیة قولان. اه.(۲)

یہاں تک تو فقہاے کرام کی تصریحات تھیں لیکن امام احمد رضا قدس سرہ نے جن اجزاے ممنوعہ کا استخراج فقہا نے نہ کیا تھا آپ نے مزید ایسے دس اجزا کا اضافہ کر کے ان کا بھی حکم شرعی بیان فرمایا، اس سے امام احمد رضا قدس سرہ کی وسعت نظر اور قوت استنباط کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اور نیز ساتھ میں آپ نے وہ دلائل بھی پیش کیے ہیں جن کی روشنی میں ان اشیا کا استخراج کیا، آپ فرماتے ہیں:

علما کی ان زیادات سے ظاہر ہو گیا کہ سات میں حصر مقصود نہ تھا، بلکہ باتباع نظم حدیث ونص امام ان پر اقتصار واقع ہوا اور خود ان علماے زائدین نے بھی قصدِ استیعاب نہ فرمایا یہ امر انہیں عبارات مذکورہ سے ظاہر اور اس پر دوسری واضح دلیل یہ ہے کہ جگر وطحال اور گوشت کے خون گنے اور (۱۳) خون قلب چھوڑ گئے حالانکہ وہ ان کے مثل ہے

---

(۱)-جامع الرموز بحوالہ محیط کتاب الذبائح ج۳: ص ۳۵۱

(۲)-حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ج۴: ص ۱۵۷

یہاں تک کہ عتابیہ و خزانہ اور قنیہ وغیرہ میں اس کی نجاست پر جزم کیا۔

حلیہ میں ہے:

"فی القنیة دم قلب الشاة نجس والیه مال صاحب الهدایة فی التجنیس وفی خزانة الفتاویٰ دم القلب نجس ودم الکبد والطحال لا".[1]

رحمانیہ میں ہے:

"وفی العتابیة دم القلب نجس ودم الکبد والطحال لا"اھ.

نیز عدم حصر پر ایک دلیل قاطع یہ ہے کہ عامۂ کتب میں دم مسفوح اوران کتابوں میں دم لحم وطحال وکبد کو شمار کیا تواس سے واضح کہ کلام اعضا سے اخلاط تک متجاوز ہوا اور بے شک اخلاط سے (۱۴) "مِرہ" بھی ہے یعنی وہ زرد پانی کہ پتے میں رہتا ہے جسے صفرا کہتے ہیں اور ہمارے علما کتاب الطہارۃ میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس کا حکم مثل پیشاب کے ہے بلکہ بعض نے تو مثل خون کے ٹھہرایا۔

درمختار میں ہے: "مرارة کل حیوان کبوله"،اھ.[2]

حلیہ میں ہے:

"قیل مرارة الشاة کالدم وقیل کبولها خفیفة عندهما طاهرة عند محمد".اھ.[3]

بہر حال کھانااس کا بے شک ناجائز ہے،کماهو المذهب فی البول،باوجود اس کے یہاں شمار میں نہ آیا،یوں ہی اخلاط سے (۱۵) بلغم ہے کہ جب براہ بینی (ناک) مندفع ہو جیسے بھیڑ وغیرہ میں مشاہد ہے،اسے عربی میں مخاط اور فارسی میں آب بینی کہتے ہیں،اس کا کھانا بھی یقیناً ناجائز یہ بھی یہاں غیر معدود اور من جملۂ دماء (۱۶) علقہ یعنی وہ

---

(۱)-حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی مطبوعہ مجلس برکات مبارکپور

(۲)-درمختار باب الاستنجا۔ج۱:ص۵۷

(۳)-حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

خون بھی ہے جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے منجمد ہو کر علقہ نام رکھا جاتا ہے وہ بھی قطعاً حرام۔

ردالمحتار میں ہے:

"العلقة والمضغة نجسان كالمنى".اھ[1]

یوں ہی، (۱۷) دبر یعنی پاخانہ کا مقام (۱۸) کرش یعنی اوجھڑی (۱۹) امعا یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں، بے شک دبر فرج وذکر سے اور کرش وامعامثانہ سے اگر خباثت میں زائد نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں، فرج وذکر اگر گزر گاہ بول ومنی ہیں، دبر گزر گاہ سرگین ہے، مثانہ اگر معدن بول ہے شکنبہ وروده مخزنِ فرث ہیں، اب خواہ اسے دلالۃ النص سمجھا جائے یا اجراے علت منصوصہ۔

رحمانیہ میں ہے:

"فى الينابيع كره النبى ﷺ من الشاة سبعة اشياء الذكر والانثيين والقبل والدبر والغدة والمثانة والدم. قال ابوحنيفة: الدم حرام بالنص والستة نكرهها لانها تكرهها الطبائع"،اھ.

(۲۰) وہ گوشت کا ٹکڑا جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے جسے مضغہ کہتے ہیں، اجزاے حیوان سے ہے اور وہ بھی بلاشبہہ حرام عام ازیں کہ وہ مخلقہ ہو یا غیر مخلقہ یعنی ہنوز اس میں اعضا کی کلیاں پھوٹی ہوں یا صرف لوتھڑا ہو۔

ہدایہ میں ہے:

"فى الجنين التام الخلقة انه جزء من الام حقيقة لانه متصل بها حتى يفصل بالمقراض الخ"[2]

(۲۱) ہمارے امام اعظم کے نزدیک بچہ تام الخلقہ بھی کہ من وجہ جز حیوان ہے حرام ہے خواہ اس کے پوست پر بال آئے ہوں یا نہیں مگر جب کہ زندہ نکلے اور ذبح کر لیں۔

---

(۱)- ردالمحتار کتاب الطہارۃ: مطبوعہ بیروۃ: ج۱: ص۲۰۸

(۲)- ہدایہ کتاب الذبائح: ج۴: ص۴۳۸

ہدایہ میں ہے:

"من نحر ناقة او ذبح بقرة فوجد فی بطنها جنینا میتا لم یوکل اشعر او لم یشعر"اھ

(۲۲)یوں ہی نطفہ بھی حرام ہے خواہ نر کی منی مادہ کے رحم میں پائی جائے یا خود اسی جانور کی منی ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

"فی البحر والتتارخانیة ان منی کل حیوان نجس".اھ.

فرماتے ہیں: اب سات کے سہ گونہ سے بھی عدد بڑھ گیا اور ہنوز اور زیادات ممکن وہ سات اشیا حدیث میں آئیں اور پانچ چیزیں کہ علما نے بڑھائیں اور دس کہ فقیر نے زیادہ کیں، ان بائیس (۲۲) مسائل اور باقی فروع وتفاریع سب کی تفصیل تام وتحقیق تمام فقیر کے رسالہ "المنح الملیحة فیما نهی من اجزاء الذبیحة" میں دیکھی جائے۔[1]

(۳)اذان مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تحقیق

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں بذات خود اذان دی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علمائے کرام کے دو قول ہیں:

(۱) آپ نے ایک مرتبہ بذات خود اذان دی ہے جیسا کہ امام ترمذی کی روایت سے ثابت ہے۔ (۲) آپ نے بذات خود کبھی اذان نہیں دی ہے اور امام ترمذی کی روایت میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف اذان کی اسناد ہے وہ اسناد مجازی ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں: عام طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے یا نہیں؟ امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دوران سفر خود اذان دی اور صحابہ کو نماز پڑھائی، امام نووی نے اس پر جزم کرتے ہوئے اسے قوی قرار دیا لیکن اسی طریق سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے بلال کو

---

(۱)۔فتاوی رضویہ: ج۸: ص ۳۲۴ تا ۳۲۷

حکم دیا توانہوں نے اذان کہی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اوران کے قول "اَذَّنَ" کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے حضرت بلال کواذان کا حکم دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا موقف یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بذات خود اذان نہیں دی ہے اور امام ترمذی کی روایت میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اذان کی اسناد ہے وہ اسناد مجازی ہے۔

لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اذان دی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن حجر مکی کی کتاب "تحفہ" میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں ایک دفعہ اذان دی اور کلمات شہادت یوں کہے "اشھد انی رسول اللہ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اگر آپ نے بذات خود اذان نہ دی ہوتی توروایت میں "اشھد انی رسول اللہ" کی بجائے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کے الفاظ وارد ہوتے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

عنقریب صفات نماز کے تحت ذکر تشہد میں تحفہ امام ابن حجر مکی سے آرہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں ایک دفع اذان دی تھی اور کلماتِ شہادت یوں کہے "اشھد انی رسول اللہ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور ابن حجر نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور نص مفسر ہے جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور اس سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی اور تقویت ملتی ہے۔ [1]

(۴) مرغی کی قے کی تحقیق

امام احمد رضا قدس سرہ سے مرغی کی قے اور جن جانوروں کی بیٹ پلید ہے ان جانوروں کی قے کے تعلق سے ایک دفعہ سوال ہوا، آپ نے اس کے جواب میں نہایت جامع اور نفیس تحقیق قلمبند فرمایا جو لائق مطالعہ اور قابل حفظ ہے، ذیل میں جواب کا خلاصہ نذر قارئین ہے:

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ: ج ۲: ص ۳۸۸، ۳۸۷

ہر جانور کی قے اس کی بیٹ کا حکم رکھتی ہے یعنی جس کی بیٹ پاک ہے اس کی قے بھی پاک ہے جیسے چڑیا یا کبوتر اور جس کی بیٹ نجاست خفیفہ، اس کی قے بھی نجاست خفیفہ جیسے باز یا کوّا، اور جس کی بیٹ نجاست غلیظہ ہے اس کی قے بھی نجاست غلیظہ جیسے بط یا مرغی۔

اور قے سے مراد وہ کھانا پانی وغیرہ ہے جو پوٹے سے باہر نکلے کہ جس جانور کی بیٹ ناپاک ہے اس کا پوٹا معدن نجاسات ہے پوٹے سے جو چیز باہر آئے گی خود نجس ہوگی یا نجس سے مل کر آئے گی بہر حال مثل بیٹ نجاست رکھے گی خفیفہ میں خفیفہ، غلیظہ میں غلیظہ بخلاف اس چیز کے جو ابھی پوٹے تک نہ پہنچی تھی کہ نکل آئی، مثلا مرغی نے پانی پیا ابھی گلے ہی میں تھا کہ اچھولگا اور نگل گیا، یہ پانی بیٹ کا حکم نہ رکھے گا، لانہ ما استحال الی نجاسۃ ولا لاقی محلھا بلکہ اسے جھوٹے کا حکم دیا جائے گا کہ اس کے منہ سے مل کر آیا اس جانور کا جھوٹا نجاست غلیظہ یا خفیفہ یا مشکوک یا مکروہ یا طاہر جیسا ہوگا ویسا ہی اس چیز کو حکم دیا جائے گا جو معدہ تک پہنچنے سے پہلے باہر آئی، ملخصًا۔

جن فقہی عبارتوں سے امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس تحقیق کا استنباط کیا ہے وہ یہ ہیں:

در مختار میں ہے: مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ۔

ہر جانور کا پِتّا اس کے پیشاب کی طرح ہے اور اس کی جگالی گوبر کے حکم میں ہے۔

کتاب التجنیس والمزید میں ہے: لانہ واراہ جوفہ، کیوں کہ اس کے پیٹ نے اسے چھپالیا۔

در مختار میں ہے:

ینقضہ قئ ملأ فاہ من مرۃ أو طعام أو ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر وھو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ وھو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ولو ھو فی المرئ فلا نقض اتفاقا، اھ ملخصا.

صفرا یا کھانے یا پانی کی منہ بھر قے وضو کو توڑ دیتی ہے جب وہ معدے تک پہنچ جائے اگرچہ وہاں نہ ٹھہرے اور وہ نجاست غلیظہ ہے اگرچہ دودھ پیتے وقت بچہ قے کرے اور یہی صحیح ہے کیوں کہ اس کا نجاست سے اختلاط ہو جاتا ہے اور اگر چیز معدے تک نہ پہنچی بلکہ ابھی نرخرے میں ہی تھی کہ واپس آگئی تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اھ ملخصا۔

یہ ایسی تحقیق ہے جو اب تک کسی بھی کتاب میں اتنی صراحت کے ساتھ منقح و مصفیٰ طور پر بیان نہیں کی گئی ہے یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا ہی طرۂ امتیاز ہے، بطور تحدیث نعمت خود ہی فرماتے ہیں:

اقول: أتقن هذا التحقيق النفيس فلعلك لا تجده مصرحا به في متداولات الاسفار وانما استنبطناه بحمدالله من كلمات العلماء استنباطا واضحا كالصبح حين الاسفار. اه.

اقول: اس نفیس تحقیق کو حفظ کر لو شاید تم اسے بڑی کتابوں میں بھی صراحت کے ساتھ نہ پاؤ بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اس کا علمائے کرام کے کلام سے صبحِ روشن کی طرح استنباط کیا ہے۔[1]

* * * * *

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج۲ ص ۵۴

حل اشکالات و توضیح مبہمات

پیچیدہ مقامات کی توضیح وتشریح اور مشکلات و مبہمات کی تنقیح و تبیین کتنا اہم، دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا متقاضی ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں، امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس مشقت خیز امر کو بھی کمال مہارت کے ساتھ سرفراز فرمایا فقہاے سلف کے کلام میں جہاں خفا و ابہام رہ گیا تھا، آپ نے ان کو روشن فرمایا اور جن دقیق نکات کی طرف ان کی توجہ نہ ہو سکی تھی آپ نے ان کی طرف لطیف اشارہ بھی فرمایا اس ضمن میں بے شمار مثالیں آپ کے فتاویٰ میں موجود ہیں، یہاں پر کچھ شواہد تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱) منی آرڈر کا جواز اور رشید احمد گنگوہی کے شبہ کا ازالہ

منی آرڈر کو رشید احمد گنگوہی نے محض قرض سمجھ کر ناجائز قرار دیا اور کہا کہ فیس کی زیادتی ربا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ ”المنی والدرر لمن عمد منی اٰدر“ میں اس پر سخت نکیر فرمائی ہے اور متعدّد وجوہ سے منی آڈر کے جواز پر دلیلیں فراہم کی ہیں اور کئی شبہات کا ازالہ بھی فرمایا ہے اس پر ایک اشکال یا شبہہ یہ بھی ہے کہ جس طرح ہنڈی ناجائز ہے اسی طرح منی آڈر بھی ناجائز ہونا چاہیے کیوں کہ دونوں ہی باہر روپئے بھیجنے کے طریقے ہیں، اشکال کی تقریر اعلیٰ حضرت کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

ان مفتیان زمانہ کے خیالات تو محض اباطیل مہملہ و مہملات باطلہ جن کی حاجت بھی نہ تھی مگر اس تقریر منیر سے بحمد اللہ سبحانہ وتعالیٰ وہ شبہہ بھی حل ہو گیا جسے نظر فقہی سے علاقہ ہے اور بادی النظر میں خادم فقہ کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے یعنی سفاتج پر منی آڈر کا

قیاس، ہمارے علمائے کرام نے سفتجہ یعنی ہنڈوی کو ناجائز رکھا کہ ہر مقرض اس قرض دینے سے سقوط خطر طریق کا استفادہ کرتا ہے اور وہ فضل خالی عن العوض ہے کہ بر بنائے قرض اس نے حاصل کیا ''وکل قرض جر منفعة فهو ربا''۔ بظاہر منی آڈر و ہنڈوی دونوں دوسری جگہ روپیہ بھیجنے کے طریق ہیں جس کے باعث نظر دھوکا کھاتی ہے کہ دونوں کا حال ایک ہے۔

اس تقریر اعتراض کے بعد امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ہنڈی اور منی آڈر کے درمیان فرق کرکے اس شبہہ کا نہایت ہی نفیس جواب عنایت فرمایا ہے جواب سے پہلے ہنڈی کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

اگر کسی کو ایک ملک سے دوسرے ملک روپئے بھیجنے کی ضرورت ہو تو اس شہر میں ہنڈی والے کو روپیہ دے دیتے ہیں اور وہ دوسرے شہر یا ملک میں اپنے نمائندہ کے ذریعہ متعیّنہ اجرت کے ساتھ اس جگہ روپئے بھجوادیتا ہے جہاں مرسل کی ضرورت ہو چناں چہ ردالمحتار میں ہے:

صورتها ان یدفع الیٰ تاجر مالا قرضا لیدفعه الیٰ صدیقه وانما یدفعه قرضا لا امانة لیستفیدبه سقوط خطر الطریق وقیل :هی ان یقرض انسانا لیقضیه المستقرض فی بلد یر یده المقرض یستفیدبه سقوط خطر الطریق ،کفایة.

اس صورت میں ''کل قرض جر منفعة فهو ربا'' صادق آرہا ہے کیوں کہ اس میں مقرض کا سراسر نفع ہے اس لیے کہ اگر روپئے راستے میں ضائع ہو جائیں تو ہنڈی والے کو بدل دینا ہوگا اور مقرض راستے کے خطروں سے بھی مامون ہے اور قرض دینے والے کو قرض پر جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے ،اور یہ صورت منی آڈر میں نہیں پائی جاتی بلکہ مستقرض ڈاک خانہ استقراض سے نفع اٹھاتا ہے نہ کہ مقرض منی آڈر کرنے والا اقراض سے نفع اٹھا رہا ہے۔

جواب کی تقریر امام احمد رضا قدس سرہٗ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

اگر ذرا تامل کو کام میں لائے تو آفتاب روشن کی طرح متجلی ہو کہ ان میں باہم زمین و آسمان کا فرق ہے، ہنڈوی محض قرض ہے اور اس میں قرض دینا خاص مرسل کی غرض اور اس کے ذریعہ سے اسے سقوط خطر کی منفعت حاصل، تو کل قرض جر منفعۃ فہو ربا بلا شبہ صادق، ہنڈوی کرنے والوں کی کوٹھیاں داد دست دہی کے لیے موضوع ہیں، نہ اجیر بننے کے لیے۔ مرسل اگر مال قرض نہ دیتا امانت رہتا اور بحال ہلاک تاوان نہ پاتا فلہٰذا قرض دیتا ہے اور اس سے یہ نفع حاصل کرتا ہے۔ (۱)

ہنڈی کی تفسیر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

بخلاف ڈاک خانہ کہ اجیر مشترک کی دکان ہے اور اس کی وضع ہی اجیر بننے کے لیے ہے جو فیس دی جاتی ہے یقیناً اجرت ہے اور اقرار ذمہ داری اور ان اقوال مفتی بہا کی بنا پر حکم شرعی و صحیح و مقبول ہی لزوم ضمان کے لیے کافی ووافی، مرسل کی غرض نفس عقد اجارہ سے حاصل اور صرف اسی قدر افادہ سقوط خطر کے لیے متکفل، قرض دینے سے اس کی کوئی غرض اصلاً متعلق نہیں، نہ اس کا فائدہ اس کی طرف راجع، فرض کیجیے اگر ڈاک خانہ زر منی آرڈر بعینہ بھیجا کرتا تو اس کا کیا حرج تھا کہ اسے تو روپیہ بھیجنے سے کام ہے اور اگر وہ راہ میں جاتا رہتا تو اس کا کیا نقصان تھا کہ بحکم قرار داد یہ ضمان کا مستحق ہو چکا، بلکہ یہ ضابطہ تو بعض اوقات بھیجنے والوں کو الٹا نقصان دیتا کہ مصر و عرب و شام وغیرہ ممالک کو روپیہ بھیجے تو یہاں سے لندن جا کر ازاں جا کہ وہاں سکۂ سیم نہیں سکۂ زر سے تبدیل کیا جاتا اور اس پر بہت کچھ بٹّا لیا جاتا، غرض اس فرض قرض میں مرسلوں کا کوئی نفع نہیں ہاں اجراء یعنی اہالی ڈاک نے اپنی آسائش و تحفظ کے لیے یہ ضابطہ وضع کیا، ذمہ داری بیمہ و منی آرڈر دونوں میں تھی، مگر پارسل کا بند مال مہر میں لگا ہوا قابلیت تبدیل نہ رکھتا تھا، روپے میں یہ صورت میسر تھی اور شک نہیں کہ مال بھیجنے سے کاغذ بھیجنا آسان اور اس میں ان ذمہ داروں کے لیے خطر

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص: ۱۶، رضا اکیڈمی

طریق سے امان، لہذا یہ ٹھہرالیا کہ زرداخل کردہ یہیں رکھ کر وہاں لکھ بھیجیں گے، اگر بفرض غلط اس صورت میں ڈاک خانہ کو مستقرض ماناجائے تو اس میں مستقرض نے استقراض سے نفع اٹھایا، نہ کہ مقرض نے اقراض سے، اور مستقرض انتفاع بالقرض سے ممنوع نہیں تو یہاں "یدفعه قرضا یستفید به" صادق نہیں بلکہ "یاخذ قرض یستفید به" صادق، ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق۔[1]

(۲) بیع باطل کی تعریف اور علامہ شامی کے شبہ کا ازالہ

امام احمد رضا قدس سرہ نے بیع باطل کی تعریف یہ کی "وہ بیع جس کے نفس عقد یا محل میں خلل ہو"

خلل عقد جیسے مجنون کی بیع وشرا کہ اس کا قول شرعًا لاقول کے درجہ میں ہے، اور خلل محل جیسے مردار کی بیع کہ مردار مال ہی نہیں تو محل عقد بھی نہیں۔

اس کے بعد صاحب در مختار کا یہ قول نقل فرمایا:

"کل ما احدث خللا فی رکن البیع فھو مبطل" یعنی ہر وہ چیز جو رکن بیع میں خلل انداز ہو وہ بیع کو باطل کرنے والی ہے۔

اس پر علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ردالمحتار میں فرمایا:

"ھوالایجاب والقبول بان کان من مجنون او صبی لا یعقل فکان علیه ان یزید اوفی محله اعنی المبیع فان الخلل فیه مبطل بان کان المبیع میتة اوحرا اوخمرا کما فی البدایع".

یعنی رکن بیع وہ ایجاب وقبول ہے کہ اس میں خلل اس طور پر کہ وہ پاگل یا نہ سمجھ بچہ کی طرف سے صادر ہوں صاحب در مختار پر یہ ضروری تھا کہ "او فی محله" کا بھی اضافہ کرتے یعنی محل (بیع) میں خلل بھی مبطل بیع ہے بایں طور کہ مردار، آزاد یا شراب کی بیع ہو جیسا کہ بدائع میں ہے۔

---

(۱)۔فتاویٰ رضویہ: ج۱۱: ص ۱۷

صاحب در مختار نے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ رکن بیع میں جو مخل ہو وہ مبطل بیع ہے اس پر علامہ شامی نے یہ گرفت فرمائی کہ علامہ علاء الدین کو اتنا اور کہنا چاہیے تھا کہ جو چیز محل بیع میں خلل انداز ہو مثلاً مردار یا آزاد یا شراب کو مبیع بنائے تو یہ بھی مبطل بیع ہے کہ اول الذکر دونوں بالاتفاق مال نہیں ہیں اس لیے کہ مال کے لیے ضروری ہے کہ وہ قیمت والا ہو لوگ اس کی طرف رغبت کریں اور ضرورت کے وقت اس کا اٹھار کھنا ممکن ہو اور یہاں یہ ساری باتیں مفقود ہیں، اور ثانی الذکر مسلمانوں کے یہاں مال نہیں علامہ شامی کے اس کلام پر امام احمد رضا قدس سرہ کی جولانی فکر، وسعت نظر اور قلم کی عقدہ کشائی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

اقول: الایجاب حدث لا بدله من محل کالضرب لا وجود له بدون مضروب فاذا انعدم المحل بتطرق الخلل وجب انعدام الرکنین لانعدام ما یتعلقان به الا تری ان من قال: بعتك نجوم السماء وامواج الھواء واشعة الضیاء و قال الآخر: اشتریت لم یفھم ھذا ایجابا و لا قبولا فی الشرع الخ.

میں کہتا ہوں: ایجاب حدث ہے، جس کے وجود کے لیے محل کا موجود ہونا ضروری ہے، جیسا کہ ضرب کا وجود بغیر مضروب کے نہیں ہو سکتا، چنانچہ جب خلل کی راہ پانے کی وجہ سے محل معدوم ہو جائے تو دونوں رکنوں (ایجاب و قبول) کا معدوم ہونا واجب ہے اس سبب سے کہ جو ان کا متعلق ہے وہ معدوم ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے کہا میں تم سے آسمان کے تاروں، ہوا کی موجوں اور روشنی کی شعاعوں کو بیچا اور دوسرے نے کہا میں نے خریدا تو اس کو شرعاً ایجاب و قبول نہیں سمجھا جاتا اسی طرح قائل کا کہنا: میں نے تجھ سے اس آزاد کی بیع کی اور اس خون کو خریدا کیوں کہ مالیت کے منعدم ہونے کے بعد کوئی فرق نہیں. خلاصہ یہ کہ محل میں خلل رکن میں خلل کو واجب کرتا ہے تو گویا خلل رکن کے ذکر میں خلل محل بھی معاً مذکور ہوا ہاں اگر صاحب در مختار محل کا بھی ذکر

کردیتے تو زیادہ ظاہر اور واضح ہوتا۔[1]

یہاں امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس نکتہ کی جانب نظر فرمائی کہ ایجاب ہو یا قبول یہ امر حادث ہے اور حادث کے لیے کسی محل کا ہونا ضروری ہے، جس طرح ضرب، تنہا اس کا وجود بغیر مضروب کے نہیں ہو سکتا یوں ہی ایجاب کا وجود بھی بغیر محل کے نہیں ہو سکتا اور خلل کی وجہ سے جب محل معدوم ہو تو دونوں رکن بھی لامحالہ معدوم ہوں گے، اس کو یوں سمجھیں کہ کسی شخص نے کہا میں نے تجھ سے آسمان کے تاروں، ہوا کی موجوں اور روشنی کی شعاعوں کی بیع کی اور دوسرے نے قبول کرتے ہوئے کہا: میں نے خریدا، تو شرعًا ایجاب کا تحقق ہوا نہ قبول کا اس کی وجہ یہ ہے کہ محل عقد میں خلل واقع ہوا ہے، کہ ہوا کی موج آسمان کے ستارے اور روشنی کی شعاعیں مال کے قبیل سے ہیں ہی نہیں جب کہ بیع کے لیے ضروری ہے کہ وہ مال متقوم ہو جب محل کا وجود نہیں ہوا تو ایجاب و قبول کا بھی وجود نہیں ہوا، اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ محل میں خلل رکن میں خلل کا موجب ہے، تو جب رکن بیع میں خلل کا ذکر ہو گیا تو اس کے تحت ہر خلل آ گیا خواہ وہ خلل رکن میں براہ راست ہو یا بالواسطہ، جیسے محل میں خلل کی وجہ سے رکن میں بھی خلل آ گیا، تو گویا صاحب در مختار کے کلام میں معنوی طور پر محل بیع میں خلل کا ذکر بھی موجود ہے، ہاں! اگر خللِ محل کا ذکر بھی کر دیا جاتا تو اور واضح ہو جاتا، اس سے آپ کی دقت نظر بخوبی عیاں ہوتی ہے۔

(۳) قرآن حکیم کی روایت بالمعنیٰ کے عدم جواز پر اشکال اور اس کا حل

روایت حدیث کے دو طریقے ہیں۔(۱) روایت باللفظ، یعنی جو کلمات حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے صادر ہوئے روایت کرنے میں ان الفاظ کی مکمل رعایت کرنا۔(۲) روایت بالمعنیٰ۔ یعنی حدیث پاک کے مفہوم و مقصود کو عربی زبان

---

(۱)۔فتاویٰ رضویہ: ج ۷: ص ۲۸

میں اپنے ہی الفاظ میں بیان کرنا۔ روایت باللفظ کے جواز بلکہ استحسان پر سب کا اتفاق ہے۔ روایت بالمعنیٰ کے بارے میں گو کہ اختلاف ہے تاہم جمہور علمائے کرام جواز ہی کے قائل ہیں اور یہی ائمۂ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب مہذب ہے۔ اس مقام پر ایک مستفتی نے یہ اشکال پیش کیا کہ اس کی روشنی میں تو قرآن حکیم کی بھی روایت بالمعنیٰ جائز ہونا چاہیے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس اشکال کا یہ حل پیش فرمایا کہ حدیث اور قرآن میں فرق ہے۔ حدیث کا مفہوم گو کہ تعبدی ہے مگر اس کے الفاظ تعبدی نہیں، اس لیے اگر الفاظ حدیث کی رعایت نہ ہو سکے مگر مفہوم ادا ہو جائے تو جائز ہے۔ جب کہ قرآن حکیم کے نظم و حکم دونوں تعبدی ہیں۔ اس لیے اس کی روایت بالمعنیٰ جائز نہیں۔ اب یہ مبارک و مسعود گفتگو خود امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں! آپ فرماتے ہیں:

روایت حدیث کے دونوں طریقے ہیں، روایت باللفظ، روایت بالمعنیٰ، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تحدیث بالمعنیٰ کی اجازت فرمائی ہے، قرآن عظیم کے نظم کریم و حکم عظیم دونوں کے ساتھ تعبد ہے اس میں نقل بالمعنیٰ جائز نہیں، حدیث کے حکم کے ساتھ تعبد ہے، جو الفاظ کریمہ جوامع الکلم سے ارشاد ہوئے ہیں وہ بعینہا منقول ہیں اور باقی میں لفظ پر اقتصار موجب ضیق و عسر تھا، اور اللہ عز و جل فرماتا ہے: ”وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ“۔[1]

* * * * *

(۱)۔فتاویٰ رضویہ: ج ۱۲: ص ۲۰۸

کثرت دلائل وشواہد

ایک فقیہ کے لیے تمام مسائل میں مکمل اور مفصل دلائل سے واقف ہونا ضروری ہے اگر دلائل کی قوت اور ندرت استنباط ایک فقیہ کی بصیرت پر روشن دلیل ہیں تو دلائل کی کثرت اس کے علم کی وسعت اور ہمہ گیری کا واضح نشان ہے، دلائل ہی سے ایک فقیہ کی شان تفقہ ظاہر ہوتی ہے، لہٰذا اس حیثیت سے جب ہم امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فتاوے پر نظر دوڑاتے ہیں تو آپ کتاب وسنت سے استنباط کرنے میں ایک صاحب بصیرت فقیہ نظر آتے ہیں، آپ کے فتاوے میں مراجع اور حوالوں کا انبار لگا رہتا ہے، ان حوالوں سے جہاں بیان کردہ مسئلہ کی تائید و تقویت ہوتی ہے وہیں ان سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کی وسعت معلومات اور وسعت نظر کا بھی پتہ چلتا ہے، آپ کے استدلال کا انداز یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن پاک سے استدلال کرتے ہیں پھر احادیث کریمہ، اور اس کے بعد ائمہ دین کے ارشادات واقوال سے اپنے موقف کا ثبوت پیش کرتے ہیں، آپ کا یہ بھی طریقہ استدلال ہے کہ کبھی ایک اصل کے تحت وہ سارے جزئیات جمع کر دیتے ہیں جو مختلف فقہی کتابوں میں علیحدہ علیحدہ اور منتشر طور پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، دلائل کی کثرت آپ کے فتاویٰ میں اس حد تک ہے کہ کئی سو سال کے فقہا کے درمیان آپ یگانہ و یکتا دکھائی دیتے ہیں، آپ کے فتاویٰ میں دلائل کی کثرت دیکھنے کے بعد مذہب حنفی کی قوت بخوبی واضح ہو جاتی ہے، فتاویٰ رضویہ کے جہازی سائز جو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہیں، فتویٰ کی یہ وسعت دلائل کی فراوانی اور وسعت علم کی بنیاد پر ہی ہے۔

ذیل میں بطور نمونہ فتاویٰ رضویہ کے چند فتاوے کثیر آیات قرآنی، احادیث کریمہ اور فقہی جزئیات کی روشنی میں ہدیۂ ناظرین ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دلائل کی وسعت و فراوانی کے اعتبار سے فتاویٰ رضویہ ایک ایسی امتیازی شان رکھتی ہے جو کہ عموماً دیگر فقہ اور فتاویٰ کی کتابوں میں مفقود ہے۔

کثیر آیات قرآنی سے استدلال

شریعت مطہرہ کا اصل منبع و سرچشمہ اور مصدر وماخذ قرآن حکیم ہے اوراس کی حجیت پر جملہ اہل اسلام کا اتفاق واجماع ہے، قرآن مقدس کو یاد کرلینا کوئی مشکل امر نہیں ہے ایک آٹھ دس سالہ بچہ بھی اسے بآسانی یاد کرلیتا ہے مگراس کی آیات مقدسہ کو ازبر کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے استخراج مسائل واستنباط احکام یقیناً ایک اہم اور مشکل کام ہے، اس کو وہی شخص انجام دے سکتا ہے جسے صرف ونحو، ادب وبلاغت، اصول ولغت وغیرہ تمام علوم عربیہ اور علوم دینیہ پر دستگاہ حاصل ہو اور عنایت ربانی کی خاص تجلی سے اس کا دل ودماغ روشن وتابناک ہو۔

بلاشبہ امام احمد رضا قدس سرہ ان تمام اوصاف کے جامع تھے، آپ کو قرآن کریم کی آیات بینات کے استحضار کے ساتھ ساتھ ان سے استدلال واستخراج کا بھی ملکہ حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے فتاویٰ میں مسائل کی توضیح اوران کے اثبات میں نصوص فقہ، ارشادات سلف صالحین اوراحادیث کریمہ کے ساتھ ساتھ کثیر آیات قرآنیہ سے بھی جگہ جگہ استناد واستدلال فرمایا ہے، کامل اور بے مثال فتوؤں کی ایک شناخت یہ بھی ہے کہ اسے قرآن حکیم کی کسی آیت کریمہ سے ثابت کردیا جائے جس کو ادلہ شرعیہ میں اولیت حاصل ہے تاکہ اپنے پرائے سب اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے نظر آئیں۔

حضور محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علوم قرآن میں امام احمد رضا قدس سرہ کی امتیازی شان کے تعلق سے یوں رقمطراز ہیں:

''علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجیے جو اکثر

گھروں میں موجود ہیں اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر در حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔"[1]

ذیل میں اس کے چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) داڑھی بڑھانے کے اثبات میں کثیر آیاتِ قرآنیہ سے استدلال

امام احمد رضا قدس سرہ کے سامنے ڈاڑھی کاٹنے سے متعلق مسئلہ پیش آیا تو آپ نے ڈاڑھی بڑھانے کے ثبوت میں اور اس کے کاٹنے اور چھیلنے کی ممانعت و مذمت میں اٹھارہ آیات قرآنیہ ذکر فرمائیں۔

ان آیات کو دو طریق پر تقسیم کیا، اول: عموم کے طریقے پر، دوم: خصوص کے طریقے پر، طریق اول کے تحت وہ آیات ذکر فرمائیں جن کے عام حکم میں اعفاے لحیہ اور ممانعتِ حلق لحیہ داخل ہیں اور دوسرے طریق میں وہ آیات ذکر کیں، جن سے اعفاے لحیہ کا اثبات ہو یا اس کے خلاف پر وعید یا مذمت ثابت ہو، دونوں طریق کی آیات اور امام احمد رضا قدس سرہ کے استدلالات کے خلاصات ذیل میں ملاحظہ کریں:

طریق اول کی آیات

پہلی آیت: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ"

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں سے حکم والے ہیں۔[2]

---

(۱)-مقالات یوم رضا مطبوعہ لاہور، ج:۱، ص:۴۱

(۲)-سورۃ النساء، آیت، ۵۹

دوسری آیت: "وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"[۱]

جو کچھ یہ رسول تمہیں دے اختیار کرو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

تیسری آیت: "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"[۲]

جو رسول کے فرمانے پر چلا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

استدلال: رب تبارک وتعالیٰ ان آیات اور ان کے امثال میں نبی کا حکم بعینہ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہ اپنی اطاعت بتاتا ہے تو تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں، جو اخلاقی حکم، حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں، اگرچہ بظاہر تصریحِ جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

چوتھی آیت: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾"[۳]

البتہ بے شک تمھارے لیے رسول اللہ کے چال طریقہ میں اچھی ریت ہے اس کے لیے جو ڈرتا ہو اللہ اور پچھلے دن سے اور بہت یاد کرے اللہ کی۔

استدلال: اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت میں اپنے حبیب ﷺ کے طریقے وروش پر چلنے کی ہدایت فرماتا ہے اور مسلمانوں کو اس کی ترغیب اور جوش دلاتا ہے اور پوری دنیا کے انسان خواہ مخالف ہوں یا موافق حتیٰ کہ یہود ونصاریٰ اور مجوس وہنود سبھی جانتے ہیں کہ ڈاڑھی رکھنی سرور کونین ﷺ کی سنت مستمرہ دائمہ تھی، جس پر تمام عمر مداومت فرمائی، محافظت فرمائی، تاکید فرمائی، ہدایت فرمائی۔

مذکورہ استدلالات کے بعد اس کی تائید میں سات احادیث ذکر کیں جو نور عین،

---

(۱)- الحشر، آیت: ۷

(۲)- النساء، آیت: ۸۰

(۳)- الاحزاب، آیت: ۲۱

سرور جان اور دلوں کی تازگی اور ایمان کی سیرابی ہیں۔

پھر آگے فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ کوئی امر کیسا ہی مرغوب اور پسندیدہ ہو، جب شرعاً لازم وضروری نہ ہوتا تو بیان جواز کے لیے گاہے ترک بھی فرمادیتے یا قولاً یا تقریراً جواز ترک بتادیتے۔ اس لیے علمائے کرام نے سنت کی تعریف میں "مع الترك احيانا" کا اضافہ کیا اور محققین فرماتے ہیں کہ ایسی مواظبت دائمہ، جس کو ایک بار بھی ترک نہ فرمایا ہو، دلیل وجوب ہے اور حضرت محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: "عدم الترك مرة دليل الوجوب"۔

طریق دوم کی آیات

طریق دوم کے تحت امام احمد رضا قدس سرہ نے ان آیات کو بیان کیا جن سے اس مسئلے کا ثبوت بطریق امر ہو گا، یا بطریق طلب، یا یہ کہ اس کے خلاف پر وعید ومذمت۔

پانچویں آیت: "وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ"(۱)

کافر نہیں پوجتے مگر شیطان سرکش کو جس پر خدا نے لعنت کی اور وہ بولا میں ضرور لے لوں گا تیرے بندوں میں سے اپنا ٹھہرا ہوا حصہ اور میں ضرور انہیں بہکا دوں گا اور ضرور خیالی لالچوں میں ڈالوں گا اور ضرور انہیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور بے شک انہیں حکم دوں گا کہ اللہ کی بنائی چیز بگاڑیں گے۔

استدلال: امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: یہی وہ آیت کریمہ ہے جس کی رو سے حضور پر نور ﷺ نے گودنے اور گودوانے والی اور منہ کے بال نوچنے والی اور خوبصورتی کے لیے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی اور اس کی

---

(۱)- النساء: ۱۱۷-۱۱۹

علت یہی خدا کی بنائی چیز بگاڑنی بتائی۔ بعینہ یہی کیفیت ڈاڑھی مونڈانے کی ہے اور یہ بھی تغیر خلق اللہ میں داخل ہے، شیخ عبد الحق محقق اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث ''المغیرات خلق اللہ'' فرماتے ہیں:

علت حرمتِ مثلہ و حلقِ لحیہ و امثال آں نیز ہمیں است۔

چھٹی آیت: ''ذٰلِكَ وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآٮِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ''[1]

بات یہ ہے اور جو بڑائی کرے دین الٰہی کے شعاروں کی تو وہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

ساتویں آیت: ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآٮِٕرَ اللّٰهِ''[2]

اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہرالو دین خدا کے شعاروں کو۔

خلاصۂ استدلال: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے شعاروں کو حلال ٹھہرانے سے منع فرمایا ہے اور اس میں شک نہیں کہ داڑھی شعار اسلام سے ہے۔ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری میں ختنہ کو شعارے اسلام قرار دیا ہے۔ جو کہ امر خفی ہے، تو داڑھی جو امر ظاہر ہے، بدرجۂ اولیٰ شعار اسلام ہے کہ آدمی کی نظر سب سے پہلے اسی پر پڑتی ہے۔

آٹھویں آیت: ''ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا''[3]

میں نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے دین کو اپناؤ جو ہر قسم کے باطل سے الگ تھلگ رہنے والے تھے۔

نویں آیت: ''قُلۡ بَلۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهٖمَ حَنِيۡفًا''[4]

تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے۔

---

(۱)- الحج، آیت: ۳۲

(۲)- المائدہ۔ آیت: ۲

(۳)- النحل، آیت: ۱۲۳

(۴)- البقرہ، آیت: ۱۳۵

دسویں آیت: ”وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ“[1]
اور ملت ابراہیمی سے کون بے رخی کر سکتا ہے سوا اس کے جس کو اس کے نفس نے بے وقوف بنا ڈالا ہو۔

گیارہویں آیت: ”قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ“[2]
بے شک تمھارے لیے حضرت ابراہیم اور ان اہل ایمان حضرات کی زندگیوں میں جو ان کے ساتھی تھے بہترین اقتدا ہے۔

بارہویں آیت: ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶﴾“[3]
بے شک تمھارے لیے اس میں اچھی پیروی تھی اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

استدلال: مذکورہ آیت سے امام احمد رضا قدس سرہ یوں استدلال فرماتے ہیں:
ہر ذی علم جانتا ہے کہ داڑھی بڑھانا ملت ابراہیمی کا مسئلہ، شریعت ابراہیمی کا طریقہ ہے اور ان آیات میں رب جل وعلا نے ہمیں ملت ابراہیم علیٰ ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی اتباع کا حکم دیا اور معاذ اللہ اس سے اعراض کو سخت حماقت اور سفاہت فرمایا۔ اور ان کی رسم و راہ اختیار کرنے کی کمال ترغیب دی اور آخر میں فرما دیا کہ جو ہمارے حکم سے پھرے تو اللہ بے نیاز بے پرواہ ہے اور ہر حال میں اسی کے لیے حمد ہے۔

تیرہویں آیت: ”اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ“[4]

---

(۱)-البقرہ، آیت: ۱۳۰
(۲)-الممتحنہ، آیت: ۴
(۳)-الممتحنہ، آیت: ۶
(۴)-الانعام، آیت: ۹۰

یہ انبیا وہ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے راہ دکھائی تو تو انہیں کی راہ کی پیروی کر۔

استدلال: احادیث کی متعدّد کتب مثلاً: مسلم، ابوداؤد، ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی یہ حدیث مذکور ہے کہ دس چیزیں انبیائے کرام کی قدیم شریعتوں سے ہیں جن میں داڑھی بڑھانے کا بھی ذکر ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ آیت مذکور سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کہ داڑھی بڑھانی راہ قدیم حضرات رسل علیہم السلام ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ راہِ انبیا کی پیروی کرو۔"

چودھویں آیت: "وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾"[۱]

جو خلاف کرے رسول کا حق واضح ہوئے پر اور چلے راہ مسلمانان کے سوا راہ ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں اور جہنم میں ڈالیں اور کیا بری پلٹنے کی جگہ۔

پندرہویں آیت: "وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾"[۲]

شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

سولہویں آیت: "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ"[۳]

اے ایمان والو! شیطان کے رستے نہ چلو اور جو شیطان کی راہ چلے تو وہ یہی بے حیائی اور بری بات کا حکم کرتا ہے۔

---

(۱)-النساء، آیت: ۱۱۵

(۲)-البقرہ۔ آیت: ۲۰۸

(۳)-النور، آیت: ۲۱

سترہویں آیت: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾"(۱)

اے ایمان والو! پورے اسلام میں داخل ہو اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، یقیناوہ تمھارے صریح بدخواہ ہے۔ پھر اگر اس کی طرف جھکو بعد اس کے کہ تمھارے پاس آچکیں الٰہی حجتیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے، یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئے ان پر عذاب خدا کا بادل کی گھٹاؤں میں اور فرشتے، اور ہو جائے ہونے والی، اور اللہ کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

استدلال: ان آیات طیبات میں راہ مسلمانان کے سوا دوسری راہ چلنے والوں کی تہدید اور خصلت کفار اختیار کرنے پر وعید شدید فرمائی اور بلاشبہہ داڑھی رکھنی روز اول ہی سے مسلمانوں کی راہ ہے اور اس کو منڈانا، کترنا، خصلت کفار ہے۔(۲)

(۲) سنت بیعت کے اثبات پر کثیر آیات قرآنیہ سے استدلال

بلاشبہہ بیعت کرنا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، اور اس کی سنیت قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔ ایک استفتا اس سے متعلق بھی آیا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے متعدّد آیات سے یہ ثابت فرمایا کہ اس مبارک ومسعود عمل کو خود مصطفی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انجام دیا ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"بیعت بے شک سنت محبوبہ ہے امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر

---

(۱)-البقرہ، آیت: ۲۰۸-۲۱۰

(۲)-فتاویٰ رضویہ: ج۹: ص ۱۲۲ تا ۱۲۶۔ نصف اول

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عوارف شریف سے شاہ ولی اللہ دہلوی کے "القول الجمیل" تک اس کی تصریح اور ائمہ واکابر کا اس پر عمل ہے۔ اور رب العزت عزوجل فرماتا ہے: "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ"[1] اور فرماتا ہے: "یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ"[2] اور فرماتا ہے: "رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"[3] اور بیعت کو خاص بہ جہاد سمجھنا جہالت ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتٰنٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾"[4] [5]

(۳) سات ستاروں کے وجود میں کثیر آیات قرآنیہ سے استدلال

بلاشبہہ تمام علوم وادراکات کا منبع وسرچشمہ قرآن حکیم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ"[6] قرآن میں ہر چیز کا واضح بیان موجود ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا:

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنه افهام الرجال.

تمام علوم قرآن حکیم میں موجود ہیں لیکن لوگوں کے ذہن ودماغ ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

---

(۱)۔ الفتح: ۱۰

(۲)۔ الفتح: ۱۰

(۳)۔ الفتح: ۱۸

(۴)۔ الممتحنہ: ۱۲

(۵)۔ فتاویٰ رضویہ: ج: ۱۲۔ ص: ۲۶۶، کتاب الشتیٰ

(۶)۔ النحل: ۸۹

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے دلکش انداز میں اس کی منظر کشی کی ہے۔

ان پر کتاب اتری بیانًا لکل شی
تفصیل جس میں ماعبر و ماغبر کی ہے

ان حقائق کے اجالوں میں عالی جناب مولانا شمس الدین صاحب نے ''سیارۂ سبعہ'' کے بیان کو قرآن حکیم میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے دو آیتوں سے ان کی تعداد ثابت فرمائی۔ فرمایا کہ آیۂ کریمہ ''كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ''(۱) میں سات حروف ہیں۔ اس سے اشارۃً وکنایۃً ثابت ہوتا ہے کہ ان کی تعداد سات ہے۔ اور امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ تفسیر کی روشنی میں فرمایا کہ آیۂ کریمہ ''فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ''(۲) میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔

چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

قال اللہ تعالیٰ: ''وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ''(۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سورج چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے فرماں بردار ہیں۔ اور ''كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ''(۴) سے بھی اس کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں سات حروف ہیں اپنے نفس پر دائر اور نیرین کا بیان تو بکثرت فرمایا خاص متحیرات خمسہ کا ذکر ''فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾''(۵) میں ہے: میں قسم یاد فرماتا ہوں دبک جانے والوں چلنے والوں کی یہ ان کے وقوف استقامت و رجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں پھر پیچھے ہٹتے ہیں پھر ٹھہرتے ہیں پھر سیدھے

---

(۱)۔ یٰس: ۴۰
(۲)۔ التکویر: ۱۵
(۳)۔ الاعراف: ۵۴
(۴)۔ یٰس: ۴۰
(۵)۔ التکویر: ۱۵۔۱۶

ہوجاتے ہیں اسی لیے ان کو متحیرہ کہتے ہیں، ابن ابی حاتم امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے "فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ "[1] کی تفسیر میں راوی قال خمسة انجم: "زحل وعطارد والمشتری و بھرام والزھرۃ لیس فی الکواکب شیء یقطع المجرۃ غیرھا" وہ پانچ ستارے ہیں زحل، عطارد، مشتری، مریخ، زہرہ کوئی ستارہ ان کے سوا کہکشاں کو قطع نہیں کرتا یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے ادھر ادھر ہیں۔ وہ وہیں ہیں ان کی حرکت طبیعہ خفیفہ خفیہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے چند ہی مدت میں اس پار چلے گئے یہ شان انہیں پانچ نجوم کی ہے۔[2]

(۴) ستاروں کی حرکت کی حقیقت پر کثیر آیات قرآنیہ سے استدلال

ستاروں کی حرکت طبعی ہے یا تبعی قسری؟ ستاروں سے متعلق یہ بحث بہت معرکۃ الآرا ہے کہ اس کی حرکت طبعی ہے یا تبعی قسری؟ اس بارے میں ارباب علم و دانش کے نظریات اختلاف و انتشار کے شکار ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے کثیر آیات کریمہ کی روشنی میں واشگاف فرمایا کہ کواکب کی حرکت نہ طبعی ہے اور نہ ہی تبعی قسری، بلکہ وہ خود بحکم الٰہی و بتحریک ملائکہ آسمان میں ایسے تیرتے ہیں جیسے مچھلی سمندر میں۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے کلمات یہ ہیں:

"ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ تبعیہ بلکہ خود کواکب بامر الٰہی و تحریک ملائکہ آسمانوں میں، دریا میں مچھلی کی طرح تیرتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ: "كُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ "[3]

وقال اللہ تعالیٰ: "وَالشَّمۡسُ تَجۡرِىۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ

---

(۱)- التکویر: ۱۵

(۲)- فتاویٰ رضویہ: ج ۱۲: ص ۱۷۰، تشریح افلاک و علم توقیت

(۳)- الانبیاء: ۳۳

الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ"[۱]

وقال اللہ تعالیٰ:"وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ"[۲]

وقال اللہ تعالیٰ: "كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى"[۳]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہر ستارہ ایک آسمان میں تیرتا ہے۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: سورج اپنے مستقر کے لیے جاری ہے یہ غالب علم والے کا حساب ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخر فرمایا مسلسل چل رہے ہیں اور فرمایا: ایک مقررہ وقت کے لیے سب حرکت میں ہیں ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔

قال اللہ تعالیٰ: "اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَلَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ"[۴]

بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کہ جنبش نہ کرے اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا۔[۵]

(۵) جمع بین الصلوٰتین کے عدم جواز پر کثیر آیات قرآنیہ سے استدلال

بریلی شریف قراولان محلہ سے ایک شخص نے امام احمد رضا قدس سرہ سے استفتا کیا، کہ حالت سفر میں جس میں قصر لازم ہو، عذر سفر کی بنا پر دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

آپ نے جواب میں اس مسئلہ کی پوری تحقیق کرتے ہوئے "حاجز البحرین

---

(۱)-یٰس:۳۸

(۲)-ابراہیم:۳۳

(۳)-الرعد:۲

(۴)-فاطر:۴۱

(۵)-فتاویٰ رضویہ: ج ۱۲: ص ۱۶۹، تشریح افلاک وعلم توقیت

الواقی عن جمع الصلاتین (دو دریاؤں سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا)'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا، اس میں اوقات نماز کی پابندی اور جمع بین الصلاتین کے عدم جواز پر قرآن مجید کی سات صریح آیتوں کو پیش کیا اور اوقات صلاۃ کی محافظت والتزام کو ثابت فرمایا۔

اس کے فصل چہارم جس میں آپ نے جمع بین الصلاتین کی نفی کے تعلق سے نصوص قرآنیہ کا ذکر کیا ہے اس کی ایک جھلک ہدیۂ ناظرین ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''فصل چہارم نصوص، نفی، جمع و ہدایت التزام اوقات میں، یہ نصوص دو قسم ہیں۔ اول عامہ، جن میں تعیین اوقات کا بیان یا ان کی محافظت کی ترغیب یا ان کی مخالفت سے ترہیب ہے، جس سے ثابت ہو کہ ہر نماز کے لیے شرع مطہر نے جدا وقت مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے ہو سکے نہ اسے کھو کر دوسرے وقت پر اٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہیے۔ دوم خاصہ، جن میں بالخصوص جمع بین الصلاتین کی نفی ہے۔

قسم اول نصوص عامہ (الآیات) رب العزت تبارک و تعالیٰ نے محافظت والتزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا۔ (۱) بقرہ (۲) نساء (۳) انعام (۴) مریم (۵) مؤمنون (۶) معارج (۷) ماعون

آیت نمبر (۱) ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا''[1]

(بے شک نماز مسلمانون پر فرض ہے وقت باندھا ہوا ہے) کہ نہ وقت سے پہلے صحیح اور نہ وقت کے بعد تاخیر روا بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔

آیت نمبر (۲) ''حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ''[2]

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ: ج ۱۲: ص ۱۶۹، تشریح افلاک و علم توقیت

(۲)۔ بقرہ، آیت: ۲۳۸

(محافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نمازکی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے)۔

آیت نمبر (۳) "وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ"[۱]

(اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں)۔

آیت نمبر (۴) "وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۔ اولٰئك فی جنّٰت مکرمون۔

(اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنتوں میں عزت کیے جائیں گے)۔

آیت نمبر (۵) "والذین یؤمنون بالاٰخرة یؤمنون به وهم علٰی صلوٰتهم یحافظون"۔

(اور جنہیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں)۔

آیت نمبر (۶) "فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ"۔

(پھر آئے ان کے بعد وہ برے پسماندے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں)۔

آیت نمبر (۷) "فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ"

(خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں) کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں۔[۲]

---

(۱)-سورہ مؤمنون، آیت:۱

(۲)-فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۳۱۰تا۳۱۲، ملخصا

کثیر احادیث سے استدلال

ایک فقیہ کے لیے علم حدیث میں مہارت وکمال کا ہونا کس قدر ضروری ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں کوئی شخص کامل فقیہ اس وقت ہوتا ہے جب اسے علم حدیث میں کامل عبور ہو، احادیث کے بارے میں صحت وحسن، قوت وضعف اور ردوقبول کے اعتبار سے ان کے مقام ومرتبہ پر اطلاع تام ہو، ان کے ناسخ ومنسوخ سے واقفیت اور ان سے استدلال کی اچھی معرفت رکھتا ہو، گویا ایک فقیہ کے لیے محدث ہونا ضروری ہے اگرچہ محدث کے لیے فقیہ ہونا لازم نہیں۔

اس سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیقات اور آپ کے فتاوی کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو یہ کہنے پر ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ آپ فقہ وحدیث دونوں کے جامع تھے، علم حدیث، اسناد حدیث اسماء الرجال پر بھی آپ کی نظر بہت گہری تھی۔ جس کسی مسئلہ میں مفتیوں کے لیے کسی ایک حدیث کو پیش کرنا دشوار ہوتا ہے آپ کثیر احادیث کریمہ سے اس مسئلہ کو ثابت کرتے ہیں صرف یہی نہیں بلکہ راویوں کے حالات کی بھی خبر دیتے ہیں جو علم حدیث میں آپ کی مہارت وکمال کا منہ بولتا ثبوت ہے، فتاویٰ رضویہ میں جگہ جگہ اس کے شواہد موجود ہیں ہم یہاں چند مثالیں آپ کی نظروں کے حوالے کرتے ہیں یقیناً انہیں دیکھ کر آپ کی نگاہیں تروتازہ ہوں گی اور آپ امام احمد رضا قدس سرہ کی محدثانہ شان وشوکت کے معترف ہوں گے۔

خیال رہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کا دور آج کی طرح جدید ٹکنالوجی کا دور نہیں تھا کسی موضوع اور مسئلہ سے متعلق کثیر احادیث کریمہ کا ذخیرہ جمع کرنا یا کسی عنوان کے تحت وافر مقدار میں مواد کی فراہمی آج کی طرح آسان نہیں تھا کہ انٹرنیٹ اور کمپیوٹر وغیرہ کے سہارے سے ہم کسی بھی عنوان پر احادیث کریمہ کا ذخیرہ آسانی سے جمع کر لیتے ہیں بلکہ اس زمانے میں ان مقاصد کے حصول کے لیے کتب احادیث پر گہری نظر کثرت مطالعہ اور

مضبوط قوت حافظہ جیسی عظیم صفات کا ہونا ضروری تھا جبکہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ذات میں یہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ علم حدیث اور اس کے متعلقات پر بھی وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے، طرق حدیث، مشکلات حدیث، ناسخ و منسوخ، راجح و مرجوح، طرق تطبیق، وجوہ استدلال، اسماے رجال، یہ سب امور آپ کو ہر وقت مستحضر تھے، علم حدیث میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی مہارت و بصیرت کے تعلق سے حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول ملاحظہ کریں، آپ فرماتے ہیں:

"علم حدیث کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو وہ روای کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے تھے اٹھاکر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔"(۱)

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی محدثانہ بصیرت پر بے شمار نمونے پیش کیے جاسکتے ہیں، ذیل میں ہم چند مسائل کے نمونے پیش کرتے ہیں جن میں آپ نے احادیث کریمہ سے استدلال واستناد کرتے ہوئے اپنے فتاویٰ میں احادیث کریمہ کا ایک انمول ذخیرہ پیش کیا ہے۔

(۱) نماز عیدین کے بعد دعا کے اثبات پر کثیر احادیثِ کریمہ

نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلہ میں آپ سے ثبوت طلب کیا گیا اور جو لوگ اسے بدعت بتاتے ہیں ان کی رائے کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے ایک تحقیقی فتویٰ لکھا، اور اسے مستقل رسالہ کی شکل دے دی، اسکا نام رکھا "بذل الجوائز علی

---

(۱)- مقالات یوم رضا، ج:۱، ص:۴۱

الدعاء بعد صلوۃ الجنائز "نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے پر انعامات کی تقسیم ۔اس بارے میں آپ نے حدیث کی متداول کتب سے دس احادیث کریمہ کی تخریج فرمائی، جب کہ یہی سوال مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے کیا گیا، آپ نے صرف ایک حدیث پر اکتفا فرمایا اور فرقہ غیر مقلدین کے مسلم الثبوت محدث مولوی نذیر حسین نے بھی اس موضوع پر صرف ایک ہی حدیث نقل کی، جبکہ امام احمد رضا قدس سرہ "دس احادیث کریمہ سے" بعد نماز جنازہ دعا مانگنے کا اثبات فرمایا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی وقت وہیئت کی تخصیص کے بغیر مطلقاً دعا کی اجازت دی، اس کی کثرت کی ترغیب دی اور اس کے ترک پر وعید بھی فرمائی۔ ارشادات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلق ہیں، کسی میں یہ تخصیص نہیں کہ فلاں وقت نہ مانگو۔ لہٰذا اس سے تمام اوقات میں اسی طرح تمام نمازوں کے بعد بھی دعا کا ثبوت ہوگا۔ خواہ نماز فرض ہو یا واجب ہو یا نفل۔ اس پر امام احمد رضا قدس سرہ نے چودہ حدیثیں پیش فرمائیں جن میں تین احادیث قدسیہ ہیں: ملاحظہ کیجیے:

(۱) اللہ عزوجل حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

"انا عند ظن عبدی بی و انا معه، اذا دعان."

میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے۔ رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجه عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربه عزوجل۔

(۲) یا ابن آدم انك ما دعوتنی ورجوتنی غفرت لك علیٰ ما كان منك و لا ابالی۔

اے فرزند آدم! تو جب تک مجھ سے دعا مانگے جائے گا اور امید رکھے گا تیرے کیسے ہی گناہ ہوں بخشتا رہوں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ رواہ الترمذی وحسنه عن انس بن مالك عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربه تبارك وتعالیٰ۔

(۳)من لا یدعونی اغضب علیه۔
جو مجھ سے دعا نہ کرے گا میں اس پر غضب فرماؤں گا۔
رواه العسکری فی المواعظ بسند حسن عن ابی ھریرة عن النبی ﷺ عن ربه تعالی وتقدس.
(۴)عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:
علیکم عباداللہ بالدعاء۔
خدا کے بندو! دعا کو لازم پکڑو۔ رواه الترمذی مستغربا والحاکم وصححه۔
(۵)زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
صلوا علی واجتهدوا فی الدعاء.
مجھ پر درود بھیجو اور دعا میں کوشش کرو۔ رواه الامام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن سعد وسمویه والبغوی والباوردی وابن قانع.
(۶)انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:
لا تعجزوا فی الدعاء فانه لن یهلك مع الدعاء احد.
دعا میں تقصیر نہ کرو جو دعا کرتا رہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔ رواه ابن حبان فی صحیحه والحاکم وصححه.
(۷)جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں:
تدعون اللہ لیلکم ونهارکم فان الدعاء سلاح المؤمن.
رات دن خدا سے دعا مانگو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔ رواه ابویعلی۔
(۸)عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں:
اکثر الدعاء بالعافیة۔ عافیت کی دعا اکثر مانگ۔ رواه الحاکم بسند حسن۔
(۹)انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں:
اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم.

دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضائے مبرم کو رد کرتی ہے۔ اخرجہ ابو الشیخ فی الثواب۔

(۱۰۔۱۱) عبادہ بن صامت و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیثوں میں ہے: ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی، صحابہ نے عرض کی: اذا نکثر ایسا ہے تو ہم دعا کی کثرت کریں گے۔ فرمایا: اللہ اکثر۔ اللہ عزوجل کا کرم بہت کثیر ہے وفی الروایۃ الاخری .اللہ اکبر، اللہ بہت بڑا ہے۔

رواہ الترمذی والحاکم عن عبادہ و صححاہ و احمد و ابو یعلی باسانید جیدۃ والحاکم وقال صحیح الاسناد عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما.

(۱۲۔۱۳) سلمان فارسی و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر من الدعاء عند الرخاء۔

جسے خوش آئے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس کی دعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دعا کی کثرت رکھے۔ رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃ والحاکم عنہ وعن سلمان وقال صحیح واقروہ۔

(۱۴) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یسأل اللہ یغضب علیہ.

جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے گا۔ رواہ احمد وابن ابی شیبہ والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجہ والبزار وابن حبان والحاکم وصححاہ۔[1]

---

(۱)۔ فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۷۸۶

(۲) عمامہ کے ساتھ نماز کی فضیلت پر کثیر احادیثِ کریمہ

عمامہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی سنت ہے۔ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا بغیر عمامہ کی نماز سے بہ درجہا افضل اور زیادتی ثواب کا باعث ہے۔ بہت ساری احادیث سے اس کا ثبوت ہے مثلاً ایک حدیث ہے:

صلاۃ تطوع او فریضة بعمامة تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة.

اس سے عمامہ کی فضیلت کافی روشن ہوجاتی ہے۔ مگر ہر زمانہ میں کچھ نہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو واضح بین ارشادات کے باوجود خود تو اس سے باز رہتے ہی ہیں دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں اور زبردستی منع کرتے ہیں۔

چنانچہ علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پیلی بھیت سے اسی جیسے ایک شخص کے بارے میں استفتا کیا کہ وہ حدیث مذکور کو موضوع سمجھتا ہے اور فقہ کی معتبر کتب میں باعمامہ نماز پڑھنے کے جو ثواب وارد ہیں انہیں تسلیم نہیں کرتا ہے۔ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے پہلے فقہا اور محدثین کے اقوال سے عمامہ کی اہمیت اور اس کا سنت متواترہ ہونا بتایا اور پھر تقریباً ۲۰/ احادیث سے اس کی سنیت کو واضح کیا اور ساتھ ہی ان احادیث کریمہ کے اسناد و مخارج کا بھی ذکر کیا اور یہ ثابت فرمایا کہ عمامہ حضور سید عالم ﷺ کی سنت متواترہ ہے۔ اور سوال میں جس حدیث عمامہ کے ضعف کے تعلق سے پوچھا گیا تھا آپ نے اس پر بھی سیر حاصل گفتگو کی اور فرمایا: جو اس حدیث کو موضوع کہے وہ جاہل ہے اور واجب التعزیر ہے۔ ذیل میں احادیث عمامہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"عمامہ کی فضیلت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں بعض ان میں سے کہ اس وقت پیش نظر ہیں، مذکور ہوتی ہیں۔

حدیث (۱): سنن ابی داؤد وجامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔ ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فالمسلمون یلبسون القلنسوۃ و فوقھا العمامۃ اما لبس القسنسوۃ وحد ھا فزی المشرکین فلبس العمامۃ سنۃ۔ مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ باندھنا سنت ہے۔

یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں میں روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

العمامۃ علی القلنسوۃ فصل ما بیننا و بین المشرکین یعطی یوم القیامۃ بکل کورۃ یدورھا علی راسہ نورا. ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

حدیث (۲۔۳): قضائی مسند شہاب میں امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اور دیلمی مسند الفردوس میں مولیٰ علی و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: العمائم تیجان العرب۔ عمامے عرب کے تاج ہیں۔

حدیث (۴): مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزھم، وفی لفظ وضع اللہ عزھم۔ عمامے عرب کے تاج ہیں جب عمامہ چھوڑ دیں تو اپنی عزت اتار دیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عزت اتار دے گا۔

حدیث (۵): ابن عدی امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ایتوا المساجد حسرا و معصبین، فان العمائم تیجان المسلمین۔ مسجدوں میں حاضر ہو سر برہنہ اور عمامہ باندھے اس لیے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔

حدیث(۶): طبرانی معجم کبیر اور حاکم مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اعتموا تزدادوا احلما۔ عمامہ باندھو تمھارا حلم بڑھے گا۔ صححہ الحاکم۔

حدیث(۷): ابن عدی کامل و بیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب. عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں۔ وروی عنہ الطبرانی صدرہ واشارہ المناوی الی تقو یتہ.

حدیث(۸): دیلمی عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ (وان اسلم حصین فعنھما) سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: العمائم وقارالمؤمنین وعز العرب فاذا وضعت عمائمھا وضعت عزھا۔ عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عرب عمامے اتار دیں اپنی عزت اتار دیں گے۔

حدیث(۹): وہی رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا تزال امتی علی الفطر ۃ ما لبسواالعمائم علی القلانس۔ میری امت ہمیشہ دین حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں۔

حدیث(۱۰): ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی و ابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیرالمؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ امدنی یوم بدر و حنین بملٰئکۃ یعتمون ھذہ العمۃ وقال ان العمامۃ حاجزۃبین الکفر والایمان۔ بیشک اللہ عزوجل نے بدر وحنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بے شک عمامہ کفر و ایمان میں فارق ہے۔

حدیث(۱۱): دیلمی مسند الفردوس میں عبدالاعلی بن عدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ھکذا فاعتموا فان العمامۃ سیماء الاسلام

وھی حاجزة بین المسلمین والمشرکین۔اسی طرح عمامے باندھوکہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اوروہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔

حدیث(۱۲): ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ھکذا تکون تیجان الملئکہ فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

حدیث(۱۳۔۱۴): طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمراور بیہقی شعب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: علیکم بالعمائم فانھا سیماء الملئکۃ وارخولھا خلف ظھورکم۔عمامے اختیار کروکہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اوران کے شملے اپنے پس پشت چھوڑو۔

حدیث(۱۵): ابوعبداللہ محمدبن وضاح "فضل لباس العمائم" میں خالد بن معدان سے مرسلا راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ تعالیٰ اکرم ھذہ الامۃ بالعصائب،الحدیث۔بے شک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا۔

حدیث(۱۶): بیہقی شعب الایمان میں انہی سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اعتمواخالفواعلی الامم قبلکم۔عمامے باندھواگلی امتوں یعنی یہودونصاریٰ کی مخالفت کروکہ وہ عمامہ نہیں باندھتے۔

حدیث(۱۷): معجم کبیر طبرانی میں ہے: حدثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی حدثنا العلاء بن عمروالحنفی حدثنا ایوب بن مدرك عن مکحول عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملٰئکۃ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے روز عمامہ والوں پر۔

حدیث(۱۸): دیلمی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوة فی العمامة تعدل بعشر آلاف حسنة۔

یعنی عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔

حدیث(۱۹) رامہُرمُزی کتاب الامثال میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”العمائم تیجان العرب فاعتموا تزدادوا حلما ومن اعتم فله بکل کور حسنة فاذاحط فله بکل حطة حط خطیئة.“

عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمھارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کے لیے ہر پیچ پر ایک نیکی اور جب (بلاضرورت یا ترک کے قصد پر) اتارے تو ہر اتارنے پر ایک خطا ہے یا جب (بضرورت بلاقصد ترک بلکہ بارادۂ معاودت) اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے، دونوں محتمل ہیں، واللہ تعالٰی اعلم والحدیث اشدضعفا فیه ثلثة مترکون متهمون عمرو بن الحصین عن ابی علاثة عن ثویر۔

حدیث(۲۰) مسند الفردوس میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة بلاعمامة.

یعنی عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔[1]

(۳) سیاہ خضاب کی حرمت پر کثیر احادیثِ کریمہ

شریعت اسلامیہ نے بالوں میں سیاہ خضاب کے استعمال کو ناجائز قرار دیا ہے، ہاں اگر مجاہدین و غازیان اسلام اس کا استعمال کریں تو ان کے لیے جائز ہے۔ ایک صاحب نے وسمۂ نیل کو، جس کو لگانے سے بال سیاہ ہو جاتے ہیں، استعمال کرنا جائز ٹھہرایا، تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس مسئلے پر زبردست بحث فرمائی اور سیاہ خضاب کی حرمت پر

---

(۱)- فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۷۷/۷۸، باب صفۃ الصلوة

سولہ احادیث نبویہ سے استدلال فرمایا۔ یہاں وہ احادیث مختصر ادرج کی جاتی ہیں:

پہلی حدیث: حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی خالص سپید دیکھ کر ارشاد فرمایا: "غیروا ھذا بشیء واجتنبوا السواد" اس سپیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔

دوسری حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: "یکون قوم فی آخرالزمان یخضبون بھذاالسواد کحواصل الحمام لا یجدون رائحۃ الجنۃ" آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی بو نہ سونگھیں گے۔

تیسری حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: "غیروا الشیب ولا تقربواالسواد" پیری کو تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ۔

چوتھی حدیث: ابن سعد عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: "ان اللہ تعالیٰ لاینظر الی من یخضب بالسواد یوم القیٰمۃ" جو شخص سیاہ خضاب لگائے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

پانچویں حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "ان اللہ تعالیٰ یغضب الشیخ الغربیب"۔ بے شک اللہ تعالیٰ بوڑھے کوّے کو دشمن رکھتا ہے۔

چھٹی حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں: "الصفرۃ خضاب المؤمن، والحمرۃ خضاب المسلم، والسواد خضاب الکافر"۔ زرد خضاب مومن کا ہے اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافر کا۔

ساتویں حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کہ آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”الشیب نور، من خلع الشیب فقد خلع نور الاسلام“۔ سپیدی نور ہے جس نے اسے چھپایا اس نے اسلام کا نور زائل کیا۔

آٹھویں حدیث: ام سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”من شاب شیبة فی الاسلام کانت له نورا مالم یغیرها“ جسے اسلام میں سپیدی آئے وہ اس کے لیے نور ہوگی جب تک اسے بدل نہ ڈالے۔

نویں حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”اول من خضب بالحناء والکتم ابراهیم، واول من اختضب بالسواد فرعون“۔ سب میں پہلے حنا و کتم سے خضاب کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور سب میں پہلے سیاہ خضاب کرنے والا فرعون ہے۔

دسویں حدیث: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”من خضب بالسواد سود الله وجهه یوم القیٰمة“۔ جو سیاہ خضاب کرے گا اللہ تعالٰی روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

گیارہویں حدیث: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”من مثل بالشعر فلیس له عند الله خلاق“ جو بالوں کی ہیئت بگاڑے اللہ تعالٰی کے یہاں اس کے لیے کچھ حصہ نہیں۔

بارہویں، تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں حدیث: حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”شر کهولکم من تشبه بشبابکم“۔ تمہارے ادھیڑوں میں سب سے بدتر وہ ہے جو جوانوں کی سی صورت بنائے۔

سولہویں حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ: ”نهی رسول الله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن الخضاب بالسواد“۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیاہ خضاب

سے منع فرمایا۔[1]

(۵) سماع موتی کے تعلق سے احادیث کثیرہ

سماع موتی کے سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہ سے استفتا کیا گیا کہ مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے اس سلسلے میں ایک ضخیم رسالہ "حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات" (بے جان کی زندگی، مردوں کی سماعت کے بیان میں) لکھا، جس میں تین سو پینسٹھ دلائل سے آپ نے ثابت کیا کہ دنیا سے رخصت ہونے والے محض پتھر نہیں بن جاتے، بلکہ وہ جانتے اور دیکھتے سنتے ہیں، اس موضوع پر آیات کریمہ کے علاوہ ۶۰/ احادیث نبویہ کا اتنا بڑا ذخیرہ آپ نے جمع کر دیا کہ دوسری کسی فتاویٰ کی کتابوں میں ملنا بہت مشکل ہے، آپ رسالے کی تمہید میں فرماتے ہیں۔

امابعد! یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکیں، تنقیح مسئلہ علم و سماع موتی و طلب دعا بمشاہد اولیاء ہیں جنہیں افقر الفقراء احقر الوریٰ عبد المصطفےٰ احمد رضا محمدی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، اصلح اللہ عملہ و حقق املہ نے اوائل ماہ رجب ۱۳۰۵ھ کی چند تاریخوں میں رنگ تحریر دیا، اور بلحاظ تاریخ، حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات، (۱۳۰۵) سے مسمیٰ کیا، اب یہ عجالہ نہ صرف علم و سماع موتی کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالیٰ خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیا بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرف و کرامات پایندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں اور خادموں اور محبوں و معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و عیانت و یاری، والحمد للہ القدیر الباری یہ رسالہ حق سے متّصل باطل سے منفصل، مقدمہ اور سہ مقصد اور خاتمہ پر مشتمل، حسبنا اللہ ونعم الوکیل ھو مولٰنا و علیہ التعویل۔[2]

اور جب رسالہ مکمل ہو گیا تو آپ یوں رقمطراز ہیں:

---

(۱)- فتاوی رضویہ: ج ۹، نصف اول، ص: ۳۰ تا ۳۱

(۲)- فتاوی رضویہ: ج ۴: ص ۲۳۶

الحمدللہ کہ یہ نوع بھی اپنی منتہا کو پہونچی سو مقال کا وعدہ تھا، ایک سو پانچ گنے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں ۳۵؍ پینتیس سوال تھے، مقصد دوم میں ساٹھ حدیثیں، ادھر نوع اول میں دو سو قول، اب یہ ایک سو پانچ مقالے مل کر چار سو کا عدد کامل اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہو گیا کہ مولوی صاحب کے اصل مذہب اور اس چند سطری تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے۔[1]

کثیر فقہی جزئیات سے استدلال

امام احمد رضا قدس سرہ جب کسی مسئلے کی تحقیق پر آتے ہیں تو صرف قرآن و حدیث سے استدلال و استناد نہیں کرتے بلکہ اس مسئلے سے متعلق فقہاے کرام کے جو اقوال و ارشادات منقول ہیں ان کو بھی پیش کرتے ہیں اور اپنے موقف کو ہر طریقے سے مضبوط و مستحکم کرتے ہیں، آپ جب فقہی جزئیات پیش کرنے پر آتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شروع سے اخیر تک صرف دلائل ہی دلائل ہیں، دلائل کی آورد نہیں بلکہ آمد ہے اور آپ ان سب کو سپرد قرطاس کرتے چلے جا رہے ہیں اور چند لمحوں میں دلائل کی فراوانی کا انبار لگا دیتے ہیں، ذیل میں اس سلسلہ کا صرف ایک نمونہ ملاحظہ کریں۔

(۱) تکرار نماز جنازہ کے عدم جواز پر کثیر فقہی جزئیات

نماز جنازہ دوبارہ پڑھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ امام احمد رضا قدس سرہ نے اس سوال کی تنقیح فرمائی تو دو سو سے زائد فقہ کی متداول کتابوں کے حوالے اور عبارتیں پیش فرمائیں اور یہ ثابت کیا کہ پہلی نماز جنازہ ولی کی اجازت سے ہوئی ہے یا بغیر اجازت ولی کے، اور اگر بغیر ولی کی اجازت کے ہوئی تو کیا ولی نے اس نماز میں شرکت کی یا نہیں؟ اگر ولی کی اجازت کے بغیر نماز ہوئی اور ولی نے اس جماعت میں شرکت بھی نہ کی، تو دوبارہ نماز جنازہ اس ولی کے لیے جائز ہے ورنہ ناجائز، اور ولی کے علاوہ اگر سلطان یا امام جامع

---

(۱)- فتاوی رضویہ: ج۴: ص ۳۱۴

مسجد یا امام محلہ نے پڑھ لی تو امام کو بھی اعادہ کا حق نہیں، اس سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ نے متون و شروح اور کتب فتاویٰ کی دو سو سات فقہی جزئیات پیش کیے اور یہ ثابت کیا کہ کچھ مخصوص صورتوں کے علاوہ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز و گناہ ہے اور اس پر مذہب حنفی کا اجماعی قطعی ہے، اس سلسلے میں آپ نے گیارہ انواع قائم کیے اور ہر نوع کے تحت فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتابوں کے جزئیات کی اس قدر فراوانی کر دی کہ آپ کی بالغ نظری اور وسعت معلومات پر آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، ذرا آپ بھی اپنے قلب و نظر کو معطر کریں، فقہ حنفی کی جن کتابوں کے حوالے اور عبارتیں آپ نے پیش فرمایا وہ ہر نوع کے تحت مندرجہ ذیل ہیں، آپ فرماتے ہیں:

نوع اول: نماز جنازہ دوبارہ روا نہیں۔

(۱) در مختار میں ہے: تکرارھا غیر مشروع (۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے: تکرار الصلاۃ علیٰ میۃ واحد غیر مشروع (۳) امام الاجل مفتی الجن والانس سیدی نجم الدین عمر نسفی استاد امام اجل صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں۔ باب فتاویٰ الشافعی وحدہ وما بہ قال وقلنا ضدہ وجائز فی فعلھا التکرار وفی القبور یدخل الاوتار۔ (۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی (۵) فتاویٰ عالمگیریہ (۶) جامع الرموز میں ہے: لا یصلی علیٰ میۃ الا مرۃ واحدۃ (۷) علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں: سقوط فرضھا بواحد فلو اعادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ (۸) مبسوط امام الائمہ سرخسی (۹) نہایہ شرح ہدایہ (۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ البحر الرائق میں ہے: لا تعاد الصلاۃ علی المیت الا ان یکون الولی سوا الذی حضر فان الحق لہ و لیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ۔

نوع دوم: دوبارہ پڑھیں تو نفل ہوگی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں۔

(۱۱) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی (۱۲) ہدایہ (۱۳) کافی شرح وافی

للامام الاجل ابی البرکات النسف (۱۴) جوہرہ نیرہ شرح مختصر القدوری (۱۵) درر شرح غرر (۱۶) بحر الرائق شرح الکنز العلامۃ زین (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقیٰ الابحر (۱۸) متخلص الحقائق شرح کنز (۱۹) کبیری علی المینیہ میں ہے: الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع زاد فی التبیین ولھٰذا لا یصلی علیہ من صلی علیہ مرۃ، کافی کے الفاظ یہ ہیں: حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلوٰۃ اولیٰ فلم فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وزادغیر مشروع کمن صلیٰ علیہ مرۃ۔ (۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاویٰ ہندیہ (۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے: التنفل بصلوٰۃ الجنازۃ غیر مشروع (۲۳) امام محمد بن امیر الحاج حلیہ شرع منیہ میں فرماتے ہیں: المذھب عند اصحابنا ان التنفل بھا غیر مشروع (۲۴) بحر العلوم، ملک العلماء رسائل الارکان میں فرماتے ہیں: لو صلوا لزمہ التنفل بصلوٰۃ الجنازۃ وذا غیر جائز۔

نوع سوم: یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی اب اعادہ نہیں کر سکتے کہ اکیلے امام سے بھی فرض ساقط ہو گیا، ہاں اگر قوم میں کوئی وجہ بطلان نہ تھی امام میں تھی، تو پھر پڑھی جائے گی، کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی تو کسی کی صحیح نہ ہوئی۔

(۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع امام ملک العلماء (۲۹) شامی للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابی الفضل (۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر الاخلاطی (۳۳) قنیہ (۳۴) مجتبی (۳۵) شرح تنویر للعلائی (۳۶) اسماعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحب در مختار (۳۷) ردالمحتار (۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر (۴۰) حلیہ (۴۱) رحمانیہ میں ہے: بعضھم یزید علیٰ بعض والنظم لدرر امّا بلا طھارت والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد، محیط اور بحر الرائق کے

لفظ یہ ہیں: لو کان الامام علیٰ طھارۃ والقوم علیٰ غیرھا لا تعاد لان صلوٰۃ الامام صحت فلو اعادو تتکرر الصلوٰۃ وانہ لا تجوز، شامل بیہقی کے لفظ یہ ھیں وان کان القوم غیر طاھر لا تعاد لان الاعادۃ لا تجوز۔

نوع چہارم: جب ولی خود یا اس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھائے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو نماز جنازہ کی اجازت نہیں۔

(۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی (۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعہ (۴۶) غرر للعلامہ مولیٰ خسرو (۴۷) تنویر الابصار (۴۸) ملتقیٰ الابحر (۴۹) اصلاح للعلامۃ ابن کمال باشا (۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق (۵۱) شرح منیہ ابن امیر الحاج (۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے: وللفظ للمتن العلامہ ابراھیم الحلبی لا یصلی غیر الولی بعد صلاۃ الولی، امام ابن ہمام کے الفاظ یوں ہیں: ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ، یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا: لا یصلی علیھم احد بعدہ وان صلی ولی وحدہ، حلیہ کی عبارت یہ ہے: "قال علماء نا اذا صلی علی المیت من لہ ولایت ذالک لا تشرع الصلاۃ علیہ الثانیۃ بغیرہ" (۵۳) مختصر قدوری (۵۴) ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی ابن عبد الجلیل الفرغانی (۵۵) نافع متن مستصفی الامام ناصر الدین ابی القاسم والمدنی سمرقندی (۵۶) شرح الکنز للعلامۃ ابن نجیم (۵۷) شرح الملتقی للامام شیخ زادہ (۵۸) شرح النقایہ للقہستانی (۵۹) ابراھیم الحلبی علی المنیہ (۶۰) شرح مسکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقایہ میں ہے: ان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ، غنیہ کے لفظ یہ ہیں: عدم جواز صلوٰۃ غیر الولی بعدہ مذھبنا (۶۲) مستصفی للامام النسفی (۶۳) شلبیہ علی الکنز میں ہے: لو لم یحضر السلطان وصلی الولی لیس لاحد الاعادۃ.

نوع پنجم: کچھ ولی کی خصوصیت نہیں، حاکم اسلام یا امام مسجد جامع، یا مسجد محلہ سب کے بعد بھی پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحب حق ہیں۔

(۶۴) امام فخر الدین عثمانی نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا: وکذا بعد امام الحی و بعد کل من یقدم علی الولی (۶۵) فاتح شرح قدوری (۶۶) ذخیرۃ العقبیٰ علی صدر الشریعہ (۶۷) حواشی سید حموی میں ہے: تخصیص الولی لیس بقید لانہ لو صلیٰ السلطان او غیرہ ممن ھوا اولیٰ من الولی لیس لاحد انہ یصلی بعدہ (۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے: اذا منعت الاعادۃ بصلوٰۃ الولی فبصلوٰۃ من ھو مقدم علی الولی اولیٰ (۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے: لایجوز ان یصلی غیر الا حق بعد صلاۃ الولی والاحق۔

نوع ششم: ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لیے اعادہ کر سکتے ہیں اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کی نماز میں شریک نہیں ہو سکتا ہے۔

(۷۱) نور الایضاح (۷۲) در مختار (۷۳) بحر الرائق (۷۴) قنیہ (۷۵) شرح مختصر الوقایہ (۷۶) شرح الملتقی للعلامہ عبد الرحمٰن رومی (۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامہ شرنبلالی (۷۸) شرح منظومہ ابن وہبان للعلامہ ابن الشحنا (۷۹) خادمی علی الدرر میں ہے: والفظ لہ لیس لمن یصلی اول ان یعد مع الولی (۸۰) فتح القدیر میں ہے: وکذاقلنا لو بشرع لمن صلی مرۃ التکر یر (۸۱) شامی علی الدرر میں ہے: لان اعادتہ تکون نفلا من کل وجہ بخلاف الولی لانہ صاحب الحق۔

نوع ہفتم: جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ اب شریک نماز ہوا یا کوئی اجنبی بے اذن ولی خود ہی بڑھ گیا مگر ولی شریک نماز ہو گیا تو ان صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کر سکتا۔

(۸۲) جوہرہ میں ہے: ان اذن الولی لغیرہ فصلی لا تجوز لہ الاعادۃ (۸۳) بحر میں ہے: اذن لغیرہ بالصلوٰۃ لا حق لہ فی الاعادۃ (۸۴) فتاویٰ امام

قاضی خان (۸۵) فتاویٰ ظہیریہ (۸۶) فتاویٰ الحبیب (۸۷) واقعات (۸۸) تجنیس للامام صاحب الہدایہ (۸۹) فتاویٰ عتابیہ (۹۰) فتاویٰ خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ہدایہ (۹۲) نہایہ اول شرح ہدایہ (۹۳) منبع (۹۴) عبدالحلیم رومی علی الدرر (۹۵) شبلی علی زیلعی الکنز (۹۶) حلیہ (۹۷) برجندی (۹۸) بحر (۹۹) رحمانیہ (۱۰۰) شرح علائی (۱۰۱) ہندیہ میں ہے:
ولفظ للعنایه عن الولواجیة ولشبلی عن النهایه عن الولواجیة والظهیریة والتجنیس وللبحر عنهم وعن الوقعات رجل صلی علیٰ جنازة والولی خلفه ولم یرض به ان تابعه وصلیٰ معه لا یعید لانه صلیٰ مرة.

نوع ہشتم: یوں ہی اگر سلطان وغیرذی حق کہ ولی سے مقدم ہے پڑھ لیں یا خود نہ پڑھیں ان کے اذن سے کوئی پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیار اعادہ نہیں۔

(۱۰۲) تا (۱۱۹) ۸۴ سے ۱۰۱ تک تمام کتب مذکورہ (۱۲۰) فتح القدیر (۱۲۱) فتح المعین میں ہے: امامن ذکرنا لفظهم أنفا فبالفاظ متفقة والباقون بمعانیٰ متقاربه وهٰذا لفظ الخانیه ان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی مصر وامام حیة لیس للولی ان یعید فی ظاهر الروایة زاد الذین سقناه لفظهم ولانه اولیٰ بالصلوٰة منه (۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ (۱۲۴) بحر (۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمم میں ہے: لو صلیٰ من له حق التقدم کالسلطان ونحوه لا یکون له حق بالاعادة" کفایہ و مستخلص کی عبارت نوع دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور ان کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں امام مسجد جامع کو بھی بڑھایا، اور درایہ پھر نہر پھر درمختار اور جوامع الفقہ اور پھر فتح پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امام جامع، امام محلہ، پر مقدم ہے۔ (۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ (۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے؛ لو صلیٰ امام المسجد لجامع لا تعاد (۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع (۱۳۰) بحر (۱۳۱) رد

المختار میں ہے:امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی، تشبیہ امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولٰی ہے یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور در مختار میں مجتبٰی و شرح المجمع مصنفہ سے نقل فرمائی، حلیہ میں اسی عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبٰی نقل کرکے فرمایا: وھو احسن، اسی طرح بحر الرائق میں فرمایا(۱۳۲)خانیہ(۱۳۳)وجیز کردری(۱۳۴)عالمگیریہ (۱۳۵)خزانۃ المفتین میں ہے: واللفظ للوجیز مات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الٰی منزلہ ان کانت الصلوٰۃ الاولٰی باذن القاضی او الوالی لاتعاد۔

نوع نہم: اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان و حکام کے اس سے اولٰی ہیں بعد کو آئے اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کرسکتے، ہاں اگر وہ موجود تھے اور ان کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہوئے تو ایک جماعت علما کے نزدیک اختیار اعادہ نہیں ہے۔ وھو مجمل مافی الدرر عن المجتبٰی فی النھایہ والجوھرۃ ثم الھندیہ والطحطاوی وفی العنایہ والبرجندی عند النھایہ فی الفاتح شرح القدوری وفی ابی سعید علی الدرر عن المجتبٰی وغیرہ۔ اور ایک جماعت علما کے نزدیک اب بھی کسی کو اختیار اعادہ نہیں، معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی، ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی اور یہی ظاہر اطلاق متون و ظاہر من حیث الدلیل اقوٰی ہے، توحاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا، ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا غرض ہر طرح اعادہ و تکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں۔

(۱۳۶)غایت البیان شرح ہدایہ للعلامہ الاتقانی میں ہے: ھٰذا علٰی سبیل العموم حتی لا تجوز الاعادۃ الا بسلطان ولا لغیرہ(۱۳۷)صغیری میں ہے:ان صلٰی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ (۱۳۸)سراج وہاج شرح قدوری میں ہے:من صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی

احد بعدہ سلطان کان او غیرہ (۱۳۹،۱۴۰) السعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلاۃ الولی وبہ جزم فی السراج وغایۃ البیان والنافع (۱۴۱) مستصفی للامام النسفی (۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے: الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان او غیرہ (۱۴۳،۱۴۴) رد المحتار میں معراج الدرایہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کاالسلطان ونقل فی معراج عن المنافع لیس لسلطان الاعادۃ ثم اید روایت المنافع الخ مخلصا (۱۴۵) بحر الرائق میں ہے: صلی الولی ثم جاء المقدم علیہ فلیس لہ الاعادۃ۔

نوع دہم: حدیہ کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوت نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کی تیمم کر کے شریک ہو جائے کہ ہو چکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا جیسے نماز عید، لہٰذا سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازت امامت دے دی تو اب بھی ولی تیمم کر سکے گا کہ اجازت دے کر اختیار اعادہ نہ رہا ، یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا کہ دوسرا آ گیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا، تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہو۔

(۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر (۱۴۸) ملتقیٰ (۱۴۹) نور الایضاح (۱۵۰) محیط میں ہے: صح لخوف فوت الجنازۃ (۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ (۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ (۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) وافی (۱۵۷) غرر (۱۵۸) منیہ میں ہے: اللفظ للاصلاح الوقایہ ہوا لمحدث وجنب وحائض ونفساء اعجز عن الماء لخوف فوت صلوٰۃ الجنازۃ لغیر الولی الخ، ومثلہ فی الغرر غیر انہ قال لغیر الاولیٰ مرد یا عورت جسے غسل کی حاجت ہو اور اس میں نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف کریں

ان کوتیمم جائز ہے، سوااس کے جواس نماز کاولی ہوکہ اسے خوف فوت نہیں، مختصر وقایہ کے لفظ یہ ہیں: ما یفوت لا الیٰ خلف کصلوٰۃ الجنازۃ لغیر الولی۔(۱۵۹) منتقی امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاویٰ غیاثیہ میں ہے: لا یجوز التیمم لمن ینتظر الناس فلو لم ینتظروا اجزاہ ۔(۱۶۱) طحطاوی علی الدرر میں ہے: یعتبر الخوف بغلبۃ الظن (۱۶۲) امام اجل طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں: قد ر خص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلوٰۃ علی الجنازۃ وفی صلوٰت العیدین لان ذالک اذا فات لم یقض (۱۶۳) ہدایہ (۱۶۴) مجمع الانہر میں ہے: لانہ لا تقضی فیتحقق العجز (۱۶۵) حلیہ (۱۶۶) برجندی (۱۶۷) مراقی الفلاح (۱۶۸) فتاویٰ خیریہ میں ہے: انہا تفوت بلا خلاف (۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ: صلوٰۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الیٰ بدل لانہما لا تقضیان فیتحقق العجز (۱۷۰) عنایہ میں ہے: کل ما یفوت لا الیٰ بدل جاز اداؤہ بالتیمم مع وجود الماء وصلوٰۃ الجنازۃ عندنا کذالک لانہا لا تعاد (۱۷۱) تبیین (۱۷۲) ارکان میں ہے: صلوٰۃ الجنازۃ تفوت لا الیٰ خلف وسار الماء معدوما بالنسبۃ الیہا (۱۷۳) ظہیریہ (۱۷۴) عالمگیریہ (۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نور الایضاح (۱۷۷) در مختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے: والنظم للدرر ولو جنبا او حائضا اس کے لیے جنب اور حائض کے لیے بھی تیمم روااور یہ مسئلہ وقایہ اور اصلاح وغرر سے واضح تر گزرا۔ (۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ (۱۸۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح ۔(۱۸۲) حلیہ (۱۸۳) غنیہ میں ہے: واللفظ للبحر یجوز التیمم للولی اذا کان من ہوا مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت (۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر (۱۸۶) عالم گیریہ میں ہے: واللفظ لہٰذین یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلوٰۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی کذافی الخلاصہ (۱۸۷) فتاویٰ کبریٰ (۱۸۸) فتاویٰ قاضی خان (۱۸۹) خزانۃ المفتیین (۱۹۰) جامع

المضمرات (۱۹۱) فتاویٰ ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر (۱۹۳) جواہر الاخلاطی (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے: تیمم فی المصر وصلیٰ علیٰ جنازۃ ثم اتی باخری فان کان بینھما مدت یقدر علی الوضوء یعید التیمم وان لم یقدر صلیٰ بذالک التیمم الخ قال فی الدرر بہ یفتیٰ الخ قال فی المضمراۃ والجواھر والھندیہ علیہ الفتویٰ (۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن (۱۹۶) شرح نزم الکنز للعلامہ القدس (۱۹۷) حاشیہ علامہ نوح افندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین۔

نوع یازدہم: (۱۹۹) ہدایہ (۲۰۰) کافی (۲۰۱) تبیین (۲۰۲) فتح القدیر (۲۰۳) غنیہ (۲۰۴) سراج وہاج (۲۰۵) امداد الفتاح (۲۰۶) مستخلص (۲۰۷) طحطاوی علی مراقی الفلاح واللفظ للفتح "ترك الناس عن آخرهم الصلاة على قبر النبى ﷺ: ولوكان مشروعا لما اعرض الخلق كلهم من العلماء والصالحين والراغبين فى التقريب اليه عليه الصلاة والسلام بانواع الطرق عنه فھٰذا دليل ظاهر عليه فوجب اعتباره، حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج وغنیہ وامداد سے یوں ہیں: ولا یصلی علی قبرہ الشریف الیٰ یوم القیامة لبقائه ﷺ كما دفن طريا بل هو حى يرزق ويتنعم بسائر الملاذ والعبادات وكذاسائر الانبياء عليهم الصلاة والسلام وقد اجتماعت الامة علیٰ تركها۔[1]

ان تمام اقوال فقہیہ کو بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ: "النہی الحاجز" میں چالیس کتابوں کی اکیاون عبارتیں تھیں، یہ پچاسی کتب متون وشروح وفتاویٰ کی دوسوسات عبارات ہیں، غرض صورت مذکورہ استثنا کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز وگناہ ہونے پر مذہب حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف، مخالف مذہب حنفی ہے۔[2]

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ ملخصا، ج:۴، ص:۵۹ تا ۶۶ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی

(۲)- فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۶۷، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی،

کثرت علوم وفنون اور فتاویٰ میں ان کا استعمال

فتاویٰ رضویہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے فتاوے میں امام احمد رضا قدس سرہ نے صرف حکم شرعی ہی کو بیان نہیں کیا ہے بلکہ اس کے ضمن میں بہت سارے دیگر علوم کا بھی اپنے فتاوے میں استعمال کیا ہے اور ہر ایک سے اپنے موقف کی تائید وتوثیق کی ہے چنانچہ اس زاویے سے جب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں جہاں ان فتاوے سے احکام شرعیہ کا علم ہوتا ہے وہیں علم تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، کلام، لغت، زبان وبیان، ریاضی وہندسہ، سائنس وطب، ہیئت، توقیت، قوافی وعروض، تجوید وغیرہ علوم نقلیہ وعقلیہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ فتاویٰ رضویہ میں ملتا ہے، جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فتاویٰ رضویہ صرف فقہی احکام کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ بہت سے دیگر علوم وفنون کی نفیس تحقیقات، عمدہ اور نادر معلومات پر مشتمل ایک عظیم ''انسائیکلوپیڈیا'' ہے، یہی وجہ ہے کہ اپنے وقت کے ماہرین علوم وفنون بھی اس کی ہمہ گیریت کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے، اور اس کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان نظر آئے، فتاویٰ رضویہ کی یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو آپ کے معاصرین ودیگر مفتیان کرام کے فتاوے میں عموماً نہیں ملتی۔

یوں تو امام احمد رضا قدس سرہ نے پورے فتاویٰ رضویہ میں اکثر جگہوں پر مذکورہ علوم کا استعمال کیا ہے تاہم یہاں پر مذکورہ علوم میں سے ہر ایک کے تعلق سے چند شواہد پیش کرتے ہیں۔

تفسیر:(۱)

ایک سائل نے امام احمد رضا قدس سرہ سے استفتا کیا کہ ارشاد باری تعالیٰ "اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ "میں "عالین "کون کون لوگ ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

عالی بمعنی متکبر ہے :قال اللہ تعالیٰ:"ثم ارسلناموسی واخاہ ھارون بآیٰتناوسلطان مبین الی فرعون وملأہ فاستکبروا کانوا قوماعالین"

پھر ہم نے موسی اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوںاور روشن حجت کے ساتھ فرعون اور اس کے جتھے کی طرف بھیجا تو انہوں تکبر کیا اور وہ تھے ہی متکبر لوگ، عالین کا معنی تکبر۔

(۱) رب عزوجل نے شیطان لعین سے فرمایا: کہ تو نے جو آدم کو سجدہ نہ کیا یہ ایک تکبر تھا کہ اس وقت تجھے پیدا ہوا، یا تو قدیم سے متکبر ہی تھا اس کے بعد تفسیر ابن جریر کے حوالے دیتے ہوئے فرمایا:

یقول تعالیٰ :لابلیس تعظمت عن السجود لادم فترکت السجود له استکبارا علیه ولم تکن من المتکبرین العالین قبل ذلك ام کنت من العالین یقول ام کنت کذلك من قبل ذا علو وتکبر علی ربك.

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا تو نے حضرت آدم کے سجدہ سے اپنے کو بڑا سمجھا اور ان پر بزرگی ظاہر کرتے تو نے سجدہ ترک کیا دراصل تو متکبرین میں سے نہ تھا، یا یہ کہ پہلے ہی سے اپنے رب پر علو وتکبر ظاہر کرنے والا تھا۔

(۲) یا یہ کہ تکبـــر خاص تجھی میں پیدا ہوا، یا تیری قوم ہی متکبر ہے، معالم التنزیل میں ہے:

"ام کنت من العالین" المتکبرین یقول استکبرت بنفسك ام کنت من القوم الذین یتکبرون فتکبرت عن السجود لکونك منهم.

یا تو عالین متکبرین میں سے تھا، فرماتا ہے کہ تو نے خود ہی تکبر کیا یا تو متکبرین کے گروہ میں سے تھا تو سجدہ سے تکبر کیا۔

(۳) یا عالین کو بمعنی بلند و رفیع المرتبت لیں اور معنی یہ ہوں کہ تو نے جو سجدہ نہ کیا یہ تیرا تکبر تھا کہ واقع میں تجھے آدم پر بڑائی نہیں اور براہ غرور آپ کو بڑا ٹھہرایا، یا واقع ہی میں تجھے اس پر فضیلت ہے، بیضاوی شریف میں ہے:

استکبرت ام کنت من العالین تکبرت من غیر استحقاق او کنت ممن علا واستحق التفوق.

تو نے تکبر کیا یا عالین میں سے تھا مطلب یہ کہ بے استحقاق کے تو غرور میں مبتلا ہوا یا ان میں سے تھا جن کو بلندی اور تفوق حاصل ہے۔

عالین کے ان تینوں معانی کو بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا قدس سرہٗ ایک شبہہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور یہ معنی نہیں کہ ملائکہ میں کوئی گروہ عالین ہے کہ وہ حکم سجود سے مستثنیٰ تھا اور اس پر قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے متعدّد تاکیدوں سے موکد فرمایا "فسجد الملئکة کلهم اجمعون" تمام، جمیع، سب ملائکہ نے سجدہ کیا، اس میں لام استغراق کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے "کل" اور "اجمعون" کے ذریعہ اس کی تاکید کی۔ (۱)

(۲) ایک دفعہ مارہرہ شریف سے حافظ سید عبد الجلیل صاحب نے استفتا کیا کہ خطبہ میں "لا یکلف اللہ نفسا الا دون وسعها" پڑھنا کیسا ہے اور یہاں "دون" کا محل کیا ہے؟

تو آپ نے جواب دیا:

آیت کریمہ بدون "دون" ہے، خطبہ میں اگرچہ نہ وہ آیت ہونا ضرور، نہ قرآن عظیم سے اقتباس محذور، مگر زیادت موہومہ خلاف مراد محذور۔

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲، ص:۳۰۵

بعد ازیں امام احمد رضا قدس سرہ نے ”دون“ کے دس معانی بیان فرمائے اور ہر ایک کا استعمال قرآن، حدیث اور اقوال سے کیا۔

”دون“ زبان عربی میں دس معانی پر مشتمل ہے:

(۱)غیر — اَئِفْکاً اٰلھۃ دون اللہ تریدون ،ای غیرہ

(۲)تحت — ومنا دون ذلك

(۳)فوق — فھی اذن من الاضداد کما افادہ المجد

(۴)اقل — لیس فیما دون خمس اواق صدقۃ

(۵و۶)وراء وامام یعنی اِس پار یا اُس پار

کیف الوصول الی السعاد و ”دونھا“

قلل الجبال ودونھن حتوف

وفی الحدیث :من قتل دون اھلہ فھو شھید ای امامھم فی حفظھم والدفاع عنھم

وفی الحدیث:لیس دونہ تعالیٰ منتھیٰ ای وراءہ

(۷)حقیر — ع.و یقنع بدون من کان دونا

(۸)شریف — حکاہ بعض النحاۃ وقال المجد علیہ ضد

(۹)نزدیک تر چیزے بہ نسبت مضاف الیہ — وجد من دونھم امرأتین تزودان

(۱۰)مقارب مضاف الیہ مکانا مکانۃ — ھذا دونك ای قریب منك

ان دسوں معانی کو بیان کرنے کے بعد آپ نے ان سب معانی کا ارشاد قرآنی سے غیر متعلق اور مخالف قرآن ہونے کے بارے میں فرمایا:

ظاہر ہے کہ معنی ۷و۸ کو تو یہاں سے تعلق ہی نہیں اور باقی معانی سب مخالفِ قرآن ہیں، قرآن عظیم حصر یہ فرمانا چاہتا ہے کہ اللہ عزوجل کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر قدرت

ووسعت وطاقت اور یہاں یہ حصر ہوگا کہ اللہ سبحانہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی کے سوایا طاقت سے نیچے یا طاقت کے اوپر، یا طاقت سے کم، یا طاقت سے اُس پار، یا طاقت سے اِس پار، اور یہی نیچے اور کم اور اس پار کا حاصل، دو معنی اخیر میں نکلے گا کہ ان پانچوں معنی میں منتہیٰ تک نہ پہنچنا ملحوظ ہے، صحاح وصراح ومجمع البحار وغیرہا میں ہے: معناہ تقصیر عن الغایۃ تو ان پانچوں کا حصر صریح مخالفِ قرآن ہے اور ان دو یعنی اوپر اور اُس پار کا شدید مناقض اور سِوا تو صراحۃً نقیضِ معنی قرآن ہے، وبعد التیا والتی تاویلات دور از کار کو گنجائش دی جائے تو ایہام معانی باطلہ نقد وقت ہے اور اسی قدر منع کے لیے بس ہے، فی رد المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع.[1]

اصول حدیث

مقاصد حسنہ، موضوعات کبیر اور ردالمحتار میں انگوٹھے چومنے کے مسئلہ میں ہے کہ انگوٹھے چومنے کے سلسلہ میں کوئی مرفوع حدیث درجۂ صحت کو نہیں پہنچی، چنانچہ مقاصد حسنہ میں لا یصح فی المرفوع من کل ھذا شئی، موضوعات کبیر میں ہے: کل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ اور علامہ ابن عابدین شامی نے ردالمحتار میں فرمایا : لم یصح فی المرفوع من ھذا شئی الخ بس پھر کیا تھا مخالفین نے یہ اڑادی کہ اس سلسلے میں تمام روایت موضوع ومن گھڑت ہیں، اور اس سلسلے کی کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ موضوع وبے اصل ہے لہذا یہ عمل شریعت میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اس پر امام احمد رضا قدس سرہ نے خوب گرفت کی اور جم کر نہایت نفیس بحث کی، جس کی پوری بحث فتاویٰ رضویہ میں تقریباً دو سو صفحات اس کے رسالہ "منیر العین فی حکم تکمیل الابھامین" میں ہے جس کی پوری بحث کی یہاں گنجائش نہیں پھر بھی نمونہ کے طور پر چند اہم گوشوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جن کو مطالعہ کرنے کے بعد واقعی طور پر یہ اندازہ ہوگا کہ فتاویٰ رضویہ علم اصول حدیث کا بھی بڑا سرمایہ ہے اور ساتھ ہی

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۲، ص: ۳۸

اصول حدیث میں امام احمد رضا قدس سرہ کی مہارت کاملہ کا بھی علم ہو گا، امام احمد رضا قدس سرہ نے مخالفین کی گرفت کرتے ہوئے فرمایا:

خادم حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح وتماسک وصلوح تمسک نہ کہ دعوے وضع کذب تو عند التحقیق ان احادیث پر جسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں یونہی حکم وضع وکذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتصریح ائمۂ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علما وقبول قدما حدیث کے لیے قوی دیگر امور نہ سہی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اس سے بھی گزرئیے تو بلا شبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی ومنقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر اور روشنائی چشم کے لیے مجرب اور معمول ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اُس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنت ثابت کا خلاف اور نفع حاصل تو منع باطل بلکہ انصاف کیجیے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے۔ (۱)

پھر اس کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ نے افادات بیان فرمائے اور اس مسئلے کی پوری تحقیق پیش کی۔

نقد رجال

(۱) محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین نے فتح القدیر میں استرخاے مفاصل سے نقض وضو کے بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کے راوی مہدی بن ہلال ہیں اور وہ ضعیف ہیں، پھر اس کی تقویت کے لیے ایک دوسری حدیث نقل کی ہے جس کے راوی بحر بن کثیر ہیں، اس متابعت کے بعد محقق علی الاطلاق کے نزدیک وہ ضعیف حدیث درجۂ حسن تک پہونچ جاتی ہے اور اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے، پھر تائید میں صاحب غنیہ کا

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۴۲۶

قول پیش کرتے ہیں کہ مہدی بن ہلال راوی اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کا یہ ضعف فسق وفجور کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف غفلت کی وجہ ہے اس لیے متابعت مقبول ہے چنانچہ غنیہ میں ہے کہ جب یہ ثابت ہوجائے کہ ضعف راوی بسبب غفلت ہو، فسق کے سبب نہ ہوتو یہ ضعف متابعہ سے ختم ہوجاتا ہے اس وقت یہ پتہ چلتا ہے کہ اس حدیث کو راوی نے ٹھیک بیان کیا ہے، اس میں اسے وہم نہیں ہوا، اسی سبب حدیث حسن ہوجاتی ہے اس پر جرح نقد کرتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ فتاویٰ رضویہ جلد اول "باب نبه القوم ان الوضو من ای نوم" کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

اقول اما ابن هلال فلا یصلح متابعا الخ یعنی مہدی ابن ہلال والی حدیث متابعت کی صلاحیت نہیں رکھتی کیوں کہ مہدی بن ہلال کے بارے میں کلام ہے (۱) یحیٰ بن سعید نے ان کی تکذیب کی ہے (۲) ابن معین نے واضع الحدیث کہا ہے (۳) ابن مدینی فرماتے ہیں کہ متہم بالکذب ہے (۴) دارقطنی وغیرہ نے متروک الحدیث کہا ہے۔ امام ابن کثیر تو اس کے بارے میں بھی کلام ہے (۱) نسائی اور دارقطنی نے متروک الحدیث کہا ہے (۲) اور ابن معین کا کہنا لا یکتب حدیثه اسی قول کے سبب تھا (۳) تقریب میں بخاری اور ابوحاتم کی اتباع کرتے ہوئے حافظ نے صرف ضعیف ہونے پر اکتفا کیا، پھر اس جرح کے بعد فرماتے ہیں:

فیجب اسقاط الاول وماکان کبیر حاجة الی الاخر فان الحدیث بنفسه لا ینزل عن درجة الحسن علی اصولنا ان شاء الله تعالیٰ یعنی مذکورہ حدیث جس کی متابعت میں آپ نے دو سندوں کے ساتھ حدیث پیش کی ہے دونوں کے راویوں میں کلام ہے اس کو متابعت میں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں البتہ قتادہ ابوالعالیہ والی حدیث ہمارے اصول پر خود ہی درجۂ حسن سے کم نہیں، اب رہا یہ کہ اس کی سند میں دالانی ہیں ان کے بارے میں ابن حبان نے اپنی عادت کے مطابق جو کچھ کلام کیا ہے اس کی تردید ائمہ کے اقوال سے ہوجاتی ہے:

(۱) بخاری نے کہا ابوخالد صدوق ہیں (۲) احمد، ابن معین اور نسائی نے ان کے

بارے میں لاباس بہ کاقول کیا ہے (۳) ابو حاتم انہیں صدوق کیا ہے (۴) ذہبی نے مغنی میں مشہور حسن الحدیث کا قول کیا ہے (۵) اور پھر یہ بات کہ جس کو ابو داؤد نے عن شعبہ ذکر کیا ہے یہاں قتادہ عن ابو العالیہ صرف چار حدیثیں سنی ہیں تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو گا کہ ارسال کیا ہو گا اور ہمارے یہاں حدیث مرسلاً معتبر ہے لہذا امام محقق کو متابعت کے ذکر کی کوئی حاجت نہیں اور وہ بھی حدیث ضعیف میں۔ (۱)

(۲) عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں جو حدیث آئی ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کے رواۃ میں چار راویوں کو مجہول قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے اس حدیث کو منکر بلکہ موضوع قرار دیا ہے، چنانچہ اس کی حقیقت حال سے متعلق حضرت علامہ مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے استفتا کیا، تو امام احمد رضا قدس سرہ نے اس حدیث کے رواۃ کے بارے میں یہ تحقیق پیش کی:

اللہ تعالٰی حافظ ابن حجر پر رحم فرمائے انہوں نے حکم وضع کیسے عائد کر دی حالانکہ اس حدیث کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ کوئی کذاب، اور نہ ان دونوں میں متہم اور نہ ہی اس میں عقل یا نقل کی اصلاً مخالفت، محض راوی کی جہالت سکوت کا مقتضی نہیں چہ جائے کہ وضع کا حکم لگایا جائے چنانچہ خود حافظ ابن حجر نے قزعہ ابن سوید کی حدیث سے متعلق ابن جوزی کا حکم وضع انہی وجوہ کی بنا پر غلط قرار دیا حالانکہ ابن جوزی نے علت وضع میں مضطرب الحدیث کثیر الخطا فاحش الوھم، جیسے الفاظ ائمہ ثقات سے نقل کیے یونہی ابن جوزی نے ابو عقال کی روایت کردہ فضیلت عسقلان والی حدیث پر حکم وضع لگاتے ہوئے یہ علت بیان کی تھی کہ ابن حبان نے ابو عقال کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ وہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف موضوع حدیثیں منسوب کرتا ہے حالانکہ اس نے حضرت انس سے ایک بھی حدیث روایت نہ کی، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس کی حدیث سے استدلال و تمسک درست نہیں حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسے باطل قرار

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۸۵

دیا مگر اس کے باوجود آپ نے محض عقل و نقل کی عدم مخالفت اور باب فضائل سے ہونے کے بنا پر ابن جوزی کے قول کا رد کیا اور حدیث کو غیر موضوع بتایا، تو میں عرض کروں گا کہ حدیث عمامہ بھی تو باب فضائل سے ہے حالانکہ اس حدیث کے راوی ابو عقال کی طرح وضاع اور نہ اس میں عقل یا نقل کی اصلاً مخالفت تو حکم وضع چہ معنیٰ دارد؟[1]

(۳) سنن نسائی کی ایک حدیث جس کی راویوں میں سلیمان بن ارقم اور خالد بن مخلد ہیں اس کے بارے میں ایک طبقہ کا خیال ہے کہ چونکہ سلیمان بن ارقم کی توثیق کسی نے نہ کی بلکہ اس کی تضعیف کی اور دوسرا راوی جو خالد بن مخلد ہے وہ رافضی ہے کیوں نکہ تقریب میں اسے متشیع کہا گیا ہے اس لیے یہ حدیث نامقبول اور مجروح و متروک ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس جرح پر جو نقد و رجال فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت خالد بن مخلد کے بارے میں جنہوں نے تشیع کا قول کیا تھا اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:

(۱) قائل رفض و تشیع کے فرق سے ناواقف ہے۔

(۲) خالد بن مخلد نہ صرف نسائی بلکہ بخاری مسلم وغیرہما جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہیں۔

(۳) ضعیف و تشیع و صاحب افراد اور متروک الحدیث کا فرق معلوم نہیں، متشیع و صاحب افراد ہونا تو اصلاً موجب ضعیف نہیں صحیحین دیکھیے ان کے رواۃ میں کتنے متشیع موجود ہیں۔

فصل اول کے حواشی میں ہم اس کا ذکر کر آئے ہیں ضعیف و متروک میں بھی کافی فرق ہے اس معنیٰ اور اس کے متعلق کا حکم اور تحقیقات جلیلہ فقیر غفرلہ القدیر کے رسالہ "الهاد الكاف فی حکم الضعاف" میں مطالعہ کیجیے۔

خالد کا نام دیکھتے ہی فیصلہ کر دیا کہ خالد بن مخلد رافضی ہے تمہیں معلوم نہیں کہ مجرد نام بے ذکر تمیز پر ائمہ محدثین کس حالت میں اکتفا کرتے ہیں صحابۂ کرام میں عبد اللہ نام

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص: ۸۰،۷۹

کے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلۂ خمسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پھر کیا وجہ ہے جب بصری عن عبد اللہ کہے تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوگا اور کوفی کہے تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم پھر رواۃ ما بعد میں تو عبد اللہ صدہاں ہیں مگر سوید کہے تو عبد اللہ تو خواہ مخواہ ابن مبارک ہیں، محمدین کا شمار کون کرسکتا ہے مگر جب بندار کہیں عن محمد عن شعیب تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا علی ھذا القیاس. ملخصا[1]

یہ خالد امام اجل ثقہ حافظ جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ ابن الحجاج کے خاص تلامذہ اور امام اسمٰعیل بن مسعود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں خود سنن طحاوی میں اسمٰعیل کی بیسیوں روایات ان سے موجود متعدّد جگہوں پر نسب خالد مصرح اور بہت سے مقامات پر مطلق چھوڑ دیا ہے پھر اس کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ اس حدیث کے دوسرے راوی سلیمان بن ارقم کے بارے میں فرماتے ہیں:

(۱) سند میں تھا من شعیب عن سلیمان رواۃ نسائی میں شعبہ نام کا کوئی نہ ملا جس پر تقریب میں کچھ بھی جرح کی ہو لہذا وہاں بس نہ چلا اور پھر پہلی بسم اللہ ہی سلیمان بن ارقم ضعیف نظر پڑا حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد اور حدیث مردود اوپر معلوم ہو چکا کہ مخرج حدیث اعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ ہے، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہم سب کے یہاں حدیث عمارہ بطریقے امام اعمش ہی مذکور ہے، صحیحین کی تین سندیں بطریق حفص بن غیاث، ابو معاویہ وجریر وکلھم عن الاعمش من عمارۃ صدر کلام میں اور ایک سند نسائی بطریق داؤد وہ عن الاعمش عن عمارۃ اس کے بعد سن چکے۔

(۲) نسائی، مناسک، باب الصلاۃ میں ہے: اخبرنا قتیبۃ حدثنا سفیٰن نا الاعمش عن عمارۃ الخ.

(۳) نسائی کتاب الوقت الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ میں ہے، اخبرنا محمد بن العلاء ثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن عمارۃ الخ

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۳۳۸

(۴)سنن ابوداؤد میں ہے: حدثنا مسدد ان عبد الواحد بن زیاد واباعوانة وابا معویة حدثوهم عن الاعمش عن عمارة الخ.

(۵)امام طحاوی لکھتے ہیں: حدثنا حسین بن نصر ثنا قبیصة بن عقبة والفریابی قالا حدثنا سفیٰن عن الاعمش عن عمارة بن عمیر الخ.

(٦) یہ امام اعمش امام اجل ثقہ حافظ ضابط کبیر القدر جلیل الفخر اجلۂ ائمہ تابعین ورجال صحاح ستہ سے ہیں جن کا اسم مبارک سلیمان ہے وہی یہاں مراد ہیں دنیا میں ایک ہی سلیمان نہیں کہ تضعیف ابن ارقم دیکھ پانے کی خوشی میں کچھ نظر نہ آیا، دوورق آگے اسی تقریب میں تھا سلیمان بن مهران الاعمش ثقة حافظ عارف بالقراة ورع الخ

(۷)ان سلیمان سے راوی امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبی بن الحجاج ہیں جن کا التزام تھا کہ ضعیف لوگوں سے روایت نہ کرتے، جن کی تفصیل رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین" میں مذکور ہوئی مگر وہ ابن ارقم سے روایت مگر ناواقفوں سے کیا شکایت۔[1]

(۴)غیر مقلدین کے محدث نذیر حسین دہلوی نے سنن ابوداؤد میں عن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف بتا کر حدیث صحیح کو ضعیف قرار دے دیا ،اس پر گرفت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اولاً: یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری وصحیح مسلم کے رجال سے ہے۔

ثانیاً: امام ابن معین جیسے شخص ابن فضیل کو ثقہ ،امام احمد نے حسن الحدیث ،امام نسائی نے لاباس بہ کہا اور امام احمد نے ان سے روایت کی اور آپ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں کرتے ،میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اس کے حق میں ذکر نہ کی۔

ثالثاً: یہ بکف چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب بہ رفض ہونے کا دعوی کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب "رمی بالتشیع "ملاجی بایں سال خوردی ودعویٰ

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۳۴۷

محدثی، آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف و اصطلاح محدثین میں تشیع و رفض میں کتنا فرق ہے۔(کما فی المیزان فی ترجمة الحاکم)زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذلہم اللہ بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔

خود ملاجی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے۔ حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہل سنت کا تھا، اسی بنا پر متعدّد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبۂ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے، امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی اس کا تشیع صرف موالات تھا۔ وبس۔

رابعًا: ذرا رواۃِ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی کیا بخاری ومسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے؟ ان کے رواۃ میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدما پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا۔

خامسًا: اس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں دو ثقات عدول ابن جابر، عبد اللہ بن العلاء سے ابوداؤد نے ذکر کر دیں اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا، ملاجی نے نقل میں عارف اڑا دیا جو کلمۂ مدح کم ہو وہی سہی۔[1]

اسماء الرجال

(۱) جمع بین صلاۃ المغرب وصلاۃ العشا کے تحت امام احمد رضا قدس سرہ جواب دیتے

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۲۴۴

ہوئے حضرت ابن عمروالی حدیث کوکس طرح متعدّد طرق اور سندوں سے ذکر کے اصل مسئلہ واضح فرمایا ہے،اس کی ایک جھلک ملاحظہ کریں:

(۱)بخاری،مسلم،مالک،دارمی،نسائی،طحاوی،اور بیہقی نے بطریق سالم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۲)مسلم،نسائی،مالک،اور طحاوی نے بطریق نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما كان النبی ﷺ يجمع بين المغرب والعشاء اذا جدبه السیر،مسلم اور نسائی نے یہ الفاظ روایت کیے،سالم کے طریق پر:رأيت رسول الله ﷺ اذا عجلب السير فی السفر یوخر صلوٰة المغرب حتیٰ یجمع الخ یہ معنیٰ مجمل بروایت سالم ونافع مستفیض ہیں یہ روایت اور کئی طرق سے مروی ہے۔

(۱)بخاری نےعن ابی الیمانی روایت کیا(۲)بخاری نےعن بقیه و عثمان روایت کیا(۳)سب نےعن شعیب ابن همزه کرکے روایت کیا(۴)مسلم نےعن ابن وهب عن یو نس(۵)بخاری نےعن علی بن المدینی(۶)مسلم نےعن یحی و قتیبة بن سعید و ابی بکر بن ابی شیبه وعمر(۷)ناقداور دارقطنی نے عن محمد بن یوسف(۸)نسائی نےعن محمد بن منصور(۹)طحاوی نےعن الحمانی وتمانیتهم عن سفیان بن عیینة ثلثنهم یعنی شعیب یونس اور سفیان نےعن الزهری عن سالم،(۱۰)نسائی نےعن قتیبة(۱۱)اور طحاوی نےعن ابن وهب (۱۲)ان سب نے عن مالك (۱۳)نسائی نے بطریق عن عبد الرزاق حدثنامعمرعن موسیٰ بن عقبه (۱۴)طحاوی نے عن لیث (۱۵)بیہقی نے خلاصیات میں بطریق یزید بن ہارون عن یحیٰ بن سعید (۱۶)بعض نے عن نافع(۱۷)کلاهما عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما وغیره ذلك،

(۲)تضعیف دلائل جمع تاخیر بین الصلاتین میں امام احمد رضا قدس سرہ فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چالیس سے زیادہ طرق اس وقت پیش نظر فقیر ہیں، ان میں نص سے زائد تو محض مجمل جن میں سے اٹھارہ کی طرف ہم نے احادیث مجملہ میں اشارہ کیا ہے نصف سے کم ان میں اکثر صاف صاف جمع، جمع صوری کی تصریح کررہے ہیں جن میں چودہ روایات بخاری وابوداؤد نسائی وغیرہم سے اوپر مذکور ہوئے، ہاں بعض میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بعد غروب شفق جمع کرنا مذکور، ان میں بھی بعض محض موقوف مثل روایت موطا امام محمد اخبرنا مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حین جمع الخ اور بعض نے غیبت شفق پر تنصیص فرمائی مثل روایت بخاری حدثنا سعید بن ابی مریم اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرنی زید ھو ابن اسلم عن ابیہ قال کنت مع عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بطریق ثقہ الخ اسی طرح سات طرقوں سے مؤطا امام محمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، طحاوی، وغیرہم نے حدیثوں کو ذکر فرمایا۔[حوالہ نہیں ملا]۔

(۳) جمع بین الصلاتین ہی کے باب میں قائلین جمع نے جمع تاخیر کے بارے میں چودہ احادیث کا دعویٰ کیا تھا لیکن شمار کے وقت صرف چار صحابیوں کی مرویات کے مفید ہونے کا بہانہ کرکے باقی مرویات کو شمار کرانے سے کنارہ کشی اختیار کرلی، امام احمد رضا قدس سرہٗ اس کی گرفت کرتے ہوئے اور مذہب حنفی کی مرویات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قول باللہ التوفیق ملاجی نے تو جھوٹ ہی کہہ دیا تھا کہ احادیث جمع چودہ صحابیوں سے مروی ہیں جنہیں خود بھی نہ گنا سکے بلکہ صراحۃً تسلیم کرگئے کہ ان میں اکثر کی روایت ان کے لیے مفید نہیں صرف چار مفید سمجھیں جن کا حال بتوفیقہ تعالیٰ واضح ہوگیا کہ اصلاً نہیں مفید نہ تھیں اب فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس مبحث میں ہماری مفید حدیثیں جو اس وقت بیش نظر جلوہ فرما ہیں چالیس سے زائد ہیں تیئیس (۲۳) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہوئیں (۱) عمر فاروق (۲) علی مرتضیٰ (۳) سعد بن ابی وقاص (۴) عبد اللہ بن مسعود (۵) عبد اللہ ابن عباس (۶) عبد اللہ بن عمر (۷) عبد اللہ بن عمرو (۸) جابر بن عبد اللہ (۹) ابوذر غفاری (۱۰) ابوقتادہ انصاری (۱۱) ابو درداء (۱۲) ابو سعید

خدری (۱۳) ابومسعود بدری (۱۴) بشیر بن عقبہ بن عمر مدنی (۱۵) ابوموسیٰ اشعری (۱۶) بریدہ اسلمی (۱۷) عبادہ بن صامت (۱۸) کعب بن عجرہ (۱۹) فضالہ زہرانی (۲۰) حنظلہ بن الربیع (۲۱) انس بن مالک (۲۲) ابوہریرہ (۲۳) امام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق صلی اللہ علی بعلھا وابیھا وعلیھا وعلیھم اجمعین بارک وسلم، ان میں سات حدیثیں اور مولی المسلمین ومحبوبہ سید المرسلین ﷺ کی روایتیں تو جمع صوری میں گزریں، باقی اکیس صحابہ سے چھتیس (۳۶) حدیثیں بتوفیقہ تعالیٰ یہاں سنیے ملاجی کی طرح اگر مجملات کو بھی شامل کر لیجیے اور واقعی ہمیں اس کا استحقاق بروجہ حق وصحیح حاصل تو معاذ بن جبل اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملا کر عدد صحابہ پچیس (۲۵) اور احادیث منجملہ شامل کر کے شمار احادیث پچاس (۵۰) سے زائد ہوگا الخ۔ [1]

علم کلام

کافروں کے صدہا فرقے اللہ تعالیٰ کو جانتے اور مانتے بھی ہیں، فلاسفہ تو اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل بھی قائم کرتے ہیں، یہود ونصاریٰ توریت اور انجیل کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں، آریہ وید کو اللہ تعالیٰ کا الہام مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خالق ومالک ہونے کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں، یہود وبت پرست بھی کہتے ہیں کہ سارے جہاں کا مالک اور سب خداؤں کا خدا ایک ہی ہے، اور کلمہ گو فرقوں میں جو مرتد ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سید المرسلین اور قرآن عظیم سبھی کو مانتے ہیں اور روزہ نماز بھی ادا کرتے ہیں صرف دہریہ ہی ایک ایسا فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا، لہذا جب تمام فرقے اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں تو پھر ان کے بارے اہل سنت وجماعت کا یہ عقیدہ کہ تمام فرقے اللہ تعالیٰ کو جانتے ہی نہیں ،کہاں تک درست ہے؟ بظاہر ان فرقوں کے بارے میں یہاں پر یہ شبہہ ہوتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس شبہہ کا جواب نہایت ہی نفیس انداز میں فتاویٰ رضویہ باب العقائد والکلام میں دیا ہے، جسے پڑھ کر قاری کو علیٰ وجہ البصیرۃ تشفی مل جاتی ہے اور

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۳۱۲

ذرا بھی شبہہ نہیں رہ جاتا، امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

اقول و باللہ التوفیق: ایجاب و سلب متناقض ہیں جمع نہیں ہوسکتے وجود شئی اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور ان کے نقائض و منافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہو تو لازم نہ ہو اور لازم نہ ہو تو شئی نہ ہو تو ظاہر ہوا کہ سلب شئی کے تین طریقے ہیں **اول:** خود اس کی نفی مثلاً "کوئی کہے انسان ہے ہی نہیں" **دوم:** اس کے لوازم سے کسی شئی کی نفی مثلا کہے انسان تو ہے لیکن وہ ایک ایسی شئی کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں، **سوم:** ان کے منافیات سے کسی شئی کا اثبات مثلاً کہے انسان حیوان ناہق یا صاہل سے عبارت ہے، ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگرچہ زبان سے نسان کو موجود کہا مگر حقیقۃً انسان کو نہ جانا وہ اپنے زعم باطل میں کسی ایسی چیز کو انسان سمجھے ہوئے ہیں جو ہرگز انسان نہیں تو انسان کی نفی اور اس سے جہل میں یہ دونوں اور وہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا سب برابر ہیں فقط لفظ میں فرق ہے، مولیٰ عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات اور جمیع عیوب و نقائص اس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں، کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اس کی کسی صفت کمالیہ کا منکر یا معاذ اللہ اس کے لیے کسی عیب و نقص کا مثبت نہ ہو تو دہریے اگر قسم اول کے منکر ہیں کہ نفس وجود سے انکار رکھتے ہیں باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہیں کہ کسی کمال لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی ذات کے مثبت ہیں بہر حال اللہ عزوجل کو نہ جاننے میں وہ اور دہریے برابر ہوئے وہی لفظ و طرز ادا کا فرق ہے، دہریوں نے سرے سے انکار کیا اور ان قہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خدا رکھ کر لفظ کا اقرار کیا۔ (۱)

اصول فقہ

[۱] افعال عباد سے اوامر و نواہی کے جو احکام متعلق ہیں، بعض فقہاے اصولیین نے ان کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا ہے جو یہ ہیں:

(۱) فرض (۲) مستحب (۳) مباح (۴) مکروہ (۵) حرام (کما فی مسلم الثبوت)

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۳۶۷

اور بعض اصولیین نے اس میں توسیع کر کے ان کو سات قسموں میں تقسیم کیا ہے اور وہ یہ ہیں:
(۱)فرض (۲)واجب (۳)مستحب (۴)مباح (۵)مکروہ تنزیہی (۶)مکروہ تحریمی (۷)حرام

بعد میں اصولیین نے اس میں مزید اضافہ کیا اور ان کو نو قسموں پر تقسیم کیا وہ درج ذیل ہیں:

(۱)فرض (۲)واجب (۳)سنت مؤکدہ (۴)سنت غیر مؤکدہ (۵)مستحب (۶)مباح (۷)مکروہ تنزیہی (۸)مکروہ تحریمی (۹)حرام

لیکن امام احمد رضا قدس سرہ نے ان اقسام میں مزید اور توسیع کی اور ان کی تقسیم گیارہ مدارج میں کی اور ساتھ ہی ہر ایک کی تعریف کر کے ان کے درمیان فرق بھی واضح کر دیا۔

(۱)فرض: جس فعل کا لزوم ثبوتاً اور دلالۃً قطعی ہو اور اس کا انکار کفر ہو اور اس کا ترک موجب استحقاق عذاب ہو خواہ ترک دائماً ہو یا نادراً۔

(۲)واجب: جس فعل کا لزوم ثبوتاً یا دلالۃً ظنی ہو اور اس کا انکار کفر نہ ہو لیکن اس کا ترک موجوب استحقاق عذاب ہو خواہ ترک دائماً ہو یا نادراً۔

(۳)سنت مؤکدہ: جس فعل کا تاکد مواظبت رسول سے ثابت ہو، اس کا عادۃً ترک کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادراً ترک کرنا موجوب استحقاق عتاب خواہ ترک عادۃً ہو یا نادراً۔

(۴)سنت غیر مؤکدہ: جس کام کا ترک کرنا موجب استحقاق عتاب ہو خواہ ترک کرنا عادۃً ہو یا نادراً۔

(۵)مستحب: جس کام کے کرنے پر ثواب ہو اور نہ کرنے پر نہ ثواب ہو نہ عتاب ہو، خواہ ترک عادۃً ہو یا نادراً۔

(۶)مباح: جس کام کا کرنا نہ کرنا برابر ہو نہ فعل پر عتاب نہ ترک پر، خواہ ترک عادۃً ہو یا نادرًا۔

(۷) حرام: جس کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً یا دلالۃً قطعی ہو، اس کا انکار کفر ہو اور اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو، خواہ فعل دائماً ہو یا نادراً۔

(۸) مکروہ تحریمی: جس کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً یا دلالۃً ظنی ہو، اس کا انکار کفر نہیں لیکن اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو، خواہ فعل دائماً ہو یا نادراً۔

(۹) اساءت: جس کام کا عادۃً کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادراً کرنا موجب عتاب ہو۔

(۱۰) مکروہ تنزیہی: جس کام کا کرنا مطلقاً موجب استحقاق عتاب ہو، خواہ عادۃً کیا جائے یا نادراً۔

(۱۱) خلاف اولیٰ: جس کام کا نہ کرنا موجب استحقاق ثواب ہو اور کرنا نہ موجب استحقاق عذاب ہو نہ عتاب، خواہ عادۃً کیا جائے یا نادراً۔[۱]

یہ ایسی تقسیم ہے کہ فقہائے کرام کے کلام میں اگرچہ مستعمل ہے لیکن منتشر ہے، یکجا اور اصولی طور پر ان گیارہ اقسام کا بیان صرف فتاویٰ رضویہ میں ہے اس کے علاوہ اس طور پر فقہ اور اصول فقہ کی کسی دوسری کتاب میں یہ تقسیم نہیں ملے گی، اس تقسیم کے بارے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

اس تقریر منیر کو حفظ کر لیجیے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزارہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عقدوں کو حل کرے گی، کلمات اس کے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالیٰ حق اس سے متجاوز نہیں، فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی، ضرور ارشاد فرماتے کہ عطر مذہب وطراز مذہب ہے۔[۲]

طبعیات

امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنے فتاویٰ میں علم طبعیات کی جس دقت نظر کے ساتھ تشریح

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۱۷۳

(۲)- فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۱۷۵

فرمائی اسے دیکھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی مجموعہ فتاویٰ اور فقہی کتاب نہیں بلکہ کسی ماہر طبعیات نے طبعیات کی گتھیاں سلجھانے کے لیے دقائق ونکات علمیہ سے کتاب کو بھر دیا ہو۔

(۱) اہل علم کے مابین یہ سوال اٹھا کہ پانی میں رنگ ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کون سا رنگ ہے؟ لہذا اس سلسلے میں ماہرین تین طبقوں میں بٹ گئے ایک طبقہ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ پانی کا کوئی رنگ نہیں ہے۔ دوسرے طبقہ نے یہ کہا کہ پانی کا رنگ تو ہے لیکن وہ رنگ سفید ہے اور تیسرے طبقہ نے اپنا نظریہ یہ دیا کہ پانی کا رنگ سفید نہیں بلکہ سیاہ ہے، طبقۂ اولیٰ والوں نے اپنے موقف پر کوئی دلیل پیش نہیں کی، طبقۂ ثانیہ نے تین دلیلیں دیں جو یہ ہیں: (۱) مشاہدہ، (۲): حدیث کہ پانی کو دودھ سے زیادہ سفید فرمایا، (۳) برف جم کر کیسا سفید نظر آتا ہے، طبقۂ ثالثہ نے بھی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے تینوں طبقوں کے دلائل کے جوابات دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ پانی کا رنگ ہے اور وہ رنگ سفید ہے نہ سیاہ بلکہ سفید مائل بہ سیاہی ہے، امام احمد رضا قدس سرہ نے تینوں طبقوں کے اقوال ونظریات دلائل وشواہد کی روشنی میں رد فرمایا جس کی پوری تفصیل فتاویٰ رضویہ میں ہے، تاہم یہاں پر طبقۂ ثانیہ کے دلائل پر امام احمد رضا قدس سرہ نے جو معروضات قائم کیے ہیں اس کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔

طبقۂ ثانیہ نے پانی کے سفید ہونے پر پہلی دلیل یہ دی تھی کہ مشاہدے اور دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پانی کا رنگ سفید ہے، امام احمد رضا قدس سرہ نے اس دلیل پر چار معروضات پیش فرمایا ہے، اور ان سب معروضات کا تعلق بھی مشاہدات سے ہی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

اقول اولاً: بلکہ مشاہدہ شاہد کہ وہ سفید نہیں، لہذا آبی اس رنگ کو کہتے ہیں کہ نیلگونی کی طرف مائل ہو۔

ثانیاً: سفید کپڑے کا کوئی حصہ دھویا جائے جب تک خشک نہ ہو اس کا رنگ

سیاہی مائل رہے گا، یہ پانی کا رنگ نہیں تو کیا ہے؟

ثالثاً: دودھ جس میں پانی زیادہ ملا ہو سفید نہیں رہتا، نیلاہٹ لے آتا ہے۔

رابعاً: بحر اسود و اخضر و احمر مشہور اور اسی طرح ان کے رنگ مشہور ہیں، اسود تو سیاہ ہی ہے اور سبزی بھی ہلکی سیاہی و لہذا آسمان کو خضرا اور چرخ اخضر کہتے ہیں اور خط کو سبزہ، سانولی رنگت کو حسن سبز اور سرخی بھی قریب سواد ہے اگر حرارت زیادہ عمل کرے سیاہ ہو جائے جس طرح بعد خشکی خون گہری سرخی میں بالفعل سیاہی کی جھلک ہوتی ہے، انگور سبز پھر سرخ پھر سیاہ ہو جاتا ہے۔(۱)

طبقۂ ثانیہ کی دوسری دلیل یہ تھی کہ حدیث میں پانی کو دودھ سے زیادہ سفید فرمایا گیا ہے اس پر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا:

"حدیث مبارک دربارۂ کوثر اطہر ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق پانی کا رنگ سفید ہو، اسی حدیث میں اس کی خوشبو مشک سے بہتر فرمائی" [ایضًا]

حاصل یہ ہے کہ اگر مذکورہ حدیث پاک کی بنیاد پر پانی کا رنگ سفید لازم آئے تو اسی حدیث کی بنیاد پر پانی میں مہک بھی لازم آئے حالانکہ سب کا اتفاق ہے کہ پانی میں کوئی بو نہیں ہے، اس لیے اس حدیث سے استدلال ناقابل قبول ہے۔

اور طبقۂ ثانیہ نے تیسری دلیل یہ دی تھی کہ پانی جم کر برف کی صورت میں جب زمین پر گرتا ہے تو نہایت سفید نظر آتا ہے اور وہ چونکہ حقیقتاً پانی ہی رہتا ہے، اس لیے پانی کا رنگ بھی سفید ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے دوسرے طبقے کی اس تیسری دلیل پر تین طریقے سے ایرادات قائم کی اور یہ واضح کر دیا کہ پانی جمنے کے بعد سفید کیوں دکھائی دیتا ہے محقق بریلوی نے علم طبعیات میں جو مہارت دکھائی ہے اور طبعیات کی وہ نفیس بحث فرمائی ہے اسے مطالعہ کے بعد بے ساختہ یہ کہنا پڑے گا کہ محقق بریلوی کے فتاوے میں جہاں دیگر امتیازی شان ہے وہیں طبعیات کو بھی اس میں اہم مقام حاصل ہے، آپ فرماتے ہیں:

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۵۴۸

(۱) بعد انجماد کوئی نیا رنگ پیدا ہونا اس پر دلیل نہیں کہ اس کا اصلی رنگ ہے، خشک ہونے پر خون سیاہ ہوجاتا ہے اور مچھلی کی سرخ رطوبت سفید، اسی سے اس پر استدلال کیا گیا کہ وہ خون نہیں۔

(۲) ہوا کہ ضیا سے مستنیر ہورہی ہے جب جسم شفاف کے اندر داخل ہوتی ہے تو اس کے شفاف اور چمکدار ہونے سے وہاں ایک ہلکی روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے سفیدی نظر آتی ہے جیسے موتی یا شیشے یا بلور کو خوب باریک پیسیں تو اجزاء باریک ہوجانے سے ضیا ان کے مابین داخل ہوگی اور دقت فصل کے باعث ان باریک باریک اجزاء اور ان میں ہر دو کے بیچ میں اجزاے ضیا کا امتیاز نہ ہوگا اور ایک رنگ کے دھوپ سے میلا اور ان کے اصلی رنگ سے اجلا ہے محسوس ہوگا یہ وہ سفیدی اور براقی ہے کہ ان میں نظر آتی ہے۔

(۳) یونہی دریا کے جھاگ بلکہ پیشاب کے بھی حالانکہ وہ یقیناً سفید نہیں اس کی سفیدی تو مرض ہے بلکہ آئینہ میں اگر درز پڑ جائے وہاں سفیدی معلوم ہوگی کہ اب تابندہ ہوا عمق میں داخل ہوئی، یہی وجہ جمی ہوئی اس کے سفید نظر آنے کی ہے کہ شفاف ہے اور اجزاء باریک اور چمکدار ہوا داخل۔[1]

ان تینوں ایرادات کے بعد امام احمد رضا قدس سرہٗ پانی جمنے کے بعد سفید دکھائی دینے کے بارے میں رقمطراز ہیں:

شفیف اجرام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں ان پر پڑکر واپس ہوتی ہیں ولہذا آئینہ میں اپنی اور اپنے پس پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے کہ اس نے اشعۂ بصر کو واپس پلٹایا، واپسی میں نگاہ جس جس چیز پر پڑی نظر آئی، گمان ہوتا ہے کہ وہ صورتیں آئینے میں ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ ہیں نگاہ نے پلٹتے میں انہیں دیکھا ہے ولہذا آئینے میں دہنی جانب بائیں معلوم ہوتی ہے اور بائیں "دہنی" ولہذا شئ آئینے سے جتنی دور ہو اسی قدر دور دکھائی دیتی ہے، اگرچہ سو گز فاصلہ ہو حالانکہ آئینہ کا دَل جَو بھر ہے، سبب وہی کہ پلٹتی نگاہ اتنا ہی فاصلہ

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۵۴۹

طے کرکے اس تک پہونچتی ہے، اب برف کے یہ باریک باریک متّصل اجزا کہ شفاف ہیں نظر کی شعاعوں کو انہوں نے واپس دیا پلٹتی شعاعوں کی کرنیں ان پر چمکیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا کی جیسے پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اس کا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے، زمین شور میں دھوپ کی شدت میں دور سے سراب نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے، خوب چمکتا جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اس زمین میں اجزاے صقیلہ شفافہ دور تک پھیلے ہوتے ہیں، نگاہ کی شعاعیں ان پر پڑکر واپس ہوئیں، اور شعاع کا قاعدہ ہے کہ واپسی میں لرزتی ہے جیسے آئینے پر آفتاب چمکے، دیوار پر اس کا عکس جھل جھل کرتا نظر آتا ہے، اور شعاعوں کے زاویے یہاں چھوٹے تھے کہ ان کی ساقیں طویل ہیں کہ سراب دور ہی سے متخیل ہوتا ہے اور وتر اسی قدر ہے جو ناظر کے قدم سے آنکھ تک ہے اور چھوٹے وتر پر ساقیں جتنی زیادہ دور جاکر ملیں گی زاویہ خورد تر بنے گا اور زاویائے انعکاس ہمیشہ زوایاے شعاع کی برابر ہوتے ہیں اشعۂ بصریہ اتنے ہی زاویوں پر پلٹتی ہیں جتنوں پر گئی تھیں ان دونوں امر کے اجتماع سے نگاہیں کہ اجزاے بعیدہ صقیلہ پر پڑی تھیں، لرزتی جھل جھل کرتی، چھوٹے چھوٹے زاویوں پر زمین سے ملی ملی پلٹیں، لہذا وہاں چمکدار پانی جنبش کرتا متخیل ہوا۔ (۱)

ہندسہ لوگارثم

(۱) ایک دفعہ استفتا ہوا کہ عصر کا وقت مستحب و وقت مکروہ کیا ہے؟ اس ضمن میں امام احمد رضا قدس سرہٗ نے طلوع و غروب کے اوقات مکروہہ کی بھی تحقیق پیش کی اور اصول محاسبات ہندسیہ کی روشنی میں یہ واضح کیا کہ یہ وقت تقریباً بیس (۲۰) منٹ ہے آپ فرماتے ہیں:

"زمین کی گرد کئی میل بلندی تک بخارات کا کرہ پھیلا ہوا ہے جس کی وجہ سے طلوع و غروب کے وقت آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے جب اس سے اونچا ہوتا ہے

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۵۴۹

اور کرۂ بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں زیادہ ظاہر ہوتی اور نگاہ جمنے سے مانع آتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے جس کا حال اس شکل میں عیاں ہے۔ (۱)
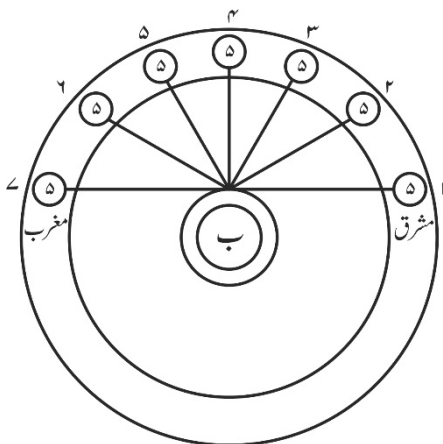
''ا،ب ''کرۂ زمین ہے ''ا''موضع ناظر ہے یعنی سطح زمین کی وہ جگہ جہاں دیکھنے والا شخص کھڑا ہے۔ ''ح،ا''زمین کے سب طرف کرۂ بخار ہے جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ رمیل یا قول اوائل پر ۵۲ رمیل اونچا ہے، اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حائل ہو گا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی۔ ''ہ''مرکز شمس ہے، ''ا،ہ''ہر طرف وہ خطہ ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گزرتا ہے، پہلے نمبر پر آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے نمبر پر چڑھتا ہوا، چوتھے نمبر پر ٹھیک نصف النہار پر نظر آیا پھر پانچویں چھٹے نمبر پر ڈھلکتا ہوا، ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا۔ ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط ''ا،ہ'' کا حصہ ''ا،ر،''کرۂ بخار میں گزرا اور دوسرے پر ''ا،ح'' تیسرے پر ''ا،ط''چوتھے پر ''ا،ح''اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں ''ا،ر''سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے، ''ا،ح،ا،ط''وغیرہ چھوٹے

---

(۱)۔فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص: ۲۱۴

ہوتے جاتے ہیں کہ یہاں تک کہ نصف النہار پر خط ''ا، ح'' سب سے چھوٹا رہ جاتا ہے، ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط ''ا، ح'' یعنی دوپہر کے وقت کا خط اگر ۴۵ ۴/ رہی میل ہے جب بھی خط ''ا، ر'' یعنی وقت طلوع کا خط پانسو ساڑھے نوے میل سے بھی زائد ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے وہ خطوط اسی نسبت پر بڑے ہوتے جاتے ہیں ''ا، ی''، برابر ''ا، ط'' کے پڑتا ہے اور ''ا، ک'' برابر ''ا، ح'' کے اور ''ا، ل'' برابر ''ا، ر'' کے ہے، یہاں سے واضح ہو گیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی تیزی پر ہوتا ہے اور اس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اس کی شعاع دھیمی ہوتی ہے یہاں تک کہ شرق و غرب میں ایک حد کے قرب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی۔ مشرق میں جب تک اس حد سے آفتاب نکل کر اونچا نہ ہو جائے اس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے اندر آجائے اس وقت سے غروب آفتاب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے۔ تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہو گیا یہ بھی کھل گیا کہ مشرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف تو یہ وقت پندرہ بیس منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہو جائے۔ جو اس سے کئی نیزے زائد ہے، تجربہ سے یہ وقت تقریباً بیس منٹ ثابت ہوا ہے تو جب سے آفتاب کی کرن چمکے اس وقت سے بیس منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہوا اور ادھر جب غروب کو بیس منٹ رہیں وقت کراہت آجائے گا اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہو جائے گی۔ (۱)

(۲) امام احمد رضا قدس سرہ سے ایک دفعہ یہ سوال ہوا کہ کوئیں کا دور کئی ہاتھ ہونا چاہیے کہ وہ ''دہ در دہ'' ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے بظاہر یہ تو ایک سطر کا سوال ہے لیکن اس کا جواب خاصا دشوار ہے، آپ نے فرمایا: کہ اس باب میں چار قول

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ ج:۲، ص:۲۱۵، ۲۱۴

ہیں ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جدا ہے۔

قول اول: اڑتالیس ہاتھ، خلاصہ وعالمگیریہ میں اسی پر جزم فرمایا اور محیط امام شمس الائمہ سرخسی وفتاویٰ کبریٰ میں اسی کو احوط بتایا سید طحطاوی نے اس کا اتباع کیا۔

قول دوم: چھیالیس ہاتھ، بعض کتب میں اسی کو مختار ومفتیٰ بہ بتایا۔

قول سوم: چوالیس ہاتھ، اس کی ترجیح اس وقت کسی کتاب سے نظر میں نہیں۔

قول چہارم: چھتیس ہاتھ، ملتقط میں اسی کی تصحیح کی، امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا یہی صحیح اور فن حساب میں مبرہن ہے اسی پر مولیٰ خسرو نے متن غرر میں مع افادہ تصحیح اور مدقق علائی نے در مختار اور علامہ فقیہ ومحاسب شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں جزم فرمایا۔[1]

مذکورہ چاروں اقوال بیان کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فتاویٰ رضویہ میں علم مساحت وعلم ہندسیہ کے قواعد کی روشنی میں اپنی تحقیق پیش کی اور یہ ثابت کیا کہ اس کا دور ساڑھے پینتیس ہاتھ ہونا چاہیے یعنی "۳۵،۴۹،۴" ر قطر تقریباً ۵ر گز ساڑھے دس گرہ ہوگا بلکہ دس گرہ ایک اونگل یعنی "۱۱،۲۸۴" ر ہاتھ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنی تحقیق ودعویٰ اصول ہندسیہ کی روشنی میں اس طرح ثابت کیا:

بیان اس کا یہ ہے کہ اصول ہندسہ مقالہ ۴ر شکل ۱۲ر میں ثابت ہے کہ محیط دائرہ کو ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے یا قطر دائرہ کو ربع محیط یا نصف قطر کو نصف محیط میں ضرب دیجیے یا قطر ومحیط کو ضرب دیکر ۴ر پر تقسیم کیجیے کہ حاصل سب کا واحد ہے ہم نے اپنی تحریرات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ قطر اجزائے محیطیہ سے "قدحہ لہ الط لومہ" ہے نصف قطر "نزحہ لر مدمح" یعنی محیط جس مقدار سے "۳۶۰" درجے ہے قطر اس سے ۱۱۴ر درجے ۳۵ر دقیقے، ۲۹ر ثانیے، ۳۶ر ثالثے، ۴۵ر رابعے ہے تو قطر اگر ایک ہے محیط "۳ء۱۴۱۵۹۲۶۵" ر ہے فان، ۳۶۰ ÷ ۳ء۱۴۱۵۹۲۶۵= ۱۱۴ء۵۷۹۱۵۹۱۵۵ تحویلہ الی الستینی "قدحہ لہ الط لومہ" یہاں سے ہمیں دو

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ ج:۱، ص:۳۲۱ ر ۳۲۲

مساواتیں حاصل ہوئیں قطر و محیط و مساحت کو علی التوالی ”ق، ط، م“ فرض کیجیے پس

(۱) ۱۴۱۵۹۲۶۵ء۳ق = ط اس لیے کہ ۱ : ۱۴۱۵۹۲۶۵ء۳ :: ق : ط۔

(۲) ق ط / ۴۰ = م ان کے بعد قطر و محیط و مساحت سے جو چیز گز، ہاتھ، فٹ، گرہ، وغیرہا جس معیار سے مقدر کی جائے اسی معیار سے باقی دو کی مقدار معلوم ہو جائے گی جس کے جدول ہم نے یہ رکھی ہے۔

جدول اول یہ ہے۔

معلوم	قطر	محیط	مساحت
قطر		۱۴۱۵۹۲۶۵ء۳ق	۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵ء۰ق
محیط	۳ء۸۵۳۹۸۱۶۲۵		۱۲ء۵۶۶۳۷۰۶
مساحت	۰ء۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵	۵۶۶۳۷۰۶ء۱۲ام	

(۱)

امام احمد رضا قدس سرہ نے دوری شکل سے متعلق ایسے فارمولے تیار کیے کہ قطر و محیط اور مساحت میں سے کوئی ایک بھی معلوم ہو تو باقی دو کو اسی کے ذریعے معلوم کیا جا سکتا ہے چنانچہ مذکورہ بالا فارمولوں کی تشریح میں جناب مولانا مفتی قاضی شہید عالم صاحب رضوی استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف رقمطراز ہیں:

مثلاً کسی دائرہ کا محیط معلوم ہے تو قطر کو ۱۴۱۵۹۲۶۵ء۳ / میں ضرب دیں حاصل ضرب اس دائرے کی مساحت یعنی رقبہ ہو گا، اور اگر محیط معلوم ہے، اور بقیہ دو مجہول تو محیط کو ۱۴۱۵۹۲۶۵ء۳ پر تقسیم کریں حاصل قسمت دائرہ مذکورہ کا قطر ہے، اور اگر محیط کے ربع کو ۵۶۶۳۷۰۶ء۱۲ پر تقسیم کریں تو حاصل قسمت دائرہ مذکورہ کی مساحت ہو گی، اور فرض کریں کہ مساحت معلوم، اور بقیہ دو مجہول ہیں تو مساحت کو ۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵ء۰ / پر تقسیم کریں پھر حاصل قسمت کا جزر نکالیں یہی جزر مذکورہ دائرہ کا قطر ہو گا، اور اگر محیط

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ ج:۱، ص: ۳۲۲ / ۳۲۳

معلوم کرنا ہے تو مساحت کو ۱۳ء۵۶۶۳۷۰۶ میں ضرب کریں حاصل قسمت جزء دائرہ مذکورہ کا محیط ہے۔

مطاب کے استخراج کے لیے یہی فارمولے کافی ووافی تھے لیکن امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس کو اور آسان پیرایہ میں سمجھانے کے لیے ایک اور لوگارثمی جدول بھی تیار کر کے نہایت ہی عام فہم انداز میں مسئلے کو سمجھانے کی کوشش کی ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا تیار کردہ دوسرا لوگارثمی جدول یہ ہے۔

دوسرا جدول یہ ہے۔

معلوم	لوقطر	لومحیط	لومساحت
لوقطر		لوق +۰ء۴۹۷۱۴۹۹	۲لوق +آء۸۹۵۰۸۹۹
لومحیط	لوط +آء۵۰۲۸۵۰۱		۲لوط +۲ء۹۰۰۷۹۰۱
لومساحت	لوم +۱۰۴۹۱۰۱ء	لوم +۱ء۰۹۹۲۰۹۹	

یہاں مساحت معلوم ہے ۱۰۰/ ہاتھ، جس کا لوگارثم

۲ء۰: ۱۰۴۹۱۰۱ء۲=۰۵۲۴۵۵۰ء۱ کہ لوگارثم ۲۸۴ء۱۱/ کا ہے اور یہ قدر قطر ہوئی نیز ۹۹۲۰۹۹ء۰۳=۹۰۴۹۶۰۴۹ء۵۴ کہ لوگارثم ۹ ۴۹ ۴ء۳۵ کا ہے یہ مقدار دور ہوئی۔

ہمارے بیان کی تحقیق یہ ہے کہ۔

۲۸۴ء۱۱×۹ ۴۹ ۴ء۳۵=۱۶ ۴۰۰ء۰۰۶۵، ÷۴=۱۶ ۱۰۰ء۰۰، کہ سو ہاتھ سے صرف ۱۶/ ۱۰۰۰۰ یعنی ۱/ ۶۲۵/ زائد ہے کہ ایک اونگل عرض کا ۲۴/ ۶۲۵ یعنی انگل کی پچیسویں حصے سے بھی کم ہے بخلاف حساب سراج وشرنبلالیہ کے کہ ان کے خیال سے ۱۹/ اونگل اور واقع میں تین ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھتا ہے۔[1]

ریاضی

محدثین اور شافعیہ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں لہذا مغرب والوں کی رویت

---

(۱)۔فتاویٰ رضویہ ج:۱، ص: ۳۲۳

ہلال مشرق والوں کے لیے ان کے یہاں کوئی افادہ نہیں کرے گا بر خلاف ائمہ حنفیہ کے، احناف اختلاف مطالع کو کوئی حیثیت نہیں دیتے ہیں احناف کے یہاں اگر شہادت شرعیہ سے ثابت ہو جائے تو ایک شہر کی رویت دوسرے شہر پر نافذ ہے۔

جو حضرات اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں تعین مقدار کے بارے میں ان کے اقوال مختلف ہیں بعض نے ایک ماہ کی راہ مقرر کیا تو بعض حضرات نے ۲۴؍ فرسخ کا فاصلہ متعیّن کیا ہے ان دونوں اقوال میں آٹھ گھنٹے کا فرق ہے اس لیے کہ ہر روز کی منزل انیس میل ہوتی ہے تو مہینہ بھر کی راہ ۵۷۶؍ میل پر مشتمل ہوئی تین میل کا فرسخ ہوتا ہے لہذا ایک سو بانوے فرسخ ہوئے اور ۲۴؍ فرسخ کے قائلین کے اعتبار سے صرف ۲۴؍ فرسخ ہوئے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے حنفی کی تائید میں قواعد ریاضی سے واضح کیا کہ ان مسافتوں کا تعین جو شافعیہ نے کیا ہے عبث اور بے کار ہے کیونکہ شمس و قمر کے درمیان جب تک کم از کم آٹھ درجہ کا فاصلہ نہ ہو رویت ممکن نہیں اور یہ فاصلہ شرقاً و غرباً ہوتا ہے نہ کہ شمالاً و جنوباً کہ مشرق میں جو فاصلہ آفتاب و ماہتاب کے درمیان ہوگا مغرب میں پہنچ کر فاصلہ زائد ہو جائے گا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

سب حضرات نے مطلق فرمایا کوئی تخصیص سمت و جانب نہ رکھی حالانکہ معظم معمورہ خصوصاً بلاد ہندوستان اور ان کے امثال کثیرہ مثل خطۂ مقدسۂ عرب وغیرہ میں جہاں عرض میل کلی کے اندر ہے یا اس سے بہت متفاوت نہیں یہ اختلاف معتبر ہو تو یوہیں کہ غربی شہر کی رویت شرقی پر حجت نہ ہو کہ ممکن کہ شرقی میں وقت غروب شمس فصل نیرین کم تھا قمر کا شعاع شمس سے انفصال قابل رویت ہلال نہ ہوا تھا جب حرکت فلکیہ نیرین کو بلد غربی کی افق مغربی پر لے گئی اتنی دیر میں انفصال بقدر استہلال ہو گیا مگر غربی میں شرقی کی رویت مطلقاً کیوں نا معتبر ہو خصوصاً جبکہ عرض متحد یا متقارب ہو کہ اضطجاع و انتصاب افق یکساں ہو پر ظاہر کہ جب مشرق میں بعد قابل رویت ہو چکا تھا تو غربی میں تو اور زیادہ فصل

وظہور ہو جائے گا اور جنوب وشمال میں ۲۴/ فرسخ در کنار ۱۹۲/ کا فصل بھی فاصل ہونا ضرور نہیں فرض کیجیے آفتاب شمالی ہے اور قمر وقت استہلال عدیم المیل اور ایک شہر خط استوا سے ۸/ درجہ شمال کو ہے کہ ایک مہینہ کی راہ سے کم فاصلہ ہوا اور دوسرا استرہ درجے کہ دو مہینے سے بھی زیادہ فصل ہوا اس لیے کہ غایت تدقیق کے بعد ثابت ہوا ہے کہ زمین کا ایک درجہ ۳۶۵۱۵۵/ قدم ہے اور قدم ۱/۳/ گز اور میل ۱۷۶۰/ گز تو ایک درجۂ ارضیہ ۶۹ء۱۲۹/ میل ہوا راہ ایک ماہہ ۵۷۶/ کو اس پر تقسیم کیے سے ۸ء۷۷۰۲۳۰۳/ رہوتے ہیں یعنی ۸۱۸۱۰۵۴/ رہ ح آ لح ی ند اور تینوں شہر ایک ہی نصف النہار کے نیچے ہیں اب فرض کیجیے کہ صورت مذکورہ میں خط استوا میں رویت ہلال ہوئی تو شہر ابعد در کنار شہر وسطانی میں بھی رویت ضرور نہیں حالانکہ ایک ماہہ راہ سے کم فاصلہ ہے اس لیے کہ خط استوا میں ادھر تو آفتاب جلد ڈوبے گا تو اندھیرا جلد ہو کر رویت کا معین ہوگا ادھر افق منتصب ہے تو آفتاب بعد غروب جلد افق سے دور ہو کر نور شفق کہ عائق رویت ہوتا جلد کم ہو جائے گا ادھر قمر کا ارتفاع زائد ہے تو دیر تک بالائے افق رہے گا یہ بھی موید رویت ہوگا بخلاف بلد شمالی کہ وہاں سب امور بالعکس ہیں اور اسی صورت میں فرض کیجیے شہر ابعد میں رویت ہوئی تو شہر وسطانی در کنار خط استوا میں بھی بدرجۂ اولیٰ رویت ہوگی کہ مویدات رویت وہاں بافراط ہیں حالانکہ دو ماہہ راہ سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو معلوم ہوا کہ جنوباً، شمالاً کبھی ایک مہینے سے بھی کم کا فاصلہ اختلاف رویت لاتا ہے اور کبھی دو مہینے سے زیادہ کا بھی فاصلہ اختلاف نہیں لاتا اب تقریر اس طرف لے جائے گی کہ شہروں کا باہم بُعد معتبر نہ ہو حالانکہ اختلاف مطالع ماننے والوں کی عبارات اس میں نص ہیں نہ تفاوت عرض معتبر ہو نہ تفاوت طول شرقی بلکہ صرف تفاوت طول غربی معتبر ہو یعنی جس کا طول غربی اس شہر سے ایک ماہہ راہ یعنی آٹھ درجے اٹھارہ دقیقے ہو وہاں کی رویت یہاں کے لیے معتبر نہ ہوگی اور جس کا طول غربی اس سے کم تفاوت رکھتا ہے وہاں کی رویت معتبر ہو مگر بنے گی یہ بھی نہیں کہ تفاوت عرض بھی قطعاً اختلاف رویت لاتا ہے جس کے بعض وجوہ کی طرف ابھی اشارہ ہو چکا تو اس کا نظر سے

اسقاط ناممکن تفاوت عرض سے یہاں تک تو ہوگا کہ ایک شہر میں ہلال مرئی ہو اور دوسرے شہر میں چاند اس وقت زیر زمین جاچکا ہو رویت و عدم رویت ہلال تو بالائے طاق رہی غرض یوں بھی ٹھیک نہیں آتی اور حقیقت امر یہ ہے کہ تحدید کرنے والوں نے محض سرسری طور پر ایک حد کہہ دی تنقیح پر آئیے تو قیامت تک وہ خود اس کی حد بست نہ کرسکیں گے۔ (۱)

توقیت

(ا) ایک دفعہ استفتا ہوا کہ یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ رمضان شریف میں رات کے سات حصے کیے جائیں جب ایک حصہ رات کا باقی رہے کھانا پینا ترک کردے، آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ امام احمد رضا قدس سرہ نے نہ صرف اس قاعدۂ مشہورہ کو غلط قرار دیا بلکہ توقیت و ہیئت کے قواعد سے یہ بھی ثابت کیا کہ سال کے بعض ایام میں صبح صادق رات کے نواں حصہ سے بھی کم باقی رہتی ہے اور بعض ایام میں دسواں حصہ ہوتی ہے اور کبھی چھٹا حصہ سے بھی کم ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں:

یہ قاعدہ ہرگز صحیح نہیں بلکہ کبھی رات کا ہنوز چھٹا حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہوجاتی ہے اور کبھی ساتواں، اٹھواں، نواں یہاں تک کہ کبھی صرف دسواں حصہ تقریباً رہتا ہے اس وقت صبح ہوتی ہے۔ (۲)

پھر اس اجمال کی تفصیل کے لیے امام احمد رضا قدس سرہ نے رؤس بروج کا ایک مکمل نقشہ کے ذریعے راتوں کے ان حصص کے اختلاف کو ثابت فرمایا پہلے اس نقشہ کا اجمالی بیان خود امام احمد رضا قدس سرہ کی زبانی ملاحظہ کریں پھر بعد میں نقشہ بھی نذر قارئین کیا جاتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

افق حقیقی پر انطباق مرکز شمس جانب مغرب سے اسی پر انطباق مرکز جانب شرق تک شب نجومی ہے، اور افق حسی بالمعنی الثانی سے تجاوز کنارۂ آخریں شمس جانب غرب سے اسی افق

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ ج:۴، ص:۶۳۰، ۶۲۹

(۲)۔ فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۶۱۹

سے ارتفاع کنارۂ اولین شمس جانب شرق تک شب عرفی ہے اس کی تحصیل میں دونوں جانب کے دقائق انکسار بھی شب نجومی سے ساقط کیے جاتے ہیں اور افق حسی مذکورہ بے تجاوز کنارۂ آخریں شمس سے طلوع فجر صبح صادق تک شب شرعی ہے تحصیل فجر میں بھی جانب طلوع شمس کے دقائق انکسار وقت باقی سے مستثنیٰ ہیں یہ نقشہ خود فقیر کا ایجاد ہے جس کا اجمالی بیان یہ ہوا اور جو شخص اس فن میں کچھ ادراک رکھتا ہو اسے تفصیل بھی بتائی جاسکتی ہے [ایضًا]۔

جدول

تاریخ شمسی	رأس برج	مقدار شب نجومی	مقدار شب عرفی	مقدار صبح	مقدار شب شرعی	شب عرفی کے منٹ	صبح کے منٹ	شب عرفی و صبح کی نسبت	تخمینی نسبت
		گھنٹہ / منٹ	گھنٹہ / منٹ	گھنٹہ / منٹ	گھنٹہ / منٹ				
۲۰/مارچ	حمل	۱۲/۰۰	۱۱/۵۴	۱/۲۰	۱۰/۳۴	۷۱۴	۸۰	۴۰/۳۵۷	نواں حصہ
۲۲/اپریل	ثور	۱۱/۱۰	۱۱/۵۴	۱/۲۴	۹/۴۰	۶۶۴	۸۴	۲۱/۱۶۶	آٹھواں حصہ
۲۲/اپریل	جوزا	۱۰/۲۸	۱۰/۲۲	۱/۳۱	۸/۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲/اپریل	سرطان	۱۰/۱۲	۱۰/۶	۱/۳۶	۸/۳۰	۶۰۶	۹۶	۱۶/۱۰۱	چھٹا حصہ قدرے کم
۲۲/جولائی	اسد	۱۰/۲۸	۱۰/۲۲	۱/۳۱	۸/۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲/اگست	سنبلہ	۱۱/۱۰	۱۱/۵۲	۱/۲۳	۹/۳۹	۶۶۲	۸۳	۸۳/۶۶۲	آٹھواں حصہ
۲۳/ستمبر	میزان	۱۲/۰۰	۱۱/۵۲	۱/۱۹	۱۰/۳۳	۷۱۲	۷۹	۷۹/۷۱۲	نواں حصہ
۲۲/اکتوبر	عقرب	۱۲/۵۰	۱۲/۴۲	۱/۱۹	۱۱/۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس حصوں

									سے دو حصے
۲۲/نومبر	قوس	۱۳/۳۲	۱۳/۲۲	۱/۲۲	۱۲/۰۰	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصہ
۲۲/دسمبر	جدی	۱۳/۴۸	۱۳/۴۰	۱/۲۵	۱۲/۱۵	۸۲۰	۸۵	۱۷/۱۶۵	دسواں حصہ
۲۲/جنوری	دلو	۱۳/۳۲	۱۳/۲۲	۱/۲۲	۱۲/۰۰	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دوسواں حصہ
۲۱/فروری	حوت	۱۲/۵۰	۱۲/۴۲	۱/۱۹	۱۱/۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس حصوں کے دو حصے

مختصر جدول یہ ہے:

تاریخ	برج	نسبت صبح و شب عرفی	برج	تاریخ
۲۲/جون	سرطان	چھٹا حصہ کچھ کم	سرطان	۲۲/جون
۲۳/جولائی	اسد	ساتواں حصہ کچھ زیادہ	جوزا	۲۲/مئی
۲۴/اگست	سنبلہ	آٹھواں حصہ	ثور	۲۱/اپریل
۲۴/ستمبر	میزان	نواں حصہ	حمل	۲۰/مارچ
۲۴/اکتوبر	عقرب	نواں حصہ قدرے کم	حوت	۲۰/فروری
۲۳/نومبر	قوس	دسواں حصہ کچھ زیادہ	دلو	۲۱/جنوری
۲۲/دسمبر	جدی	دسواں حصہ اس کچھ سے بھی کم	جدی	۲۲/دسمبر

ہیئت

میرٹھ سے ایک شخص نے استفتا کیا کہ دو لڑکیاں ایسی ہیں جو جڑواں ہیں کمر سے لے کر سرین تک جڑی ہوئی ہیں، لہذا ان سے نکاح کی صورت کیا ہوگی اگر ایک شخص ان سے نکاح کرے تو دو بہنیں ایک مرد کے نکاح میں جمع ہو جائیں گی اور یہ حرام ہے اور اگر دو شخص نکاح کرے تو بے حیائی لازم آئے گی لہذا ان سے نکاح کی کوئی صورت ہے یا نہیں

اور علاج کیا ہے؟

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس کا یہ حل ارشاد فرمایا:

ایسی حالت میں ان کے لیے لازم یہ ہے کہ کثرت سے روزہ رکھیں کہ روزے شہوت نفسانی کو توڑ دے گی پھر اپنے موقف کی تائید میں وہ نظیر پیش کی جہاں چھ مہینے کا دن ہوتا اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے، وہاں رمضان کے روزے کیسے رکھیں جائیں اور اس کے ضمن میں علم ہیئت کے ایسے شگوفے کھلائے کہ جسے پڑھنے کے بعد اس کی خوشبو سے ہر ایک کی مشام جاں معطر ہو جاتی ہے آپ فرماتے ہیں:

اس کی نظیر وہ سوال ہے جہاں عرض تسعین کی نسبت کیا کرتے ہیں جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہے کہ وہاں رمضان کے روزے کیسے رکھیں حالانکہ وہاں انسانی آبادی کا نام نہیں کہ اسّی (۸۰) درجے عرض سے آگے لوگوں کا گزر بھی نہیں کہ ہمیشہ کی ہر آن برف باری نے وہاں سمندر کو دلدل کر رکھا ہے نہ پانی رہا کہ جہاز گزرے نہ زمین ہو گیا کہ آدمی چلیں بلکہ ستر (۷۰) درجے آگے سے آبادی کا پتہ نہیں وہاں جب کہ چھ چھ مہینے کے دن رات ہیں بلکہ قطب شمالی میں چھ مہینے نو دن کا دن اور نو دن کم چھ مہینے کی رات اور قطب جنوبی میں بالعکس اس لیے کہ اوج آفتابی شمالی اور حضیض جنوبی ہے اور اس کی رفتار اوج میں سست اور حضیض میں تیز ہے پھر یہ نہار ولیل تنجیمی ہے، عرفی لیجیے تو نصف قطر آفتاب اور حصہ انکسار بڑھ کر مقدار نہار میں اور بہت سے دن بڑھ جائیں گے اور نہار شرعی کے لیے اٹھارہ درجے کا انحطاط لیجیے تو کئی مہینے مقدار نہار میں شامل ہو کر رات بہت کم رہ جائے گی اور وہاں قمر وغیرہ کسی کوکب کا طلوع غروب حرکت شرقیہ فلکیہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی حرکت خاصہ سے جب منطقہ سے شمالی ہو گا قطب شمالی میں طلوع کرے گا اور جب شمالی رہے گا طالع رہے گا پھر جب جنوبی ہو گا غروب کرے گا اور جب تک جنوب رہے گا غارب رہے گا اور اس ظہور وبطون کے لیے کوئی تعیین نہیں کہ قمر اس وقت اجتماع میں ہو یا استقبال میں ہو تربیع میں ہو یا شکل ہلال میں تو سال کے بارہ دن رات جو قمر نے پائے ان میں حساب انتظام اہلہ وشہور نامقدور اور اگر حکماً صورت تقدیر

واندازہ لیجیے بھی جس طرح دربارۂ ایام طوال دجال نمازوں کے لیے ارشاد ہوا تو وہی قرآن عظیم جس نے "فمن شهد منكم الشهر فليصمه" فرمایا اسی نے "وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين" ارشاد کیا یعنی جنھیں روزے کی قدرت نہ ہو ان پر بدلہ ہے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کا کھانا اور جن کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو وہ حصول استطاعت کا انتظار کریں اور اپنے رب سے انابت واستغفار کہ وہی قرآن کریم فرماتا ہے "لا يكلف الله نفسا الا وسعها" واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

تجوید وقرأت

قرآن عظیم کو ترتیل سے پڑھنے کے بارے میں آیت کریمہ "ورتل القرآن ترتيلا" سے اکثر مصنفین ترتیل کے وجوب کو ثابت کرتے ہیں اور وہ اس طرح کہ "رتل" فعل امر ہے اور امر کا موجب وجوب ہے لہذا ترتیل کے ساتھ قرآن مقدس کو پڑھنا واجب ہے لیکن ترتیل کسے کہتے ہیں اس سلسلے میں فقہاے کرام کے آرا مختلف ہیں، اکثر نے ترتیل کی یہ تعریف کی ہے، "تجويد الحروف معرفة الوقوف" لہذا ان کے نزدیک ان دونوں یعنی تجوید حروف اور معرفت وقوف کی رعایت کے بغیر نماز نہ ہوگی۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس نظریہ کی تردید کی اور تجوید الحروف معرفت الوقوف کے احکام کو جداگانہ قرار دیا آپ نے واضح کیا تجوید الحروف کے بغیر نماز فاسد ہو جائے گی مگر معرفت الوقوف کے بغیر بھی نماز ہوگی اگرچہ کراہت کے ساتھ ہی سہی اور اس مسئلے کی وضاحت کے لیے آپ نے ترتیل حدیں بیان فرمائیں اور ہر ایک کے درمیان احکام کے فرق کو بھی واضح کیا آپ فرماتے ہیں:

ترتیل کی تین حدیں ہیں ہر حد اعلیٰ میں اس کے بعد کی حد ماخوذ وملحوظ ہے۔

حد اول

یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر بآہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے الفاظ بہ تفخیم ادا ہوں حروف کو ان کی صفات شدت وجہر وامثالہا کے حقوق پورے

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ ج:۵، ص:۱۴۸،۱۴۷

دیے جائیں اظہار واخفاو تفخیم وترقیق وغیرہا محسنات کا لحاظ رکھا جائے یہ مسنون ہے اور اس کا ترک مکروہ وناپسند اور اس کا اہتمام فرائض وواجبات میں تراویح سے زیادہ اور تراویح میں نفلِ مطلق سے زیادہ۔

حد دوم

مدووقف ووصل کے ضروریات اپنے اپنے موقع پر ادا ہوں کھڑے پڑے کا لحاظ رہے حروف مذکورہ جن کے قبل نون یا میم ہوان کے بعد غنہ نہ نکلے مثلاً انّا کنّا کوان کن یا ناّں یا کنّاں نہ پڑھا جائے "با" و"جیم" کے ساکنین جن کے بعدتے ہو بشدت ادا کیے جائیں کہ "پ" اور "چ" کی آواز نہ دیں، حروف مطبقہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے ۔جہاں جب صراط وقاطعہ میں "ص" و"ط" کو اطباق کرتے ہیں حرکت تابع حرف ہوکر کسرہ مشابہ ضمہ ہوجاتا ہے کوئی حرف بے محل اپنے مجاور کی رنگت نہ پکڑے "ت" و"ط" کے اجتماع میں مثلاً یستطیعون لاتطع بے خیالی کرنے والوں سے حرف تا بھی مشابہ طا ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے عتو میں بھی بوجہ تفخیم عین وضمہ تا آواز مشابہ طا پیدا ہوتی ہے بالجملہ کوئی حرف وحرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حرف چھوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو نہ محدود مقصور ہو نہ ممدود اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے ،اس قدر ترتیل فرض واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار مگر فرائض نماز سے نہیں کہ ترک مفسد صلوٰۃ ہو، جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اس کی امامت نہ چاہیے مگر نماز ہوجائے گی اگرچہ بکراہت ملخصًا۔

حد سوم

جو حروف وحرکات کی تصحیح "ا ع، ت ط، ث س ص، ح ہ، ذ ز ظ" وغیرہا میں تمیز غرض ہر نقص وزیادت وتبدیل سے مفسد معنٰی ہو احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پرواہی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا سیکھے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا ہمارے ائمہ

کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک اس کی نماز باطل اور اس کی امامت کے بطلان اس کے پیچھے اوروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں۔[1]

(۲) لہریا سرائے دربھنگہ بہار سے مولوی اسمٰعیل صاحب نے استفتا کیا کہ کچھ لوگ "ض" کو قصداً "ظ" یا "ذ" بلکہ "ز" پڑھتے ہیں اور عام لوگ جو "ض" کو اس طرح ادا کرتے ہیں جس سے بجائے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے اس سے نماز فاسد بتاتے ہیں لہذا ان کا کہنا کہاں تک درست ہے اور کتب فقہیہ کے موافق ہے یا مخالف؟

اس کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"ض، ظ، ذ، ز" معجمات سب حروف متبائنہ متغائرہ ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوت قرآن میں قصداً بدلنا اس کی جگہ اسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرون نماز حرام قطعی وگناہ عظیم، افتراء علی اللہ وتحریف کتاب کریم ہے"۔[2]

پھر اس کے بعد امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس کی صحیح قرأت بیان کرتے ہوئے ضاد کا صحیح مخرج بیان فرمایا تاکہ مسئلہ بالکل منقح ہو جائے۔

مخرج ضاد

مخرج ضاد زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اکثر پہلوے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اسی جانب کی ان بالاے داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاسق ہوتا ہوا کچلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لام تک بڑھے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متّصل ہوئی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کرکے تالو سے نزدیکی پائے دانتوں یا زبان کی نوک کا اس میں کچھ حصہ نہیں وہ ان قوی حرفوں میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارۂ سانس کا ان کے

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ ج:۳، ص:۱۰۴، ۱۰۳، ملخصًا

(۲)-فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۱۱۱

ساتھ جدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک ان کی آواز ختم نہ ہولے سانس بند رہے گی ایسے حرفوں کو مجہورہ کہتے ہیں، اور ان کے خلاف کو مہموسہ جن کا جامع فَحَصَّهُ شَخْصٌ سَكَتَ ہے یا سَتَشْحَثُكَ خَصْفَه مثلاً ثاے مثلثہ کو مکرر کرکے بولے ثثث تو آواز ثا کے ساتھ ایک حصہ ساکن کا جدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہوا مجہورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو شروع تلفظ کے وقت موجود ہوا نہیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اس کا تلفظ ختم نہ ہو دوسرے نہیں آتی جیسے ''ززز، ظظظ'' یوں ہی ''ضضض'' یہ امر قوت اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی بے آواز بھی حابس دم ہے کما لا یخفیٰ۔ (۱)

(۳) ایک دفعہ محلہ ذخیرہ بریلی شریف سے جناب سید اشرف علی علیہ الرحمہ نے استفتا کیا کہ سورۂ ناس میں ''خَنَّاسِ الَّذِی'' ہے یا ''خَنَّاسِ الَّذِی'' کس طرح پڑھنا چاہیے تو آپ نے فرمایا:

دونوں طرح جائز ہے اور اصل وہی ہے کہ ''خناس'' کا ''سین'' ''الذی'' کے لام میں ملا کر پڑھیں اس میں ''الف'' گر جائے گا اور بحالت وصل اس کے گرانے کا ہی حکم ہے اور ''س'' پر وقف کرکے ''الذی'' مع الف پڑھے جب بھی کوئی حرج نہیں دونوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔ (۲)

قوافی و عروض

سہارنپور سے جناب چودھری عبد الحمید خان صاحب نے یہ استفتا کیا کہ مارہرہ سے ایک صاحب کتاب کنز الآخرہ پر کچھ اعتراض و ترمیم کیا ہے جن کے جوابات آپ کے سامنے ہیں لہذا اعتراضات کس حد تک صحیح اور جوابات کس حد تک کافی ہیں معترض نے تقریباً دس اعتراضات کنز الآخرہ پر کیے تھے، امام احمد رضا قدس سرہٗ نے عروض و قوافی کی روشنی میں ان دسوں اعتراضات کی تنقیح کرکے معترض کی گرفت فرمائی اور ان اعتراضات

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ ج:۳، ص:۱۱۷

(۲)- فتاویٰ رضویہ ج:۱۲، ص:۱۱۳

کے جوابات پڑھنے کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ کو عروض وقوافی کے میدان میں جو ملکۂ راسخہ اور قدرت تامہ حاصل تھی اس کا واضح طور پر انکشاف ہوتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سارے علوم کسبی نہیں بلکہ وہبی ہیں جنہیں آپ حسب ضرورت لکھتے چلے جاتے ہیں، کنزالاخرہ پر دس اعتراضات اور ان کے جوابات فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲، ص:۱۸۵، ۱۸۰، پر تفصیل سے مذکور ہیں یہاں پر طوالت کی وجہ سے ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

زبان وبیان

(۱) میرٹھ سے محمد یعقوب صاحب نے استفتا کیا کہ آیت کریمہ "**فلما اخذتھم الرجفة**" میں ایک شخص رجفہ کے معنیٰ کڑکڑانا بتاتا ہے اور دوسرا شخص اس کا معنی زلزلہ بتاتا ہے آیا کس کا معنی صحیح ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا:

رجفہ کے معنیٰ میں یہ کڑکڑانا محض باطل وبے اصل ہے جس پر نہ لغت شاہد نہ تفسیر تو یہ ضرور تفسیر بالرائے ہے اور اس کا حصر کرنا کہ یہی ہے حضرت عزت پر افترا ہے اور اس کا استدلال کہ وہ سبب استدلال آیت میں دوسری تحویل اور لفظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف تبدیل ہے کہ اخذ عذاب حقیقت ہے اور سبب کی طرف اسناد مجازی یا بحذف مضاف تقدیر وبال کی جائے۔(۱)

(۲) ایک دفعہ عبارت "**یزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجدا**" کے بارے میں سوال ہوا کہ "**وبقوله**" کے "واو" جس پر ص بنا ہوا ہے "یا" کے معنی دے گا یا "اور" کے؟ نیز "**من بنی مسجدا لم یزل ملکه عنه حتی یفرزه عن ملکه بطریقة و یاذن للناس بالصلاة**" کے بارے میں بھی سوال ہوا کہ یہ "واو" جو دوسری جگہ پر ہے معنیٰ "یا" کے ہوں گے یا "اور" کے؟ تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا:

پہلی عبارت درمختار کی ہے اور اس میں "واو" بمعنی "یا" ہے یعنی مسجد میں

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲، ص:۱۸۷، ۱۸۶

فعل نماز سے بھی ملک مالک زائل ہو جاتی ہے اور مالک کے اس قول سے بھی کہ میں نے اس کو مسجد کردیا دونوں میں جو ہو کافی ہے دونوں کا وجود ضروری نہیں ، اور دوسری عبارت ہدایہ کی ہے اور اس میں ''واو'' بمعنیٰ ''یا'' نہیں ہے بلکہ امران ضرور ہے اور اس کے بعد طرفین کے نزدیک ایکبار نماز باذن ہونا لازم اور امام ابویوسف کے نزدیک صرف زبان سے کہہ دینا کافی کہ میں نے اسے مسجد کیا۔[۱]

(۳) مولوی اکبر حسین صاحب رامپوری نے درج ذیل شعر کا معنی پوچھا:

میری تعمیر میں مضمر ہے ایک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کا معنیٰ بتاتے ہوئے فرمایا: ہیولیٰ مادے کو کہتے ہیں جس میں شئی کی قابلیت اور استعداد ہوتی ہے اور خون گرم سعی کا سبب کہ دہقان کی سعی سے کھیتی کے پیداوار ہے اور اس کا محاصل خرمن کہ برق گرے تو اسے بالکلیہ نیست ونابود کردے۔ تو کہتا ہے کہ جو خون گرم دہقان کے سبب پیدا ہوا وہی برق خرمن کا مادہ بنا کہ حرارت میں برق بننے کی استعداد تھی۔ اور وہی بالآخر اپنے پیدا کردہ خرمن پر بجلی ہو گرا۔ اور اسے فنا کر گیا تو اس تعمیر میں ویرانی کی صورت پنہاں تھی کہ لد واللموت وابنو اللخراب جیو مرنے کے لیے اور عمارتیں بناؤ خراب وبرباد ہونے کے لیے۔[۲]

* * * * *

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۲، ص، ۱۸۷

(۲)- فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۲، ص: ۱۸۷

اصلاح و موعظت

اصلاح و موعظت ایک دینی فریضہ ہے قرآن مجید میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بہت تاکید آئی ہے اور جگہ جگہ قرآن مقدس میں اس کا حکم دیا گیا ہے اسی بنیاد پر امت محمدیہ کو خیر الامم کا درجہ دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ اصلاح و موعظت ہمیشہ اسلاف کرام کا وتیرہ رہا ہے اور یہ اہم فریضہ ایک مستقل وقت کا بھی متقاضی ہے پھر بھی تقریر و تحریر کے ذریعے کلی نہیں تو جزوی اور ضمنی طور پر ہی صحیح اس اہم فریضہ کو بخوبی انجام دیا جا سکتا ہے، ایک بالغ نظر اور متدین مفتی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سائلوں کی غلطیوں سے چشم پوشی کی بجائے ان پر قدغن لگائے اور ان کی اس انداز میں اصلاح کرے کہ وہ قبول حق پر آمادہ ہو جائے امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی حیات مبارکہ کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف اور فتاویٰ نویسی میں صرف فرمایا مگر اس کے باوجود آپ نے اپنی تصنیفات و فتاویٰ کے ضمن میں جس حسن و خوبی سے دعوت الی الحق کے اس اہم فریضہ کو انجام دیا ہے کہ یقیناً اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے والے ہر شخص پر عیاں ہے کہ آپ کی تحریرات اس خوبی سے کس قدر مالا مال ہیں کہ آپ کی تحریروں کو پڑھنے کے بعد یہ بات آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن ہے کہ امت مسلمہ کی احسن طریقہ پر اصلاح کرنا اور سب کو مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کا اسیر بنا دینا آپ کی حیات طیبہ کا مقصود و منشود ہے صرف فتاویٰ رضویہ میں اس حوالے سے اتنے سارے مواد موجود ہیں کہ اگر ایسے

مباحث الگ کر لیے جائیں تو ایک کامل اور ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے، تفصیل سے قطع نظر چند نمونے نذر قارئین ہیں۔

(۱) ظہر کی جماعت چھوڑ کر تہجد کے لیے قیلولہ کرنے والے کی اصلاح

امام احمد رضا قدس سرہ سے ایک ایسے نمازی کے تعلق سے استفتا ہوا جو اس طرح قیلولہ کرتا ہے کہ اس کی ظہر کی جماعت اولیٰ ترک ہو جاتی ہے اور عذر یہ بتاتا ہے کہ اتنی دیر نہ سونے سے تہجد کے فوت ہونے کا خوف رہتا ہے تو کیا اس کے لیے جماعت ترک کر کے اتنی دیر سونا جائز ہے؟ آپ نے مسئلہ کا جواب تحریر فرما کر ایسے نمازی کی اصلاح حال کے لیے بیش قیمتی نصیحتیں بیان فرمائیں اور ایسے ایسے طریقے بتائے کہ ان میں سے کسی ایک پر کاربند ہو جائے تو شاید ہی کبھی اس کی جماعت ظہر یا تہجد فوت ہو، چنانچہ امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں جواب حق، وحق جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السوال سرے سے بے ہودہ سراپا اہمال ہے وہ زعم کرتا ہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاس اسے تفویت جماعت پر باعث ہوتا اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اس کی محافظت کرتا نہ کہ الٹا فوت کا سبب ہوتا، قال اللہ عزوجل: ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم وقربۃ الی اللہ ومنھا ۃ عن الاثم وتکفیر للسیات ومطردۃ للداء عن الجسد

ترجمہ: تہجد کی ملازمت کرو کہ وہ اگلوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنے والا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دور کرنے والا۔

تو فوت جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہر لے کر، اپنے احوال وافعال تولے تو کھل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا۔

یاہذا۔ سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنت ادا کر۔ یہ کیا کہ سنت لیجیے اور واجب فوت کیجیے ذرا بگوش ہوش سن کر اگرچہ حق تلخ گزرے، وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے تجھے تفویت جماعت کی اجازت دے جس کی نظر تاکیدات جماعت پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما، بہر حال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز نقد ہے۔

مگر حاشا: خدام فقہ وحدیث نہ تجھے تفویت واجب کا فتویٰ دیں گے نہ عادی تہجد کو ترک تہجد کی ہدایت کر کے ارشاد حضور سید الاسیاد ﷺ: "یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یقوم اللیل" کا خلاف کریں گے۔

تہجد وجماعت میں تعارض نہیں ان میں کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفس شریر وسوے طرز تدبیر سے ناشی ہوا۔

(۱) یاھذا اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور بطلب آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحتاً آثم وتارک واجب، اور اس عذر باطل میں مبطل وکاذب ہے۔ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلاۃ فلا یجیبہ.

ترجمہ: ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو۔

(۲) اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنہ خواب کیوں کر جاگا اور یہ فساد عجاب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تدبیر کر۔

(الف) کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا؟ یوں ہے تو اول وقت خواب کر، اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالی بأسرارھم نے قیلولہ کے لیے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز وتلاوت نہیں

یعنی ضحوہ کبریٰ سے نصف النہار تک وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہوکر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیے کہ پیش از زوال وضوو غیرہ سے فارغ ہوکر وقت زوال کہ ابتدائے ظہر ہے ذکر و تلاوت میں مشغول ہو۔ ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہولیا اس سے فوت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں۔

(ب) کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے؟ اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقت جماعت آجائے ایک ساعت قلیلہ، قیلولہ بس ہے۔

اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے:

(۱) تکیہ نہ رکھ بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ و بے بستر سونا بھی مسنون ہے۔

(۲) سوتے وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کہ فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی۔

(۳) کھانا حتیٰ الامکان علی الصباح کھا کہ وقت نوم تک بخارات طعام فرو ہولیں اور طول منام کے باعث نہ ہوں۔

(۴) سب سے بہتر علاج تقلیل غذا ہے سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں: ما ملأ آدمی وعاء شرا من بطنه بحسب ابن اٰدم اکلات یقمن صلبه فان کان لا محالة فثلث لطعامه وثلث لشرابه وثلث لنفسه رواه الترمذی و ابن حبان عن المقدام بن معد یکرب رضی الله تعالی عنه آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گذرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لیے تہائی پانی، تہائی سانس کے لیے پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے جو بہت کھائے گا بہت پیے گا، جو بہت پیے گا بہت سوئے گا، جو بہت سوے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا۔

(۵) یوں بھی نہ گزرے تو قیام لیل میں تخفیف کر، دو رکعتیں خفیف و تام بعد عشا

ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدھی رات سے پہلے ادائے تہجد کو بس ہیں۔ مثلاً نو بجے عشا پڑھ کر سو رہا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تہجد ہو گیا۔

(۶) سوتے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اس پر سچا توکل۔ مولی تبارک وتعالیٰ جب تیرا حسن نیت وصدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائے گا۔ من يتوكل على الله فهو حسبه.

(۷) اپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعیّن کر کہ وقت جماعت سے پہلے جگا دے "كما وكل رسول الله ﷺ بلالا رضی الله تعالى عنه ليلة التعريس."

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے ان شاء اللہ تعالیٰ فوت جماعت محفوظی ہوگی۔ اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلی اور جگانے والا بھی بھول گیا یا سو رہا كما وقع لسيدنا بلال رضی الله تعالى عنه، تو یہ اتفاق عذر مسموع ہوگا اور امید ہے کہ صدق نیت وحسن تدبیر پر ثواب جماعت پائے گا وبالله التوفيق

(ج) کیا تیری مسجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اس وقت تک سونے کا وقفہ نہیں؟ جب تو سب دقتوں سے چھوٹ گیا سو کر پڑھی یا پڑھ کر سوئے۔ بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر نہ سوئے کہ خوف فوت اصلاً نہ رہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم روز جمعہ کیا کرتے تھے۔

غرض یہ تین صورتیں ہیں:

(۱) پیش از زوال سو اٹھنا۔ (۲) بعد جماعت سونا۔

ان میں کوئی خدشہ ہی نہیں،

(۳) تیسری صورت میں وہ سات تدبیریں ہیں۔

رب عزوجل سے ڈرے اور بصدق عزیمت ان پر عمل کرے پھر دیکھیں کیوں کر تہجد تفویت جماعت کا موجب ہوتا ہے۔

بالجملہ نہ ماہ نیم ماہ۔ کہ مہر نیم روز کی طرح روشن ہوا کہ عذر مذکور، یک سر مدفوع محض نامسموع۔ جماعت و تہجد میں اصلاً تعارض نہیں کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک کی دستاویز کیجیے اور بوجہ تعذرِ جمع راہِ ترجیح لیجیے۔

هذاهو حق الجواب والله الهادی الی سبیل الصواب.

با ایں ہمہ اگر بالکل خلاف واقع و بے کار طور پر یہی مان لینا ضروری کہ جماعت و تہجد میں تعارض ہے۔ لہٰذا ایک ہی کی ادائیگی ہوگی دوسرے کو ترک کرنا ہوگا۔ اب ترجیح جماعت کو ہو یا تہجد کو؟ تو تہجد کی ترجیح محض باطل و مہجور۔

(۱)-اگر حسب تصریح عامہ کتب۔ تہجد مستحب، و حسب اختیار جمہور مشائخ جماعت واجب مانیے جب تو ظاہر کہ واجب و مستحب کی کیا برابری؟ نہ کہ اس کو اس پر تفصیل و برتری؟

(۲)اور اگر تہجد میں اعلی الاقوال کی طرف ترقی۔ اور جماعت میں ادنی الاحوال کی جانب تنزل کرکے۔ دونوں کو سنت ہی مانیے۔ تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں۔

جماعت بر تقدیر سنیت بھی تمام سنن۔ حتی کہ سنت فجر سے بھی اہم وآکد واعظم ہے۔ ولہٰذا اگر امام کو نماز فجر میں پائے اور سمجھے کہ سنتیں پڑھے گا تو تشہد بھی نہ ملے گا تو بالا جماع سنتیں ترک کرکے جماعت میں مل جائے۔

اور سنت فجر بالاتفاق بقیہ تمام سنن سے افضل۔ پھر مذہب اصح پر سنت قبلیہ ظہر بقیہ سنن سے آکر ہیں۔ اور امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک سنت فجر کے بعد افضل وآکد رکعتینِ مغرب ہیں پھر رکعتین ظہر پھر رکعتین عشا۔ پھر قبلیۂ ظہر کما فی الفتح وغیرہ۔

پھر شک نہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک سب سنن رواتب تہجد سے اہم وآکد ہیں۔ ولہٰذا ہمارے علما سنن رواتب کی نسبت فرماتے ہیں:

انها لتاكدها اشبهت الفريضة اور یہی مذہب جمہور و مشرب منصور ہے۔

تو تہجد جماعت کے کم تر از کم تر سے کم تر۔ پانچویں درجہ میں واقع ہے۔ (۱) سب

سے آکد جماعت (۲) پھر سنت فجر (۳) پھر قبلیۂ ظہر (۴) پھر باقی رواتب (۵) پھر تہجد وغیرہ سنن ونوافل۔

اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں درجے میں جا کر پڑے گا۔ (۱) سب سے اقویٰ جماعت (۲) پھر سنت فجر (۳) پھر سنت مغرب (۴) پھر بعدیۂ ظہر (۵) پھر بعدیۂ عشا (۶) پھر قبلیۂ ظہر (۷) پھر تہجد وغیرہا۔

پس تہجد کو سنت ٹھہرا کر بھی جماعت سے افضل کیا، برابر کہنے کی بھی اصلاً کوئی راہ نہیں، نہ کہ مستحب مان کر۔

اگر کہیے یہاں کلام جماعت اولیٰ میں ہے کہ سوال میں اس کی تصریح موجود۔ اور واجب یا اس اعلی درجہ کی مؤکد ''مطلق جماعت'' ہے۔ نہ خاص جماعت اولیٰ۔ بلکہ وہ صرف افضل واولیٰ۔ اور فضل تہجد اس سے اعظم اعلیٰ۔ تو حفظ تہجد کے لیے ترک اولی جائز وروا۔ اگرچہ افضل اتیان دادا۔

اقول: یہ تاصیل وتفریع سراسر بے اصل واحداث شنیع۔ زنہار، زنہار۔ ہرگز، ہرگز جائز نہیں کہ بے عذر مقبول شرعی۔ جماعت ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولیٰ قصداً چھوڑ دیجیے۔ اور داعی الٰہی کی اجابت نہ کیجیے، جماعت ثانیہ کی تشریع، اس غرض سے ہے کہ احیاناً بعض مسلمین کسی عذر صحیح۔ مثل مدافعت اجثنین یا حاجت طعام وغیرہا۔ کے باعث جماعت اولیٰ سے رہ جائیں، وہ برکت جماعت سے مطلقاً محرومی نہ پائیں۔ بے اعلان وتداعی محراب سے جدا، ایک گوشے میں جماعت کر لیں۔ نہ کہ اذان ہوتی رہے۔ داعی الٰہی پکارا کرے۔ جماعت اولیٰ ہوا کرے۔ مزے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں۔ یا پاؤں پھیلا کر آرام فرمائیں کہ عجلت کیا ہے؟ ہم اور کر لیں گے۔ یہ قطعاً یقیناً بدعت سیئہ شنیعہ ہے۔[1]

اس جواب میں امام احمد رضا قدس سرہ نے ایسا انداز واعظانہ وزاجرانہ اختیار فرمایا، جیسا کہ حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خطبات میں اختیار فرماتے تھے، نیز

---

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۳۳۰۔۳۳۵

امام احمد رضا قدس سرہ نے جگہ جگہ پر عالمانہ، طرز واسلوب اور فقیہانہ انداز بھی اپنائے رکھا۔ اگر پورا جواب پڑھنے کے بعد سائل کے اندر ذرہ برابر بھی عبادتوں کے لیے ذوق ہوگا تو یہ فتویٰ ان کی زندگی میں بہترین نصیحت اور ہدایت مرشد کا کام کرے گا۔

(۲) نکاح خواں غیر وکیل کی اصلاح

اس دور میں نکاح پڑھانے میں جو بے اعتدالیاں ہوتی ہیں کہ وکیل کوئی اور ہوتا ہے اور نکاح کوئی اور پڑھاتا ہے یا وکیل کسی دوسرے کو وکیل بنا بیٹھتا ہے حالانکہ اس کو صرف اپنی وکالت کی اجازت ملتی ہے نہ کہ دوسرے کو وکیل بنانے کی کیوں کہ وکیل کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے کو بلا اجازت وکیل بنادے اور اس طرح بعض لوگ لڑکی کی خاموشی کو اجازت سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ باکرہ لڑکی کی خاموشی اجازت اس وقت ہے جب کہ ولی اقرب اس کا نکاح پڑھائے ورنہ دوسرے لوگ جو ولی اقرب نہ ہوں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ لڑکی سے اجازت لیں اور اس کی زبان سے اقرار کرائیں ورنہ ان صورتوں میں نکاح نکاح فضولی ہوجائے گا جو لڑکی اجازت پر موقوف ہوگا اگر بالغہ ہے ورنہ اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اس طریقہ نکاح میں یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لڑکی کو نکاح کی خبر پہنچے اور وہ اپنی جہالت کی وجہ سے کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے یہ نکاح فضولی رد ہوجائے پھر اس کے بعد وکیل تو وکیل خود دلہن کے جائز کرنے سے بھی جائز نہ ہو۔

ایسا ہی ایک استفتا امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ عالیہ میں پیش ہوا، آپ اس کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی تمام جائز و ناجائز صورتیں بیان فرمانے بعد عوام الناس کے لیے اس طرح کے فتنے سے بچنے کے لیے ایک بہترین نکاح کا طریقہ بیان فرمایا تاکہ جوگ اس پر عمل پیرا ہوکر اپنی دنیا و عاقبت کی بربادی سے بچ سکیں۔ چنانچہ آپ جواب تحریر فرمانے کے بعد اس کے آخر میں رقم طراز ہیں:

البتہ اس قدر ضرور ہے کہ اس طریقہ نکاح میں ایک بے احتیاطی ہے جس کے

باعث بعض دقتوں میں پڑنے کا احتمال تو اہل اسلام کو ہدایت چاہیے کہ اس سے باز آئیں تین باتوں میں سے ایک اختیار کریں۔

اولاً: سب سے بہتر یہ کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے عورت سے خاص اسی کے نام اذن طلب کریں اور یہ ہمیشہ ہر طریقہ میں ملحوظ خاطر رہے کہ اذن لینے والا یا تو ولی اقرب یا اس کا وکیل یا رسول ہو یا عورت سے صراحتاً "ہوں" کہلوالیں مجرد سکوت پر قناعت نہ کریں بعض احمق جاہلوں میں جو یہ دستور سنا گیا ہے کہ دلہن کے سر سے بلا ٹالنے کو پاس بیٹھنے والیوں میں سے کوئی ہوں کہہ دیتی ہے اس کا انسداد کریں۔

ثانیاً: وکالت دوسرے ہی کے نام کرنا چاہیں تو یوں سہی کہ جس طرح دلہن سے اس کی وکالت کا اذن مانگیں یوں ہی اسے اختیار توکیل دینا بھی طلب کریں یعنی کہیں تو نے فلاں بن فلاں کو فلاں بن فلاں کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کا وکیل کیا اور اسے اختیار دیا کہ چاہیے خود پڑھائے یا دوسرے کو اپنا نائب بنائے دلہن کہے "ہوں"

ثالثاً: اگر یہ بھی نہ ہو اور دوسرے شخص نے وکیل کے سامنے نکاح پڑھایا تو جب وہ پڑھا چکے وکیل فوراً اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے اس نکاح کو جائز کیا اور اس کہنے میں تاخیر نہ کرے کہ مبادا اس کے جائز کرنے سے پہلے دلہن کو خبر نکاح پہنچے اور اس کی ہم عمریں حسب عادت زمانہ اسے کچھ چھیڑیں اور وہ اپنی جہالت سے کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے یہ نکاح کہ اب تک نکاح فضولی تھا رد ہو جائے پھر وکیل تو وکیل خود دلہن کے جائز کیے بھی جائز نہ ہوگا، فان الاجازة لاتلحق المفسوخ بخلاف ان تینوں شکلوں کے کہ بالکل اندیشہ و دغدغہ سے پاک ہیں۔"[۱]

مذکورہ بالا تفصیل سے بخوبی واضح ہو گیا کہ امام احمد رضا قدس سرہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قوم کے لیے کتنا دردمند دل عطا فرمایا یہی وجہ ہے کہ آپ ہر موڑ پر امت مسلمہ کی رہنمائی کرتے نظر آتے ہیں امت مسلمہ کسی فتنے اور مصیبت میں گرفتار ہو آپ کو یہ

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۵، ص:۱۰۸

ہرگز گوارا نہیں اس لیے وقت سے پہلے ہی اس فتنے کو دفع کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش صرف فرماتے ہیں اور اس پر امت مسلمہ کو عمل پیرا ہونے کی بہترین ترغیب فرماتے ہیں نیز اس سے حالات زمانہ پر امام احمد رضا قدس سرہٗ کی گہری نگاہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے بلا شبہہ ایک مفتی شرع میں جتنے اوصاف درکار تھے وہ آپ میں بدرجہ اتم موجود تھے اور فقہائے کرام کا یہ قول: "من لم یعرف اھل زمانہ مانہ فھو جاھل" ہمیشہ آپ کے پیش نظر تھا۔(۱)

(۳) فرض زکوٰۃ چھوڑ کر نفلی صدقات کرنے والوں کی اصلاح

امام احمد رضا قدس سرہٗ سے ایک دفع ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ ایک شخص ایسا ہے جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا البتہ صدقات و خیرات اور دینی کاموں میں اپنا روپیہ صرف کرتا ہے تو جس روپئے کی زکوٰۃ نہیں نکالی گئی اس کو مصرف خیر میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے احادیث کریمہ کی روشنی میں اس استفتا کا جواب بڑے تحقیقی انداز میں سپرد قرطاس فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک رسالہ تیار ہو گیا۔ اس رسالے کا نام "اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ" ہے جو فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۳۳ میں موجود ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جو جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ اس شخص نے جو چیزیں خیرات کیں، مسجد بنائی اور گائوں وقف کیا یہ سب صحیح ولازم ہو گئے، واپس لینے کا اختیار نہیں۔

اس رسالے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جہاں پر فرض زکوٰۃ کا حکم شرعی بیان فرمایا وہیں پر جگہ جگہ ترغیب و ترہیب کی بھی تعلیم دی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا آپ نے جس طرح نصیحت آموز انداز میں ذکر فرمایا وہ سخت سے سخت دل کو نرم بنانے کے لیے کافی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والوں میں سے کچھ لوگوں کو یہ وہم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مالیت کا اتنا حصہ کم ہو جاتا ہے، چنانچہ ایسے لوگوں کے وہم کے ازالے کے لیے آپ نے

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۵، ص: ۱۱۴-۱۱۶

ایک محسوس چیز سے زکوٰۃ کی تمثیل بیان کی آپ فرماتے ہیں:

"بعض درختوں میں کچھ اجزاے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہوجاتے ہیں کہ پیڑ کی اٹھان کو روک دیتے ہیں۔ احمق نادان انہیں نہ تراشے گا کہ میرے پیڑ سے اتنا کم ہوجائے گا۔ پر عاقل ہوش مند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ نونہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یوں ہی مرجھا کر رہ جائے گا، یہی حساب زکوتی مال کا ہے۔"(۱)

آپ فرماتے ہیں: "اے عزیز! ایک بے عقل گنوار کو دیکھ کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا اور اسے زمین میں ڈال دیتا ہے، اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملا دیا مگر امید لگی ہے کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہوجائے گا۔ تجھے اس گنوار کے برابر بھی عقل نہیں۔ یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسا ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمینان بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھانے اور ایک ایک دانہ ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوٰۃ کا بیج نہیں ڈالتا۔ وہ فرماتا ہے: زکوٰۃ دو تمھارا مال بڑھے گا۔ اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے، ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین و دنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہانوں کا زیاں مول لیتا ہے۔"(۲)

اس کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے تعلق سے احادیث میں جو وعیدیں آئی ہیں ان کا بھرپور انداز میں ذکر فرمایا۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:

"غرض زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے۔ نہ دینے والے کو ہزار سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنا چاہیے کہ ضعیف انسان کی کیا جان، اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہوکر خاک میں مل جائیں، پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس

---

(۱)-فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۴۳۳

(۲)-فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۴۳۴

بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے، شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہے نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ [1]

اس کے بعد فرض زکوٰۃ چھوڑ کر نفلی صدقات کرنے والوں کو کتنے نفیس انداز میں مثالوں کے ذریعے نصیحت کرتے ہیں:

''اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ قرض نہ دیجیے اور بالائی بے کار تحفے بھیجیے وہ قابل قبول ہوں گے؟ خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان و جہانیاں سے بے نیاز ہے؟ یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے چھوٹے حاکموں کو ہی آزما لے، کوئی زمین دار مال گزاری تو بند کر لے اور تحفے میں ڈالیاں بھیجا کرے، دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں! ذرا آدمی اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے۔''

اسی میں آپ سے یہ سوال بھی ہوا تھا کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی صورت میں اس نے جو نفلی صدقات کیے ان کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ آپ نے اس کا جواب یوں تحریر فرمایا: کہ جب تک زکوٰۃ پوری پوری ادا نہ کر دی جائے، ان افعال کے قبول ہونے اور ان پر ثواب مرتب ہونے کی امید نہیں۔ مگر آپ کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ اسے شیطان کہیں اس بہکاوے میں نہ ڈال دے کہ جب یہ خیرات قبول نہیں تو مزید کرنے سے کیا فائدہ؟ تو آپ نے اس کے لیے بڑی قیمتی نصیحتیں فرمائیں۔

''اے عزیز! اب شیطان لعین کہ انسان کا عدو مبین ہے بالکل ہلاک کر دینے اور یہ ذرا سا ڈورا جو قصد خیرات کا لگا رہ گیا ہے جس سے فقرا کو تو نفع ہے اسے بھی کاٹ دینے کے لیے یوں سمجھائے گا کہ جو خیرات قبول نہیں تو کرنے سے کیا فائدہ، چلو اسے بھی دور

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج: ۴، ص: ۴۳۶

کرو، اور شیطان کی پوری بندگی بجالا ئو۔ مگر اللہ عزوجل کو تیری بھلائی اور عذاب شدید سے رہائی منظور ہے تو وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ اس حکم شرعی کا جواب یہ نہ تھا جو اس دشمن ایمان نے تجھے سکھایا اور رہاسہا بالکل ہی متمرد وسرکش بنایا بلکہ تجھے تو وہ فکر کرنی تھی جس کے باعث عذاب سلطانی سے بھی نجات ملتی اور آج تک کہ یہ وقف ومسجد وخیرات بھی سب مقبول ہوجانے کی امید پڑتی، بھلا غور کرو وہ بات بہتر کہ بگڑتے ہوئے کام پھر بن جائیں، اکارت جاتی محنتیں از سرنو ثمرہ لائیں یا معاذ اللہ یہ بہتر کہ رہی سہی نام کو جو صورت بندگی باقی ہے اسے بھی سلام کیجیے اور کھلے ہوئے سرکشوں، اشتہاری باغیوں میں نام لکھا لیجیے، وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے توبہ کیجیے، آج تک کی جتنی زکوٰۃ گردن پر ہے فوراً دل کی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے اور اسے راضی کرنے کو ادا کردیجیے کہ شہنشاہ بے نیاز کی درگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرماں بردار بندوں کے دفتر میں چہرہ لکھا جائے۔ مہربان مولا جس نے جان عطا کی، اعضا دیے، مال دیا، کروڑوں نعمتیں بخشیں، اس کے حضور منہ اجالا ہونے کی صورت نظر آئے اور مژدہ ہو، بشارت ہو، نوید ہو، تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے، وقف کیا، مسجد بنائی ہے، ان سب کی بھی مقبولی کی امید ہوگی کہ جس جرم کے باعث یہ قابل قبول نہ تھے جب وہ زائل ہوگیا انھیں بھی باذن اللہ تعالیٰ شرف قبول حاصل ہوگیا۔ (۱)

* * * * *

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج ۴: ص ۴۳۸

لغزش وخطا پر تنبیہات

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے فتاویٰ میں حکم شرعی کی آگاہی اور اس کی تحقیق پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس مسئلہ سے متعلق علمائے محققین اور فقہاے کرام سے جو خطا و لغزش واقع ہوئی ہے اس کی بھی نشاندہی کر کے اس پر تنبیہ کی ہے اور اس پر مناسب تنقید پیش کی ہے۔ ذیل میں اس کے چند شواہد ملاحظہ کریں۔

(۱) ہدایت علی نام رکھنا

"ہدایت علی" نام رکھنا بلا کسی حرج و نقصان کے جائز و درست ہے مگر مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی نے اپنے ایک فتوے میں اس نام پر اعتراض وارد کیا اور یہ نام رکھنے کو ناجائز و گناہ بتایا چنانچہ ایک استفتا کے جواب میں وہ رقمطراز ہیں:

"لفظ علی جو کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے، اس کے ساتھ برائے تعظیم الف لام زائد ہوگا، جیسے الفضل، النعمان وغیرہ جو بطور نام سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کے ساتھ الف لام زائد نہیں ہوتا، لہذا اس بنا پر نام "ہدایت علی" بنسبت ہدایت علی کے زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ اول الذکر میں حضرت علی مرتضیٰ کی طرف ہدایت کی نسبت ہونے کا اشتباہ نہیں اور دوسری صورت میں بطور استعمال لفظ ہدایت کے اشتراک اور لفظ علی کے اشتراک کی وجہ سے امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے اور ایسے نام سے پرہیز لازم ہے جو غیر مشروع مضمون کا ایہام پیدا کرے یہی وجہ ہے کہ علماے کرام عبد النبی نام رکھنے سے منع کرتے ہیں لیکن عبد اللہ وغیرہ میں ایہامِ امر غیر

مشروع نہیں اسی طرح "یا علی" میں اگر اللہ تعالیٰ کو ندا کرنا مقصود ہو تو کوئی نزاع نہیں۔"[1]

موصوف کی اس عبارت پر امام احمد رضا قدس سرہٗ گیارہ طریقے سے رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اقول: یہ جواب انتہائی تعجب خیز ہے بلکہ سراسر مذاق اور بکواس ہے، **اولاً:** اس تمام کلام مختل النظام کی بنیاد ہی سرے سے پادر ہوا ہے، **ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال،** ولوضعیفا بعیدا، ایہام واحتمال میں زمین وآسمان کا فرق ہے، ایہام میں تبادر درکار ہے، ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے نہ یہ کہ عقلی احتمال شقوں میں سے کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے،

تلخیص میں ہے:

"الایھام ان یطلق لفظ له معنیان قریب وبعید ویراد به البعید" (یعنی ایہام یہ ہے کہ ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں ایک قریب دوسرا بعید اور اس سے بعید مراد ہو) علامہ سید شریف قدس سرہٗ کتاب "التعریفات" میں یوں تفصیل کرتے ہیں:

"الایھام ویقال له التخییل ایضا وھو ان یذکر لفظ له معنیان: قریب وغریب فاذا سمعه الانسان سبق الی فھمه القریب ومراد المتکلم الغریب، واکثر المتشابھات من ھذا الجنس ومنه قوله تعالیٰ والسمٰوٰت مطویّٰت بیمینه"

ایہام تخییل بھی کہلاتا ہے مراد یہ ہے کہ ایسا لفظ ذکر کیا جائے کہ اس کے دو معنی ہوں ایک قریب اور دوسرا بعید (غریب) جب کوئی انسان اسے سنے تو اس کا ذہن معنی قریب کی طرف سبقت کرے لیکن متکلّم کی مراد معنی غریب ہو الخ۔

اب اگر محض احتمال کو موجب منع قرار دیا جائے تو دنیا میں بہت کم ہی ایسا کلام ملے گا

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج۹: ص:۲۰۵

جو دو معنی کے احتمال سے خالی ہو مثلاً زید آیا گیا، اٹھا بیٹھا، مجیب نے جواب دیا وغیرہ سب افعال اختیاریہ دو معنی کا احتمال رکھتے ہیں، ایک ذاتی دوسرا عطائی یعنی زید نے یہ افعال خود اپنی قدرت ذاتیہ، تامہ، مستقلہ سے کیے اور یہ معنی سراسر شرک ہے لہذا جس طرح سے بقول آپ کے جو لفظ محتمل معنی غیر مشروع ہو، اس سے احتراز لازم تو ان اطلاعات سے بھی احتراز لازم ہونا چاہیے حالانکہ آپ خود ایسے ہزاروں شرکیات کے مرتکب ہوتے ہوں گے۔

ثانیاً: اگر بات یہی ہے تو صرف ہدایت علی پر کیوں الزام، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک "علی" کو اس سے بڑھ کو شنیع کہیے کہ ہدایت علی میں تو چار احتمالات میں سے صرف ایک معنی شرک نظر آیا اور یہاں تو آدھے آدھے کا معاملہ ہے، علی کے دو ہی معنی ہیں: علو ذاتی دوسرا اضافی، پہلا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، دوسرا مخلوق کی طرف مضاف، یہاں پر پہلے کا اثبات قطعی طور پر غیر کے لیے شرک ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں ہدایت علی سے دوگنا ایہام شرک ہے مگر علی کو کوئی جاہل بھی حرام نہیں کہے گا چہ جائے کہ کوئی عالم، تو جب اس میں کوئی حرج نہیں تو "ہدایت علی" میں بدرجۂ اولیٰ کوئی خرابی نہیں۔

ثالثاً: پھر اس میں علی ہی کی کیا تخصیص جس قدر بھی اسماے باری تعالیٰ خالق مخلوق کے درمیان مشترک ہیں، مثلاً رشید، جمیل، جلیل وغیرہ ان سب کا اطلاق بھی بندوں پر ایہام شرک ہوگا جو ہدایت علی سے دوگنا رہے گا جبکہ حال یہ ہے خود پروردگار عالم نے انبیا علیہم السلام سے کسی کو ایک کسی کو دو اپنے اسماے حسنیٰ میں سے عطا فرمائے بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساٹھ اسما ایسے ہیں تو ان کے بارے میں کیا کہیں گے؟ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا نام پاک "حاشر" بتایا، صحابہ و تابعین وائمہ دین میں کتنے اکابر کا نام "مالک" تھا، درمختار وغیرہ معتمدات میں تصریح ہے کہ ایسے نام جائز ہیں اور بندوں کے حق میں دوسرے معنی مراد لیے جائیں گے نہ وہ جو حضرت حق جل جلالہ کے لیے ہیں۔

رابعاً: اپنے نام عبدالحی سے بھی احتراز لازم تھا، اس لیے کہ اس میں بھی دو جز ہیں

اور دونوں کے دو دو معنی ہیں: ایک عبد مقابل الٰہی تعالیٰ، دوم: مقابل آقا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وانکحوا الایامیٰ منکم والصٰلحین من عبادکم وامآئکم۔ دیکھو اس آیت کریمہ میں حق سبحانہ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد قرار دیا، یوں ہی "حی" ایک تو اسم الٰہی کہ حیات ذاتی ابدی قدیم واجب کے معنی میں ہے، دوسرا زید و عمرو بکر وغیرہ سب پر صادق ہے، اب اگر "عبد" بمعنی اول اور "حی" بمعنی دوم لیجیے تو یقیناً شرک ہے، یہاں بھی وہی چار صورتیں پائی جاتی ہیں اور ایک صورت پر یہاں بھی شرک ہے۔

خامساً: کہتے ہیں کہ جب مقصود یا علی سے ندائے معبود ہو تو کچھ نزاع نہیں، جی ہاں! یہاں بھی دوسرا احتمال صاف موجود ہے، اپنا قصد نہ ہونا، ایہام و احتمال کا نافی کب ہو سکتا ہے؟ ایہام تو کہتے ہی وہاں ہیں، جہاں وہ معنی موہَم مرادِ متکلّم نہ ہو جیسا کہ ماقبل میں اس کی وضاحت گذری اور اگر قصد پر مدار و اعتماد ہے تو "ہدایت علی" پر کیسا اعتراض؟ وہاں شرکی معنی کب مقصود و مراد ہے؟

سادساً: "علی" پر الف لام لانا کب ایسے عالم گیر شرک سے نجات دے گا، علم پر الف لام نہیں آتا، ہم مان لیتے ہیں صفت پر تو یقینی طور پر آسکتا ہے اور وہ یقیناً صفات مشترکہ سے ہے تو احتمال اب بھی برقرار ہے اور احتراز لازم بلکہ سراجیہ، تاتارخانیہ اور منح الروض وغیرہ سے تو "العلی" باللام نام رکھنا بھی جائز و صحیح ہونا ظاہر ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: "فی التاتارخانیة عن السراجیة الخ" تاتارخانیہ میں فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ایسے نام رکھنا جائز ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے طور پر پائے جاتے ہیں جیسے العلی، الکبیر، الرشید، البدیع وغیرہ اور اسی طرح منح الغفار میں سراجیہ سے نقل کیا گیا، اس سے ظاہر یہ ہے کہ ایسے معرف باللام اسما بھی جائز ہیں۔

سابعاً: جب گفتگو احتمال پر چل رہی ہے تو ایصال الی المطلوب اور ارائت طریق دونوں معنوں میں تفریق باطل ہے کیوں کہ ایصال اور ارائت دونوں دو معنوں پر مشتمل ہیں، ایک معنی خلق، دوم معنی سببیت یعنی (۱) مطلوب تک رسائی یا مطلوب کی رہ

نمائی پیدا کرنا (۲) مطلوب تک رسائی یا مطلوب کی رہ نمائی کا ذریعہ وسبب ہونا، اول (معنی خلق) دونوں میں اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہیں دوم (معنی سببیت) دونوں میں غیر خدا کے لیے ممکن ہیں، انبیا علیہم السلام کے لیے جیسے رہ نمائی کا ذریعہ ہونا ثابت ہے ویسے مطلوب تک رسائی کا بھی سبب وذریعہ ہونا ثابت ہے، تو ایصال واراءت میں تفریق باطل ہے اور ہر ایک میں معنی غیر مشروع کا احتمال ثابت ہے۔

ہاں یوں کہیے کہ اُدھر علی مشترک، اِدھر ہدایت خلق وسببیت دونوں میں مستعمل، یوں چار احتمال ہوئے مگر اب یہ مصیبت پیش آئے گی جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی بمعنی محض سببیت حضرت عزت جل جلالہ کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی، ورنہ معاذاللہ اصل خالق ومعطی دوسرا ٹھہرے گا اور اللہ عزوجل صرف سبب وواسطہ ووسیلہ، اس کا پایہ شرک سے بھی اونچا ہوجائے گا کہ وہاں تو تسویہ تھا یہاں اللہ سبحانہ پر تفضیل دینا قرار پائے گا۔

علی پر لام لاکر اول کا علاج کرلیا، اس دوم کا کہ اس سے بھی سخت تر ہے، علاج کدھر سے آئے گا؟ اب ایک لام نیا گڑھ کر ہدایت پر داخل کیجیے کہ وہ معنی خلق میں متیقن ہوجائے اور احتمال سببیت اٹھ جائے اور ایہام شرک وبدتر از شرک راہ نہ پائے۔

ثامناً: پھر یہ معاملہ صرف ہدایت ہی کے ساتھ مختص نہ رہے گا بلکہ جتنے بھی افعال مشترکہ ہیں سب میں یہی خرابی لازم آئے گی کہ مخلوق کی طرف اسناد کیجیے تو معنی خلق موہم شرک اور خالق کی طرف نسبت کیجیے تو معنی تسبب مُشعر کفر، بہر حال اگر یہ کہیے کہ اللہ رب العزت کی طرف نسبت دلیل کے لے کافی ہے کہ معنی خلق مراد ہیں، تو ہم کہیں گے کہ بندوں کی طرف نسبت ہی برہانِ وافی ہے کہ معنی تسبب مقصود ہیں، بہر حال کسی طرف بھی راہ فرار نہیں، یہی وجہ ہے کہ علماے کرام فرماتے ہیں کہ ”انبت الربیع البقل وحکم علیَّ الدھر“ جیسی مثالوں میں ربیع کی طرف اگانے اور دہر کی طرف حکم لگانے کی نسبت مجاز عقلی کے طریقے پر ہے، ورنہ تو یہ بھی شرک کا مُوہِم ہوگا۔

تاسعًا: آپ نے حق تعالیٰ کا جو نیا نام "المصَوِّب" ایجاد کیا ہے، جیسا کہ آپ نے ہر جواب کے شروع میں ایسا لکھا ہے، خود احتمال شنیع اور ایہام تجسم الٰہی پر بقول آپ کے مشتمل ہے، کیوں کہ تصویب جس طرح ٹھیک بتانے کو کہتے ہیں، یوں ہی سر جھکانے کو بھی کہتے ہیں مثلاً جو سر جھکائے بیٹھا ہو اس کو بھی مُصَوِّب کہتے ہیں، اب آپ یہاں کیا کہیں گے۔

عاشرًا: اگر ہدایت کی نسبت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی طرف کرنے کا اشتباہ امر ممنوع کا اشتباہ اور موجب لزوم احتراز ہے تو قصداً اس ذات گرامی کی طرف اس کی اضافت بدرجۂ اولیٰ موجب احتراز اور سخت ممنوع ہوگی اور حضرت علی کو ہادی کہنا حرام ہوگا، حالانکہ یہ احادیث کریمہ صریحہ اور تمام ائمۂ اہل سنت و جماعت کے اجماع کے خلاف ہے، ممکن ہے یہ عذر پیش کیا جائے کہ موجب منع ہدایت بمعنی خلق تھا تو اس معنی کے اعتبار سے قصداً اس کی نسبت ضروری طور پر حرام ہوگی اور ہدایت بمعنی تسبب موجب منع نہیں تھا مگر یہ عذر بے کار ہے، اس لیے کہ جب مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف قصد نہ ہو تو اس وقت بوجہ اشتراک معنی ہدایت بمعنی خلق کی اضافت کا ان کی طرف اشتباہ ہوتا ہے تو کیا جب بالقصد اضافت مراد ہو تو اشتباہ نہیں ہوگا؟ اگر یہاں مانع اشتباہ یہ ہے کہ مخلوق اس معنی کی صلاحیت نہیں رکھتی تو عدم قصد کی صورت میں کیسے مانع اشتباہ نہ ہوگی؟ اور اگر صلاحیت نہ ہونے کے باوجود اشتباہ قائم رہتا ہے تو قصد کی صورت میں اشتباہ کیوں واقع نہیں؟۔

حادی عشر: یہ معاملہ صرف امیر المؤمنین حضرت علی کی طرف اضافت ہدایت کی ممنوعیت پر محدود نہیں رہے گا بلکہ انبیاے کرام، رسل عظام حتیٰ کہ خود سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اضافت ہدایت درست نہ رہے گی کیوں کہ یہاں بھی معنی دوم کے احتمال کی وجہ سے ایہام شرک پایا جائے گا تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ہادی کہنا حرام ہوگا (معاذ اللہ) اور یہ قرآن و حدیث اور اجماع امت بلکہ ضروریات دین کے خلاف ہے۔ [1]

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج ۹: ص ۲۰۶-۲۰۵: نصف اول

(۲) اپنے فرزندوں میں سے کسی ایک کو حیات میں مال ہبہ کرنا

کوئی شخص اپنے فرزندوں میں سے کسی ایک کو فضل دینی مثلاً خدمات وغیرہ کے صلہ میں کچھ زیادہ مال ہبہ کرنا چاہے تو اس کے لیے ایسا ہبہ جائز ہے یا لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان مساوات ضروری ہے؟

اس کا تعلق اس مسئلہ سے ہے کہ بیٹا اگر فضل دینی رکھتا ہو تو اسے زیادہ دینے میں کوئی حرج نہیں یہی کتب معتمدہ سے مستفاد ہے۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

"لو خص بعض اولاده لزيادة رشده لاباس به وان كانا سواء لايفعله". اهـ[۱]

اگر اولاد میں سے بعض کو اس کی نیکی کی بنا پر زیادہ دینے میں خصوصیت برتے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر سب برابر ہوں تو امتیاز نہ برتے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"لو وهب رجل شيئاً لاولاده فى الصحة واراد تفضيل البعض على البعض فى ذلك لارواية لهذا فى الاصل عن اصحابنا، وروى عن ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ انه لاباس به اذا كان التفضيل لزيادة فضل له فى الدين وان كانا سواء يكره، وروى المعلى عن ابى يوسف رحمهما الله تعالىٰ انه لا بأس اذالم يقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوّى بينهم، يعطى الابنة مثل مايعطى للابن وعليه الفتوىٰ، هكذا فى فتاوىٰ قاضى خان وهو المختار كذافى الظهيرية". اهـ[۲]

یعنی اگر کوئی شخص صحت و تندرستی میں اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرے اور اس میں وہ بعض

---

(۱)- فتاویٰ بزازیۃ علی ھامش الھندیۃ، کتاب الھبۃ، ۲۳۷/۶

(۲)- فتاوی ہندیہ، کتاب الھبہ، الباب السادس، ۳۹۱/۴

کو دوسروں پر فضیلت دے تو اس میں ہمارے اصحاب سے مبسوط میں کوئی روایت نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ اس میں اس وقت کوئی حرج نہیں جب کہ فضل دینی کی وجہ سے زیادہ دے اور اگر تمام مساوی ہوں تو یہ مکروہ ہے اور معلی نے امام ابو یوسف سے روایت کیا ہے کہ اس میں دوسروں کو ضرر دینا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر دوسروں کو ضرر مقصود ہو تو ایسا نہ کرے اور سب کو مساوی دے اور بیٹی کو بیٹے کے مساوی دے، اسی پر فتویٰ ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں اسی طرح ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے اور فتویٰ قول امام ثانی پر ہے گویا حضرت امام صاحب کے قول کو حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے مقابل کر دیا گیا ہے اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی باریک بینی اور وسعت نظر ملاحظہ کریں۔

اقول: یہاں خانیہ کی نقل میں خلل انداز اختصار کر دیا اور فتویٰ کا تعلق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ قول کے مقابلہ میں کر دیا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ فتویٰ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مقابلہ میں ہے جس میں انہوں نے بیٹے اور بیٹوں کے لیے تین حصوں کا قول کیا، خانیہ کی اصل عبارت یوں ہے جو کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیٹی اور بیٹے کے لیے مساوات والے قول کے بعد ہے:

قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یعطی للذکر ضعف مایعطی للانثیٰ والفتویٰ علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ.اھ.

یعنی امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا لڑکے کو لڑکی سے دوگنا دیا جائے اور فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے،

قال العلامۃ الشامی نقلا عن العلامۃ الخیر الرملی مانصہ ای علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر والانثیٰ افضل من

التفضيل الذی هو قول محمد.اه.

وقال فی البزازیة :الافضل فی هبة الابن والبنت التثليث كالميراث وعند الثانی التنصيف وهو المختار.اه.

وقال العلامة الطحطاوی فی حاشية الدر:

يكره ذلك عند تساويهم فی الدرجة كما فی المنح والهندية.اه.

غور فرمائیں انہوں نے کس طرح کراہت کی نسبت ہندیہ کی طرف کی تو واضح ہو گیا کہ امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہما کے مقابلہ میں نہیں ورنہ ہندیہ کی طرف ایسی چیز کو منسوب کرنا جس کے خلاف اس نے فتویٰ ہونے کی تصریح کی ہے درست نہ ہوتا،هذا هو الصواب فليتنبه۔[1]

(۳)کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

رشید احمد گنگوہی کا ایک مرید اس کا قائل تھا کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فقہی جزئیات اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس کا زبردست رد فرمایا اور علم حدیث کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے، چنانچہ رقمطراز ہیں:

اقول: کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں چار حرج ہیں،

اول: بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا، جسم ولباس بلاضرورت شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے۔

بحر الرائق میں بدائع سے ہے:

أما تنجس الطاهر فحرام،اه،ذكره فی بحث الماء المستعمل،

رہا پاک کو نجاست آلود کرنا تو حرام ہے،اھ۔

---

(۱)-فتاوی رضویہ:ج۸:ص ۴۷،۴۳

ردالمحتار میں ہے:

مافی شرح المنیة فی الانجاس من ان التلوث بالنجاسة مکروه فالظاهر حمله علی ما اذا کان بلاعذر، والوطی عذر.

شرح منیۃ المصلی انجاس کی بحث میں ہے کہ نجاست سے آلودہ ہونا مکروہ ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب بلا عذر ہو اور وطی عذر ہے۔

اسی میں ہے:

افتی بعض الشافعیة بحرمة جماع من تنجس ذکره قبل غسله الا اذا کان به سلس فیحل کوطء المستحاضة مع الجریان و یظهر انه عندنا کذالك لمافیه من التضمخ بالنجاسة بلاضرورة لامکان غسله بخلاف وطء المستحاضة ووطء السلس تامل.

"بعض شوافع نے فتویٰ دیا ہے کہ جس آدمی کا آلۂ تناسل ناپاک ہو اس کے لیے اسے دھونے سے پہلے جماع کرنا حرام ہے مگر یہ کہ سلس البول کا مریض ہو تو جائز ہے جیسے مستحاضہ سے خون جاری ہونے کے باوجود جماع کرنا جائز ہے ظاہر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے کیوں کہ اس میں بلاضرورت نجاست سے ملوث ہونا ہے اس لیے کہ دھونا ممکن ہے بخلاف وطی مستحاضہ اور سلس البول والے کی وطی کے، غور کرو۔

دوم: ان چھینٹوں کے باعث عذاب قبر کا استحقاق اپنے سر پر لینا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه.

ترجمہ: پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذاب قبر اسی سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو شخصوں پر عذاب قبر ہوتے دیکھا فرمایا:

کان احدهما لایستتر من بوله وکان الاخر یمشی بالنمیمة.

ان میں ایک تو اپنے پیشاب سے آڑ نہ کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا۔

سوم: رہ گزر پر ہویا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعثِ بے پردگی ہوگا بیٹھنے میں رانوں اور زانوؤں کی آڑ ہوجاتی ہے اور کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری اور یہ باعثِ لعنتِ الٰہی ہے۔

حدیث میں ہے: لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ، جو دیکھے اس پر بھی لعنت اور جو دکھائے اس پر بھی لعنت۔

چہارم: یہ نصاریٰ سے تشبہ اور ان کی سنت مذمومہ میں ان کا اتباع ہے آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے اس کی یہی علت اور یہ موجبِ عذاب و عقوبت ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: لاتتبعوا خطوٰت الشیطٰنِ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم۔

اس کے علاوہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی ممانعت اور اس کے بے ادبی وجفا اور خلاف سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے میں وارد متعدّد احادیث صحیحہ معتمدہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے مختلف کتابوں کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ شارحین احادیث نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے جواز اور اس سے ممانعت والی احادیث کی توضیح و توجیہ میں کیا لغزشیں کی ہیں اور امام احمد رضا قدس سرہ نے ان پر کیسی تنبیہ فرمائی ہے اور کس طرح انہیں منقح و مجلی کیا ہے، اس کے چند نمونے ذیل میں آپ ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

امام احمد و ترمذی و نسائی اور ابن حبان، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی:

"من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ماکان یبول الا قاعدا۔"

جو تم سے کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب فرماتے اسے سچا نہ جاننا حضور پیشاب نہ فرماتے تھے مگر بیٹھ کر۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو بہتر اور صحیح تر قرار دیا ہے، یہی حدیث صحیح ابو عوانہ و مستدرک حاکم میں ان لفظوں سے ہے:

مابال قائما منذ انزل علیه القرآن.

جب سے حضور اقدس ﷺ پر قرآن مجید اترا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ فرمایا۔

اوپر والی روایت یعنی "ماکان یبول الا قاعدا" کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" اور علامہ عینی نے "عمدۃ القاری" میں یہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا اعتماد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اپنے علم پر ہے تو یہ حدیث اس پر محمول ہوگی جو حضور سے گھر میں واقع ہوا، رہا گھر سے باہر کا معاملہ تو اس کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کوئی اطلاع نہ تھی، باہر کے حالات کو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محفوظ رکھا ہے جو کہ جلیل القدر صحابۂ کرام میں سے ہیں، ان کی روایت میں یہ ہے: "اتی النبی ﷺ سباطة قوم فبال قائما". رواہ الشیخان۔ نبی کریم ﷺ ایک کوڑے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس پر زبردست تنبیہ فرمائی اور نہایت نفیس اور وقیع جواب تحریر فرمایا، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"ہماری پیش کردہ روایت "مابال قائما منذ انزل علیه القرآن" سے ہی آپ کی ذکر کردہ توجیہ کا جواب ہو گیا اور اس بات کو ترجیح حاصل ہوگئی کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ایک عذر کی بنیاد پر ہے اور عذر عقلی اور شرعی نقطۂ نظر سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔

پھر جب حضور ﷺ کی یہ سنت کاشانۂ اقدس کی خلوت میں ثابت ہوگئی تو بطور دلالت بیرون خانہ بھی ثابت ہوگئی کیوں کہ گھر کی بنسبت باہر ستر اور آداب کا خیال رکھنے کی زیادہ ضرورت ہے۔[1]

* * * * *

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: باب الانجاس: ج ۲: ص ۱۴۷

علماے متقدمین پر تنقیدات

امام احمد رضا قدس سرہ نے بعض مقامات پر اپنے فتاویٰ میں علماے متقدمین اور اپنے پیش رو مصنفین ومحققین کی کتابوں اور ان کی تحقیقات میں جو خامیاں نظر آئی ہیں ان کی بھی نشاندہی کی ہیں اور بطور تواضع وادب ان کا شمار تطفلات میں کیا ہے، فتاویٰ رضویہ میں اس کی کثیر مثالیں جابجا موجود ہیں چند شواہد نذر قائین ہیں:

(۱) صاحب فتاویٰ شامی ابن عابدین پر تطفل

بیع وثمن میں ایسی جہالت جو تنازع کا سبب ہو بیع کو فاسد کر دیتی ہے، صحت بیع کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بیع معلوم الثمن والمبیع ہو اس طور پر کہ نزاع سے مانع ہو لہٰذا بیع یا ثمن میں ایسی جہالت جو مفضی الی المنازعہ ہو بیع کو فاسد کر دیتی ہے، مثلاً بائع نے مشتری سے کہا اس ریوڑ میں سے ایک بکری کی میں نے بیع کی، یہ بیع فاسد ہے یا یہ کہا اس چیز کی قیمت جتنی ہے اس کے ساتھ میں نے بیع کی اسی طرح بائع نے کہا فلاں شخص جو اس کی قیمت لگادے اسی ثمن پر میں نے اسے بیچ دیا، ان تینوں صورتوں میں بیع فاسد ہے پہلی صورت میں اس لیے کہ مبیع مجہول ہے اور دوسری تیسری میں اس لیے کہ ثمن مجہول ہے اور ان سب میں جہالت بھی ایسی ہے جو باعث نزاع ہو سکتی ہے۔

اب کسی نے اس طور پر بیع کی کہ ثمن مجہول ہے اور مشتری نے قبول بھی کر لیا تو حسب قاعدہ یہ بیع فاسد ہے لیکن اسی مجلس بیع میں قبل انقضاے مجلس مشتری کو ثمن کا علم ہو گیا تو یہ بیع جواز کی طرف پلٹ آئے گی یا نہیں؟ اس تعلق سے علامہ شامی نے نہایہ اور فتح

القدیر کی ایک روایت نقل فرمائی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:فی النہایۃ والفتح و غیرھما قال شمس الأمة الحلوانی:وان علم بالرقم فی المجلس لا ینقلب ذلك العقد جائزا ولکن ان کان البائع دائما علی الرضا فرضی به المشتری ینعقد بینهما عقد بالتراضی اھ و عبرفی الفتح بالتعاطی والمراد واحد اھ اور لفظ فتح القدیر یه هیں: وجوازه اذا علم فی المجلس بعقد آخر هو التعاطی کما قاله الحلوانی اھ (۱)

نہایہ و فتح القدیر و غیرہما میں ہے شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا: اگر چہ قیمت کا علم مجلس بیع ہی میں ہو جائے وہ عقد جائز میں تبدیل نہ ہو گا، ہاں اگر بائع دائماً رضا پر قائم ہو اور مشتری بھی اس سے راضی ہو جائے تو اب دونوں کے مابین تراضی کے سبب ایک دوسرا عقد منعقد ہو جائے گا اور فتح القدیر میں اس کو تعاطی سے تعبیر کیا گیا اور مراد ایک ہے، اور فتح کے الفاظ یہ ہیں:

یہ بیع اس صورت میں جائز ہو گی جب کہ مجلس میں قیمت کا علم ہو جائے، ایک دوسرے عقد کی بنیاد پر جو بیع تعاطی ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شمس الائمہ حلوانی کے مذکورہ قول میں استبعاد نظر آیا اور ان کو سمجھ میں آیا کہ یہ دونوں دو روایتیں ہیں یعنی وان علم بالرقم فی المجلس اور ولکن ان کان البائع دائما علی الرضا الخ، کیوں کہ پہلی عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے عقد فاسد کے بعد تعاطی میں متارکہ یعنی فسخ بیع شرط ہے اور دوسری عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ متارکہ شرط نہیں ہے۔

اب اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی دل پذیر اور عقدہ کشا تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج ۷: ص ۴۴

فرماتے ہیں: أقول : و هذا التعيين ان التعاطى بعد عقد فاسد اذا وقع فى المجلس لا يحتاج الى سبقة متاركة ذالك الفاسد بخلافه بعد المجلس الا ترى الى تقييده بقوله اذا علم فى المجلس والا فحصول البيع بعقد جديد لا يتوقف كو نه فى المجلس الأول فقد حصل التوفيق وان استبعده الشامى و استظهر أنهما روايتان أعنى اشتراط المتاركة فى التعاطى بعد الفاسد وعد مه فافهم و با لله التوفيق اه.(۱)

میں کہتا ہوں! یہ قید (وان علم بالرقم فى المجلس) اس امر کو معین کر نے کے لیے ہے کہ تعاطی جب عقد فاسد کے بعد مجلس میں واقع ہو تو اس فاسد عقد کو پہلے فسخ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر انقضاے مجلس کے بعد ہے تو فسخ کرنا ضروری ہے کیا نہیں دیکھتے کہ فتح نے اسے اپنے اس قول سے مقید کیا اذا علم فى المجلس ورنہ عقد جدید کے ساتھ بیع کا حصول اس بات پر موقوف نہیں کہ وہ مجلس اول میں ہو پس توفیق و تطبیق حاصل ہو گئی، اگر چہ شامی نے اس کو بعید خیال کیا اور یہ ظاہر فرمایا کہ یہ دونوں دو روایتیں ہیں۔

یعنی ان دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں کیوں کہ علامہ شمس الائمہ حلوانی نے و ان علم بالرقم کی قید اس لیے لگائی ہے کہ مجلس میں قیمت معلوم ہونے کی صورت میں بیع تعاطی میں پہلے اس عقد کو فسخ کرنے کی ضرورت نہ پیش آئے اور یہی فتح القدیر سے بھی ثابت ہے انہوں نے ولكن ان كان البائع على الرضا والی صورت کو اس شرط کے ساتھ مشروط فرمایا کہ جب مجلس میں قیمت معلوم ہو جائے جبھی اس صورت میں بغیر متارکہ بیع صحیح ہو گی ورنہ نہیں۔

ان توضیحات سے امام احمد رضا قدس سرہ کی عبارت فہمی، دقت نظری اور دقیقہ سنجی

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج ۷: ص ۴۴

روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

(۲) قاضی خاں صاحب قنیہ اور علامہ سید احمد طحطاوی پر تطفل

وکیل نکاح کی موجودگی میں اگر کسی دوسرے نے وکیل بن کر نکاح پڑھایا اور پہلے وکیل نے اسے اس کی اجازت دے دی تو مذہب صحیح پر نکاح تو منعقد ہو جائے گا لیکن یہ نکاح بلا اذن ہوگا۔ یعنی یہ نکاح نکاحِ فضولی ہوگا اور نکاح فضولی باجماع ائمۂ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منعقد ہو جاتا ہے یہ اور بات ہے کہ وہ نکاح اجازت اصیل پر موقوف رہتا ہے، اگر وہ اجازت دے، نافذ ہو جائے گا، اور اگر رد کر دے تو باطل ہو جائے گا۔ یہی ائمۂ مذہب اور جمہور علما اور محرر مذہب حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب اور مفتیٰ بہ قول ہے۔

مذکورہ مسئلے میں بعض حضرات نے اختلاف کیا اور کہا کہ وکیل اول کی موجودگی میں جس طرح بیع و شرا وغیرہ کا عمل وکیل ثانی کی طرف جائز و درست ہے، اسی طرح وکیل ثانی کا عمل وکیل اول کی موجودگی میں نکاح، طلاق وغیرہ میں بھی جائز و درست ہے اس بارے میں ایک روایت نادرہ امام عصام سے آئی ہے اسی کی بنیاد پر امام فقیہ النفس قاضی خان، صاحب قنیہ، اور علامہ سید احمد طحطاوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے جواز کا حکم دیا ہے۔

اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی علمی جلالت کا اندازہ کریں، آپ فرماتے ہیں: حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلے کا بیان اصل یعنی مبسوط میں واضح طور سے کر دیا ہے کہ وکیل اول کی موجودگی میں وکیل ثانی کا عمل بیع و شرا کے علاوہ میں جائز نہیں اور یہی صحیح ہے۔

چنانچہ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر میں مبسوط کے حوالے سے ہے:

ذکر محمد فی الاصل انه لا یجوز فانه قال اذا فعل الثانی بحضرة الاول لم یجز الا فی البیع والشراء و هو الصحیح اھ.(۱)

آپ فرماتے ہیں: یہ بات مسلم ہے کہ جب اصول کی روایات کی تصحیح ہو جائے تو اس

---

(۱)- غمز عیون البصائر، کتاب الوکالہ، ج ۲: ص ۱۱

صورت میں باقی تمام روایات جو اس کے خلاف ہیں ساقط و ناقابل حجت ہو جاتی ہیں اور مسئلہ دائرہ میں جب اصل کی روایت کی تصحیح ہو گئی تو اس کے بر خلاف امام عصام کی روایت نادرہ ساقط ہے اور اس کی بنیاد پر خانیہ میں جو حکم دیا گیا وہ بھی ساقط ہے اور قنیہ تو خانیہ وغیرہ سے بہت کم درجے کی ہے اگر چہ علامہ طحطاوی نے اس کی تائید کی ہے اور صاحب بحر و صاحب در مختار نے اُسے مشکل قرار دیا ہے۔

لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے امام قاضی خاں اور دیگر حضرات کے لیے یہ عذر پیش کیا ہے کہ انھیں اُس وقت روایت اصل کی اطلاع نہ تھی، اس لیے کہ اگر انھیں اس کی اطلاع ہوتی تو ضرور اس کا ذکر کرتے لیکن انہوں نے نہ اس کا ذکر کیا نہ اس کا کوئی اشارہ دیا، جس سے یہ شہادت فراہم ہوتی ہے کہ انہیں اس وقت روایت مبسوط کا علم نہ تھا۔

ہاں علامہ شامی کو اس کا علم تھا اس لیے کہ انہوں نے حاشیہ دُر میں علامہ رحمتی کی وہ عبارت نقل کی ہے جس میں انہوں نے حاشیۂ حموی علی الاشباہ کے حوالے سے اصل (مبسوط) کی روایت ذکر کی ہے اور مختصر عصام کی روایت بھی ذکر کی ہے۔ اسے نقل کرنے کے بعد علامہ شامی نے لکھا ہے: فیمکن ان یکون ما فی القنیۃ متفرعا علی روایۃ عصام، لکن الاصل و ھو المبسوط من کتب ظاھر الروایۃ، فالظاھر عدم الجواز، فافھم[1]

(ترجمہ) ہو سکتا ہے کہ قنیہ میں جو حکم لکھا ہے وہ امام عصام کی روایت پر متفرع ہو لیکن اصل یعنی مبسوط کتب ظاہر الروایہ سے ہے تو ظاہر یہ ہے کہ ایسا (یعنی وکیل اول کی موجودگی میں وکیل ثانی کا عمل) جائز نہیں۔

اس پر امام احمد رضا قدس سرہ کا کلام یہ ہے کہ جب علامہ شامی کے علم میں آ گیا کہ مختصر عصام کے روایت کے بر خلاف، مبسوط کی روایت موجود ہے تو انہیں صاف یہ حکم کرنا

---

(۱)۔ ردالمحتار۔ کتاب النکاح، باب الولی

چاہیے کی وکیل اول کی موجودگی میں وکیل ثانی کا عمل ساقط ہے اور اسے وکیل کی حیثیت سے معاملۂ عقد انجام دینا کسی طرح درست نہیں۔ اس کے بجائے انہوں نے صرف یہ کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ جائز نہیں جب کہ ان کے لیے یہ جزم کا موقع تھا، نہ کہ صرف استظہار کا۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی اصل عبارت یہ ہے:

فاذا کا ن هذا هو مفاد الاصل وقد ذیل بالتصحیح فانقطع الخلاف و اضمحلت الروایة النادرة و سقط مافی الخانیة فکیف بما فی القنیة و ان أیده العلامة الطحطاوی و ترکه العلامة البحر و المحقق العلا ئی فی الدر مستشکلاًولا غرو فقد شهدت کلما تهم رحمهم الله تعالیٰ انهم لم یطلعو ا اذ ذاك علی کلام الاصل اصلا حیث لم یلموا به الماما ولا اشموا منه اشما ما و لکن العجب من خاتمه المحقیقن العلامة الشامی قدس سره السامی حیث اورد کلام الاصل ثم لم یسمح الا باستظهار عدم الجواز مر ید ابه عدم النفاذ اذا لعقد عقد فضولی فکانه اقتصر علی النقل عن العلامة مصطفی ولوزاجع الغمز لر ای تصحیح الامام الولو الجی لما فی الاصل اھ. (۱)

(۳)صاحب منح الروض پر تطفل

صاحب منح الروض غیر اللہ کے سجدے سے متعلق، منح الروض میں فرماتے ہیں: اذا سجد بغیر الا کراہ یکفر عندهم بلا خلافٍ، یعنی اگر بلا اکراہ غیر اللہ کو سجدہ کیا، باتفاق علما کافر ہو جائے گا۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حرمت سجدۂ غیر اللہ سے متعلق نصوص کے بیان میں منح الروض کی مذکورہ بالا عبارت کو نقل فرمانے کے بعد اتفاق علما کے دعوے کو رد کر کے واضح

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج۵: ص ۱۰۴

کیا کہ اس صورت میں اتفاق علما کا قول محل نظر ہے۔ فرماتے ہیں:

اولاً: بلکہ صحیح و مختار وہی تفصیل نیت عبادت و تحیت ہے، جس پر نصوص کثیرہ مطلقہ عنقریب آتے ہیں۔

ثانیاً: اجلۂ اکابر نے خاص صورت عدم اکراہ میں بھی سجدۂ تحیت کفر نہ ہونے کی تصریحیں فرمائیں فتاوی کبریٰ پھر خزانۃ المفتین قلمی کتاب الکراہیۃ، نیز واقعات امام صدر شہید پھر خود یہی غایۃ البیان محل مذکور میں مسئلہ اکراہ لکھ کر فرمایا: فهذا دليل على ان سجود بنية التحية اذا كان خائفا لا يكون كفرا.

ثالثاً: خود ملا علی قاری کی عبارت آتی ہے کہ روضۂ انور کے سجدے کو صرف حرام کہا، نہ کہ کفر۔

رابعاً: بلکہ نص ستائیس میں خود انہی علامہ ملا علی قاری کا قول ہے کہ بعض علما نے تکفیر کی اور ظاہر تر عدم تکفیر ہے پھر اتفاق درکنار وہ قول راجح بھی نہیں، ضعیف و مرجوح ہے۔(۱)

* * * * *

---

(۱)۔فتاویٰ رضویہ: ج۹: نصف آخر: ص۲۳۴

مخالفین پر تعقبات

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں جہاں علماے متقدمین کی لغزشوں کی نشاندہی کی ہے وہیں غلط اور فاسد استدلال کرنے والوں کا پر زور تعاقب بھی کیا ہے اور مخالفین کے اعتراضات و بے بنیاد الزامات کا دلائل و براہین کی روشنی میں بھرپور انداز میں رد بھی فرمایا ہے اس کے ہزاروں شواہد آپ کے فتاویٰ میں موجود ہیں ذیل میں چند شواہد بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

(ا) رشید احمد گنگوہی کا تعاقب

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی سے جب نوٹ کی حقیقت اور اس کے احکام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کرنسی نوٹ کو تمسک ٹھہرا کر سرے سے مال سے ہی خارج کر دیا اور کم و بیش تو درکنار برابری کے ساتھ بھی اس کی خرید و فروخت کو ناجائز قرار دیا چنانچہ وہ یوں رقم طراز ہیں:

نوٹ وثیقہ اس روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے مثل تمسک کے اس واسطے کہ نوٹ میں نقصان آجائے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جائے تو بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ مبیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں کوئی مبیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جائے تو بائع سے بدل لے سکیں، پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے۔ فلوس سے مبیع اور نوٹ نقدین۔ ان میں زکوٰۃ نہیں اگر بہ نیت تجارت نہ ہو اور نوٹ تمسک ہے

اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ اکثر لوگوں کو شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ کو مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے۔ کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں اس میں سخت غلطی ہے فقط۔ (۱)

گنگوہی صاحب نے اپنے فتاویٰ میں دوسری جگہ یوں تحریر کیا: نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں مگر اس میں حیلہ حوالہ ہو سکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے مگر کم یا زیادہ پر بیع کرنا ربا و ناجائز ہے۔ یہ تفصیل اس کی ہے فقط۔ (۲)

رشید احمد گنگوہی کی مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) نوٹ وثیقہ اور تمسک ہے کہ اگر اس میں نقصان آجائے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں۔ (۲) نوٹ مال نہیں اس لیے کہ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے اور کاغذ بھلا بکنے کی چیز ہے اس لیے نوٹ کو مبیع نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (۳) نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں مگر حیلہ حوالہ کے ساتھ (۴) نوٹ کی بیع کمی یا زیادتی کے ساتھ سود ہے اور ناجائز۔

یہ چار امور ان کی عبارت سے منقح ہو کر سامنے آئے۔ اب مذکورہ دعویٰ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر اس کا جائزہ لینا ہو تو امام احمد رضا قدس سرہٗ کی وہ چشم کشا، فکر انگیز تعاقبانہ تحریر پڑھیے جس میں انہوں نے دلائل قاہرہ باہرہ سے ان کے خرافات و اباطیل کا پردہ چاک کر دیا ہے اور ۱۸/ اٹھارہ وجوہ سے ایسی سخت گرفت فرمائی کہ آج تک مخالفین کو ان ردود کے جوابات دینے کی جرأت نہیں ہو سکی، ذیل میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ان ردود کا خلاصہ نذر قارئین ہے:

تعاقبات رضویہ

رد اول: یہی سرے سے سخت حماقت ہے کہ دنیا بھر کے عاقدین جس عقد کا قصد کریں آپ زبردستی اس سے پھیر کر وہ عقد ان کے سر لازم کریں جو ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں آتا۔ آپ دنیا کے جس خطے میں جس ملک میں چاہیں چلے جائیں اور

---

(۱)-فتاویٰ رشیدیہ: ج ۲: ص ۱۶۹، بحوالہ فتاویٰ رضویہ: ج ۷: ص ۱۹۹

(۲)-فتاویٰ رشیدیہ: ج ۱: ص ۵۷، بحوالہ فتاویٰ رضویہ: ج ۷: ص ۱۹۹

لوگوں سے پوچھ لیں کہ نوٹ کی خرید وفروخت میں آپ کو لین دین مقصود ہوتی ہے، بیچا اور مول لیا کہتے ہیں، بائع اپنی ملک سے نوٹ کا خارج ہو کر مشتری کی ملک میں داخل ہونا اور مشتری اس کے عوض روپیہ دے کر نوٹ کا اپنی ملک میں آنا سمجھتا ہے یا یہ کہ نوٹ دینے والا اس سے قرض مانگتا ہے اور قرض کی سند میں نوٹ کی بجائے تمسک دیتا ہے۔ ہدایہ میں ہے: العبرة فی العقود للمعانی عقود میں معانی کا اعتبار ہے۔ مگر یہ عجیب سا عقد ہے کہ لفظ بھی بیچنے خریدنے کے، قصد بھی بیچنے اور خریدنے کے، یہی مقصود یہی مراد، یہی مفہوم، مگر دنیا بھر کو پاگل بنا کر کہہ دیجیے کہ اگرچہ نہ تم کہتے ہو نہ قصد رکھتے ہو مگر تمھاری مراد کچھ اور ہے اگر ایسی تصحیح ہو تو دنیا میں فاسد سے فاسد عقد ٹھیک ہو جائے گا۔

دوم: ہر عاقل جانتا ہے کہ تمسک ایک معین مثلاً زید کی طرف سے دوسرے معین مثلاً عمرو کے لیے ہوتا ہے کہ اگر زید عمرو کے دین کا انکار کرے تو عمرو بذریعہ تمسک زید سے وصول کر سکے۔ تمسک اس لیے نہیں ہوتا کہ عمرو جہاں چاہے جس ملک میں چاہے جس شخص سے چاہے اس کے دام وصول کر لے۔ زید کے پاس عمرو، بکر خالد دنیا کا کوئی شخص اس تمسک کو لے کر آئے اور یہ اس کا دام اسے دے دے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ تمسک ایک فرد معین کی طرف سے دوسرے فرد معین کے لیے وثیقہ اور قرار داد ہوتا ہے اور نوٹ کی حالت یہ ہے کہ جو چاہے جہاں چاہے جس ملک میں چاہے بشرطیکہ یہاں کا سکہ اس ملک میں چلتا ہو جس شخص سے چاہے اس کے دام لے لے گا یہ حالت مال کی ہے نہ کہ تمسک کی۔ تو نوٹ کو تمسک کہنا کیسا اندھا پن ہے بلکہ وہ بالیقین مال اور سکہ ہے۔ ولکن العمیان لا یبصرون۔

سوم: ہر عقل مند جانتا ہے کی تمسک کے وجود و عدم پر دین کا وجود و عدم موقوف نہیں ہوتا بلکہ جب دین ثابت ہو جائے تو مدیون پر دین دینا لازم ہوگا تمسک رہے یا نہ رہے۔ اب فرض کیجیے کہ زید نے ایک لاکھ روپے دے کر خزانۂ حاکم سے ہزار ہزار روپے کے سو نوٹ لیے اور اپنا نام پتا اور نوٹ کے نمبر سب درج کرا دیے تو اب لازم ہے کہ وہ

جب چاہے خزانے سے اپنے آتے ہوئے لاکھ روپے وصول کرلے اگرچہ نوٹ اس کے پاس جل گئے یا پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئے یا چوری ہو گئے یا اس نے کسی اور کو دے دیے کیوں کہ خزانہ آپ کی نظر میں اس کا مدیون ہے اور تمسک نہ رہنے سے دین ساقط نہیں ہو تا اور جب آپ نوٹ کے نمبرات نام پتہ سب درج کرادیے ہیں تو گورنمنٹ کو یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا اگر نوٹ نہ جلے نہ پھٹے بلکہ اس کے پاس موجود ہوں یا اس نے کسی کو دے دیے ہوں تو جب وہ نوٹ یہ یا دوسرا لے کر آئے تو ہمیں دوبارہ دینا پڑے گا بلکہ لانے کی صورت میں کہہ دیا جائے گا کہ ہم نے جو روپیہ تجھ سے لیا تھا قرض کے طور پر اسے ادا کر دیا ہے۔ آپ کا ہم پر کوئی مطالبہ نہیں مگر ایسا ہر گز نہ ہو گا۔ آپ نوٹ جلا کر یا پھاڑ کر یا کسی کو دے کر گورنمنٹ سے روپیہ مانگ کر تو دیکھیے۔ اگر پاگل جانا تو اتوار کو خیر دے گی ورنہ بڑے گھر کی ہوا کھلائے گی اس وقت آپ کی آنکھیں کھلیں گی کہ نوٹ کیسا تمسک تھا۔ یہ حالت صراحتًا مال کی ہے کہ جو شخص کسی سے کوئی مال خرید کر اسے تلف کر دے یا کسی کو دے دے اور اپنے روپے بائع سے واپس مانگے تو کم از کم پاگل ٹھہرتا ہے۔

چہارم: یہیں سے آپ کے شبہ کا ازالہ ہو گیا کہ گم ہو جائے یا نقصان آجائے تو بدلا سکتے ہیں یہ مطلقًا ہرگز صحیح نہیں اگر تمسک ہوتا تو واجب تھا کہ ہر حال میں ضرور بدل دیا جاتا ہے کہ تمسک کے نقصان یا فقدان یا خود ہلاک یا تلف کر دینے سے دین پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

پنجم: سود لینے اور دینے میں گورنمنٹ کی حالت معلوم ہے کہ وہ اسے ہر قرض و دین کا لازم قطعی مانے ہوئے ہے یعنی جس سے بھی گورنمنٹ قرض لیتی ہے یا دیتی ہے اسے وہ سود دیتی بھی ہے اور لیتی بھی ہے یہاں تک کہ جو لوگ سیونگ بینک (Saving Bank) میں روپیہ جمع کرتے ہیں یا وہ ملازم جن کی تنخواہ کا کچھ حصہ کٹ کر جمع ہوتا رہتا ہے اور ختم ملازمت پر ان کو دیا جاتا ہے وہ مانگیں یا نہ مانگیں ساری مدت کا سود حساب لگا کر انھیں دے دیتی ہے بلکہ اگر وہ یہ بھی کہہ دیں کہ سود نہ لوں گا جب بھی ماہوار سود اس

کے نام سے درج ہوتا رہتا ہے۔ تو غور کریں اگر خزانہ سے نوٹ لینا یہ روپیہ داخل کر کے اس کا وثیقہ لینا ہوتا تو لازم تھا کہ گونمنٹ اس کے لیے سود لکھتی رہتی جب تک وہ نوٹ دے کر روپیہ واپس نہ لے لیتا اس وقت تک۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔

ششم: زید عمرو سے وقتاً فوقتاً سو اور دو سو اور ہزار قرض لیتا رہتا ہے اس تمام مدت میں وہ تمسکات لکھ کر عمرو کو دیتا رہے گا اور جس تمسک کی میعاد ختم ہونے کو آئے گی بدل دے گا یہاں تک کہ اس پر عمرو کے دس ہزار جمع ہو گئے اب اس نے ہزار ہزار کے دس نوٹ عمرو کو دے دیے اسی وقت سے اس کا حساب بند ہو جائے گا۔ مگر گنگوہی صاحب فرماتے ہیں دس ہزار کے نوٹ دیے تو کیا ہوا وصول ابھی ایک کوڑی بھی نہ ہوئی۔

ہفتم: فرض کیجیے گورنمنٹ نے کسی بینک سے ۲۰/ لاکھ روپے قرض لیے اور تمسک لکھ دیا کہ دس برس کے اندر ادا کیا جائے گا تین برس گزرنے پر بیس لاکھ کے نوٹ بینک کو دے دیے تو پوری دنیا، بینک گورنمنٹ سب تو یہی سمجھیں گے کہ قرض ادا ہو گیا مگر گنگوہی صاحب سے پوچھیے کہ اگر یہ نوٹ بھی تمسک ہی تھے تو اس فضول کاروائی کا حاصل کیا ہوا تمسک تو پہلے سے لکھا ہوا موجود تھا۔ جدید تمسک کی ضرورت کیوں پڑی؟

ہشتم: حوالہ اپنے قرض دوسرے پر اتارنے کو کہتے ہیں تو اگر زید پر عمرو کا قرض نہ آتا ہو بلکہ زید کا قرض بکر پر ہو اور اس صورت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے تو یہ حقیقۃً حوالہ نہ ہو گا بلکہ عمرو کو اپنا قرض بکر سے وصول کرنے کا وکیل کرنا اور اگر نہ عمرو کا قرض زید پر آتا ہو نہ زید کا بکر پر اور اس حالت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے تو یہ محض باطل و بے اثر ہے۔

نہم: فرض کیجیے گورنمنٹ نے ۲۰/ لاکھ نوٹ کسی کو بطور انعام دیے تھے پھر ایک وقت ایسا آپڑا کہ گورنمنٹ نے اس سے قرض مانگا اس نے وہی نوٹ دے دیے۔ دنیا یہی سمجھے گی کہ گورنمنٹ پر اس کے ۲۰ لاکھ قرض ہو گئے مگر گنگوہی صاحب کہیں گے ایک پیسہ بھی قرض نہ ہوا گورنمنٹ بیس لاکھ کے نوٹ اس سے مفت لے لے اور اس کے عوض کچھ

نہ دے اس لیے کہ یہ وہ صورت ہے کہ نہ حوالہ کرنے والے پر قرض آتا تھا نہ جس پر حوالہ کیا پہلے سے اس کا کوئی دین تھا تو کاروائی باطل ہوئی اور گورنمنٹ کو کچھ دینا نہ آئے گا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

غرض آپ نے یہ وہ بات گڑھی کہ نہ گورنمنٹ کے خواب میں ہے نہ ملک بھر کے خیال میں آپ ہی اپنی ڈیڑھ چھٹانک کی الگ بگھار رہے ہیں۔

دہم: حوالہ میں مدیون محیل کہلاتا ہے اور دائن محتال اور جس پر قرض اتارا گیا کہ اس سے وصول کرلینا اسے محتال علیہ یا حویل کہیے یہاں جب زید نے عمرو کے ہاتھ ہزار روپے کے نوٹ بیچے تو آپ کے طور پر زید عمرو کا مدیون اور محیل ہوا اور عمرو زید کا دائن اور محتال ہوا اور گورنمنٹ حویل اور شرعی مسئلہ ہے کہ ہر شخص حویل ہو سکتا ہے اگرچہ محیل کا اس پر کچھ نہ آتا ہو کہ اس نے جب حوالہ قبول کرلیا تو اس کا دَین اپنے سر لیا اگرچہ اس کا اس پر کچھ مطالبہ نہیں لیکن جبکہ حویل محیل کا مدیون نہ ہو اور محیل کا حوالہ مان کر اس کا دَین محتال کو ادا کردے تو اسی قدر محیل سے واپس لے گا کہ میں نے تیرے کہے سے تیرا دَین ادا کیا ہے اور اگر محتال حویل کو دین ہبہ کردے یا کہے کہ میں نے وہ دین تیرے لیے چھوڑ دیا جب بھی حویل محیل سے بھروالے گا کہ ہبہ ہونا بھی ادا ہوجانے کی مثل ہے۔

یازدہم: تمام جہان تو نوٹ کو مال مانے ہوئے ہے، آپ کو اس میں کیا دکھتی سوجھی ہے کہ وہ کچھ محالات اوڑھے عالم بھر کی آنکھوں میں خاک جھونکیے مگر اسے مال ماننا منظور نہیں، وجہ تو بتایے کہ تمام عالم کا اسے مال ماننا کیوں نہ مقبول ٹھہرا، ثمن اصطلاحی ٹھہرانے میں اصطلاح قوم و ملک پر کاربندی واجب ہوتی ہے، یہاں جملہ اقوام و تمام ممالک عالم اپنی اصطلاح روشن طور پر بتارہے ہیں اور آپ ہیں کہ ایک نہ ہزار نہ کوئی یہ تو پوچھے کہ آپ ہیں کون اصطلاح جملہ جہاں میں دخل دینے والے نوٹ کی مالیت کا ثبوت رسالہ میں صفحہ ۱۲۶ سے ۱۳۲ تک سوجھیے۔

دوازدہم: پیسوں میں تجارت کی نیت کی حاجت اس وقت ہے جب وہ ثمن ہوکر نہ چلتے ہوں ورنہ ثمن میں ہرگز نیت تجارت کی حاجت نہیں اگرچہ ثمن اصطلاحی ہو نہ کہ خلقی۔ غنیہ ذوی الاحکام وردالمحتار وغیرہا میں ہے الفلوس ان کانت اثمانا رائجۃ او سلعا للتجارۃ تجب الزکاۃ فی قیمتھا والا فلا درمختار وبحرالرائق میں ہے: ماغلب غشہ یقوم کالعروض و یشترط فیہ النیۃ الا اذا کانت اثمانا رائجۃ

شامی میں ہے: ماکان ثمنا رائجا تجب زکاتہ سواء نوی التجارۃ اولا

اسی میں: عین النقدین لا یحتاج الی قیمۃ التجارۃ و کذا ما کان ثمنا رائجا.

اسی پر فتویٰ ہے ایک آدھ روایت ٹٹول میں آجانا اور محل ومحمل نہ دیکھنا راجح ومرجوح شاذ ومشہور میں فرق نہ کرنا فقاہت نہیں مگر حضرات وہابیہ کے نصیبوں میں تو فقاہت بحمد اللہ نصیب دشمناں ہے۔

سیزدہم: نوٹ نقدیں بتایا یعنی نوٹ سونا چاندی ہے اور پھر اسی منہ میں یہ کہ تمسک ہے۔

چہاردہم: تمسک کو کہنا کہ اس پر زکوٰۃ ہے، حالانکہ تمسک سرے سے مال ہی نہیں، نہ اس کے عدم ووجود کو زکوٰۃ کے وجوب وعدم میں کچھ دخل۔

پانزدہم: نوٹ کے مبیع سمجھنے پر اس کی زکوٰۃ نہ دینے کی بنا سمجھنا کیا مبیع پر زکوٰۃ نہیں ہوتی ابھی تو آپ پیسوں کو مبیع کہہ کر بحال نیت تجارت زکوٰۃ واجب مان چکے ہیں۔

شانزدہم: کاغذ کے مبیع سمجھنے کو سخت غلطی کہنا شاید عمر بھر کاغذ خریدنے کا اتفاق نہ ہوا نہ ان کے گائوں میں خبر پہنچی کہ دنیا میں کاغذ بھی بکتا ہے۔

ہفتادہم: لطف کی بات یہ ہے کہ ابھی تو نوٹ کو اس جرم پر کہ کاغذ ہے مبیع سمجھنا سخت غلطی تھا اور ایک ہی ورق بعد ص: ۱۷۳/۱ پر خود فرماتے ہیں کہ نوٹ خرید کر بیچ سکتا ہے،

اے سبحان اللہ نوٹ تو بک سکتا ہی نہ تھا خریدا کیسے جائے گا، مگر حضرت کی ان سفاہتوں کے آگے ایسی نزاکتوں کی کیا گنتی، ماعلی مثلہ یعد الخطا

ہشتاد دہم: آپ کیا جواب دیں گے اگر کوئی آپ کی پچھلی نزاکتوں پر یہ کہے کہ جب آپ نے اس عقد کو جو لفظ، نیت، قصد اور فہم کے اعتبار سے یقینی طور پر بیع تھا پوری دنیا کے خلاف کایا پلٹ کر کے حوالہ تراش لیا اب آپ کس منہ سے کہتے ہیں کہ کم یا زیادہ پر بیع کرنا سود اور ناجائز ہے، زیادہ پر بیع کا یہ حاصل کیوں نہیں ٹھہراتے کہ زید نے جو عمرو کے ہاتھ سو روپے کا نوٹ سواسو میں بیچا یہ بیع نہیں سواسو کا سو سے بدلنا نہیں کہ ربا اور ناجائز ہو بلکہ زید نے عمرو سے سواسو قرض لیے ہیں اور زید کے گورمنٹ پر سواسو آتے تھے وہ اس پر اتار دیے رہے پچیس وہ عمرو نے زید کو چھوڑ دیے اس میں کون سا ربا ہے۔

فتاوی قاضی خان سے رسالہ کے ص: ۱۷۲ پر گزرا:

فان ارادالحیلة یستقرض من المشتری اثنی عشردرهما مکسرة ثم یقضیه عشرة جیاداثم ان المقرض یبرئه عن درهمین فیجوز ذلك.[1]

یہ وہ تعاقبات تھے جو کلک امام سے صادر ہو کر پیشوائے دیوبند پر برسے اور ان کی غایت درجہ سفاہت کا پردہ چاک ہوا، حق کا چہرہ نکھر گیا، امت مسلمہ کو حرج و عسر میں ڈالنے کے لیے کتنا غلط فتویٰ انہوں نے صادر کیا جو عقل و شرع سے کوئی لگاؤ نہیں کھاتا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اٹھارہ وجہوں سے ان کے مذکورہ استدلالات کا رد بلیغ فرمایا، الحمدللہ بیان کردہ ردود سے یہ واضح ہو گیا کہ امام احمد رضا قدس سرہ کا علم کتنا راسخ تھا، کتنا وسیع مطالعہ تھا، خدائے عزوجل نے بصارت کے ساتھ غایت درجہ بصیرت سے بھی نوازا تھا۔

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ: ج ۷: ص ۲۰۶۔ ۲۰۷

(۲) داڑھی منڈانے کی حرمت پر ولید کے اعتراضات کا تعاقب

ولید نامی ایک شخص نے داڑھی منڈانے کی حرمت پر اعتراض کرتے ہوئے چند حدیثیں اور آیات قرآنیہ پیش کیں اور ان سے غلط طریقے سے استدلال کیا، ذیل میں اس کا استدلال ملاحظہ کریں، پھر اس کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ کے اس استدلال فاسد پر تعاقب کا انبار دیکھیں:

"الحرام ما ثبت ترکه بدلیل قطعی لاشبهة فیه." "حرام وہ جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور قرآن شریف میں تو اس کا کہیں حکم ہی نہیں بلکہ "یَبْنَؤُ م لا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ" سے داڑھی بڑھانا بعض اوقات مضر ہونا مستفاد ہے۔

سنن ابی داؤد میں یوں مروی ہے: "عشر من الفطرة :قص الشارب واعفاء اللحیة الخ،حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل وداؤد بن شعیب قال حدثنا حماد عن علی بن زید عن سلمة .الخ:ان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال:ان من الفطرة المضمضة والاستنشاق بالماء فلم یذکروا اعفاء اللحیة،وروی نحوه عن ابن عباس قال:خمس کلها فی الرؤس وذکر فیه الفرق ولم یذکر اعفاء اللحیة،قال ابوداؤد:روی نحوه حدیث حماد عن طلق بن حبیب ومجاهد وعن بکر المزنی قولهم ولم یذکر اعفاء اللحیة"

حاصل یہ ہے کہ ان نودس رواۃ نے یہ روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا، بلکہ اس کی جگہ مانگ کو فرمایا، معلوم ہوا کہ داڑھی بڑھانا مانگ رکھنے کی طرح سنت ہے، علاوہ ازیں یہ حدیث مختلف فیہ ہے، لہذا قابل اعتبار نہ رہی نیز صحیح بخاری میں "خالفوا المشرکین، قصوا الشوارب واعفوا اللحی" ہے جس میں جملہ "خالفوا المشرکین" محل نظر ہے، اس لیے کہ بعض مشرکین بھی داڑھی بڑھاتے ہیں، تو ان کی مخالفت داڑھی منڈانے میں ہے اور منڈانے والوں کی مخالفت

بڑھانے میں ہے، تو بڑھانا اور منڈانا دونوں مخالفت میں داخل ہے، رہا "قصوا الشوارب واعفوا اللحی" کا جواب تو انبیا علیہم السلام ہمیشہ درستگی اخلاق کے لیے مبعوث ہوئے، ہمارے نبی آخر میں مبعوث ہوئے اور دین آپ پر کامل ہو گیا "الیوم اکملت لکم دینکم" اگر داڑھی بڑھانا اخلاق میں داخل ہے، تو قرآن اللہ کی کامل کتاب ہے، اس کے باوجود اخلاقی احکام سے خالی ہے، تو دین کامل نہ ہوگا، لہذا ماننا پڑے گا کہ داڑھی بڑھانا اخلاق میں داخل نہیں، ہاں داڑھی بڑھانا مستحب ہے، زیادہ سے زیادہ سنت۔

ریش بایدت دوسہ موئے وزنخداں پوشے
نہ کہ درسایۂ او بچہ دہد خرگوشے

قول عرب ہے: "من طال لحیته فقد نقص عقله" بفرض محال تسلیم بھی کرلیں کہ داڑھی بڑھانا فرض یا منڈانا حرام ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاذا حللتم فاصطادوا" صیغہ امر میں فرمایا گیا، جو علامت فرضیت ہے، لیکن آج تک اس پر عمل درآمد نہ ہوا، سبب اس کا یہ ہے کہ حکم طبائع پر موقوف رکھا گیا، جی چاہے تو شکار کرو، حاصل یہ ہے کہ شریعت کے بعض احکام ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کا نہ کرنا موجب عتاب شرعی نہیں، فرضیت یا حرمت قرآن ہی سے ثابت ہو سکتی ہے یا حدیث متواتر یا مشہور ہو، حرام فرض کے مقابلہ میں آتا ہے، تو جب داڑھی منڈانا حرام ہوا تو رکھنا فرض ہوا مگر فرض کسی نے نہ لکھا،

تعاقبات رضویہ

ولید کی اس تحریر پر امام احمد رضا قدس سرہ کا رد بلیغ اور تعاقبات ملاحظہ کیجیے:

تعاقب نمبر (۱): ولید پلید کی علمی لیاقت پر خود اس کی تحریر دلالت کرتی ہے، مضامین تو دور الفاظ تک درست نہیں، نہ نثر و نظم دیکھنے کے لائق، ماثبت ترکہ کا ترجمہ کیا "جس کی حرمت" ایسا ترجمہ جس میں دور موجود ہے کہ حد میں حرمت خود ماخوذ ہے۔

تعاقب نمبر (۲): یہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ ہے جس کو کتب معتبرہ مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل وغیرہا میں روایت کیا گیا کہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس چیزیں اصل فطرت سے اگلی شریعتوں اور انبیائے کرام کی سنتوں سے ہیں، جن میں سے لبیں کتروانی اور داڑھی بڑھانا بھی ہے، مگر ولید نے اپنی جہالت وسفاہت اور چالاکی سے اس کی سند تو سند یہ بھی نہ ذکر کیا کہ یہ کس کی روایت اور کس کا ارشاد ہے؟ تاکہ حدیث کی وقعت معلوم نہ ہو اور مقصد بھی اپنا حاصل ہو جائے کیوں کہ یہ حدیث بقول امام ترمذی حسن ہے۔

یوں ہی دوسری حدیث جس کے منقطع یا مرسل ہونے کی وضاحت خود امام ابوداؤد نے فرمادی تھی، ذکر سند میں اس کو اڑا کر ''الخ'' کا سہارا لے لیا تاکہ اس کی مطلب برآری بھی ہو جائے اور جہلا کی جماعت میں اس کا علمی بھرم بھی برقرار رہے، مگر اہل علم پر اس کی جہالت کی نشاندہی کے لیے جتنی سند اس نے ذکر کی وہی کافی ہے علاوہ ازیں ارسال اور انقطاع سے قطع نظر کر کے سند میں موجود راویوں کا جائزہ لیجیے، تو اس میں خود سلمہ بن محمد مجہول اور علی بن جدعان شیعی ضعیف ہیں، پھر دوسری حدیث کو حدیث ام المؤمنین کے مخالف سمجھنا خالص جہل ہے، کیوں کہ اس میں ''من'' تبعیضیہ موجود ہے، جس سے ظاہر کہ اس میں بعض خصال فطرت ذکر کی گئی ہیں، ان کے علاوہ اور بھی ہیں لہذا اس میں اعفائے لحیہ کا ذکر نہ ہونا حدیث ام المؤمنین کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے، اہل علم پر روشن ہے کہ ایسے مقامات پر عدد میں حصر مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اعانت ضبط وحفظ کے لیے ذکر کیا جاتا ہے، لہذا ہم دوسری حدیث میں ختان وانتضاح کو خصال فطرت سے مانتے ہیں اور حدیث اول جس میں عدد مذکور ہے، اس کا نافی نہیں مانتے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوبکر ابن عربی نے شرح ترمذی میں خصال فطرت کا عدد تیس تک پہونچایا ہے۔

تعاقب نمبر (۳): کمال سفاہت یہ ہے کہ ایک سند کے سب راویوں کو جدا جدا شمار کر کے حکم لگایا کہ ان نو، دس رواۃ نے یوں روایت کی، حالانکہ سلسلۂ سند میں اگر یکے

بعد دیگرے ہزاروں عددِ رواۃ پہنچے، تووہ ایک ہی راوی کی روایت ہے اس میں تعدد نہیں ہوسکتا، ہاں مرتبۂ واحدہ میں متعدّد راوی نہ ہوں ورنہ سندعالی سے سند نازل اشرف ہو، خیر ہوئی کہ یہ شخص خود سلمہ تک کوئی سند متّصل نہ رکھتا تھا، ورنہ آپ سمیت تیس چالیس رواۃ شمار کرادیتا کہ اتنے راویوں نے اعفاے لحیہ کا ذکر نہ کیا۔

تعاقب نمبر (۴): ابوداؤد نے "لم یذکر اعفاء اللحیة" بہ صیغہ واحد ذکر فرمایا تھا کہ اس راوی نے اعفاے لحیہ کا ذکر نہ کیا، اس نے سابق ولاحق کے تمام مفرد صیغوں۔ "ذکر"، زاد، قال، لم یذکر" سے آنکھیں بندکر کے "لم یذکروا" صیغۂ جمع بنالیا، تاکہ تمام رجال سند کو شامل ہوجائے۔

تعاقب نمبر (۵): لطف یہ کہ کہتا ہے ان سب راویوں نے یہ روایت کی کہ آں حضرت ﷺ نے اس حدیث میں داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں فرمایا، جاہل "قولھم" کا معنی بھی نہیں سمجھتا اور ناحق آثار موقوفہ مقطوعہ کو قول رسول اللہ ﷺ ٹھہراتا ہے، جب ابن عباس صحابی اور مجاہد و بکر و طلق تابعین، یہ آثار خود انہیں حضرات کے اپنے قول ہیں، نہ کہ رسول اللہ کے قول وارشاد۔

تعاقب نمبر (۶): یہ کہنا کہ سب نے اس کی جگہ مانگ روایت کی صریح دھوکہ ہے، حالانکہ ابوداؤد صرف اثر ابن عباس میں مانگ کا ذکر بتاتے ہیں اس بے علم کے نزدیک گویا عدم ذکر اعفاے لحیہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس کی جگہ مانگ کا ذکر کیا۔

تعاقب نمبر (۷): اپنے زعم باطل میں فرق واعفاے لحیہ کا ذکر شمار میں متبادِل سمجھ کر دونوں کا حکم یکساں قرار دیا۔ ایسا ہوتا بھی تو اس کا حاصل صرف اتنا نکلتا کہ جس بات کا یہاں تذکرہ ہے، یعنی خصال فطرت سے ہونا، اس میں دونوں شریک ہیں، نہ کہ سب احکام میں یکساں ہیں۔

تعاقب نمبر (۸): چالاکی دیکھیے کہ امام ابوداؤد نے اس کے متّصل جو دوسری حدیث مرفوع حضور ﷺ اور ایک اثر امام ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا جن میں داڑھی

بڑھانے کو شمار فرمایا ہے، عقل مندا سے صاف کر گیا۔

تعاقب نمبر(۹): کمال جہالت دیکھیے اپنے مقام اجتہاد سے تنزل کر کے داڑھی بڑھانے کو فرض اور منڈانے کو حرام تسلیم کرتا اور اس تسلیم کی تقدیر پر امر اباحت کے لیے ہونے پر جواب دیتا ہے، حالانکہ احمق کو سوچنا چاہیے جب حرمت تسلیم تو پھر اباحت کا کیا سوال۔

تعاقب نمبر(۱۰): اللہ عزوجل کے مقدس رسولوں سے استہزا، انہیں بے اعتدالیوں کا مرتکب بتانا، شرع مطہر کو بے اعتدالیوں کا پسند کرنے والا ٹھہرانا، موسیٰ کلیم اللہ وہارون نبی اللہ علیہم السلام کی نسبت وہ ملعون الفاظ کہ دشمن نے بڑھی داڑھی الخ، ہارون کی ریش مبارک بڑی ہونا قرآن سے ثابت جان کر پھر وہ ناپاک ملعون شعر دو تین بال پر اعتدال بند اور شریعت وانبیا کو بڑھانا پسند، ان کا جواب اس کفرستان میں کیا ہو سکتا ہے، عنقریب قیامت میں معلوم ہو جائے گا، ملخصًا۔ [۱]

اس مقالہ میں خصائص فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے فتاویٰ رضویہ کی متعدّد جلدوں سے امام احمد رضا قدس سرہ کی بے مثال تحقیقات، تنقیحات، تطبیقات، ترجیحات، تنبیہات، تنقیدات، تعقبات، اصلاحات، استخراجات، دلائل و شواہدات اور کثرت علوم وفنون کی چند نظیریں اور شواہد ہم نے پیش کیے جن سے آپ کی شانِ فقاہت، محد ثانہ عظمت اور تمام علوم متداولہ میں آپ کی مہارت و دسترس کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کی اہمیت و افادیت اور اس کی شان انفرادیت ظاہر ہوتی ہے، اس مقالہ میں مضامین کے تحت بطور استشہاد صرف چند نمونے پیش کیے گئے ہیں، اگر ہر عنوان کے تحت فتاویٰ رضویہ سے تمام شواہدات اور اس کی تمام مثالیں جمع کی جائیں تو ہر مضمون کے ضمن میں ایک ایک کتاب ترتیب دی جا سکتی ہے۔

اس مقالہ میں فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے جن عناوین کا ہم نے انتخاب کیا اور اس کا ذکر ہوا انہیں فتاویٰ رضویہ کے محاسن و کمالات کا مکمل بیان تو نہیں کہا جا سکتا تاہم

---

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج ۹: نصف اول: ص ۲۴۴

ان سے اس کی گوناگوں خوبیوں اور امتیازات و خصوصیات کا اندازہ ضرور ہوتا ہے، فتاویٰ رضویہ کے تمام مجلدات کے محاسن کا اگر تفصیلی جائزہ لیا جائے تو ایک نہیں بلکہ کئی ایک ضخیم کتابیں تیار ہو سکتی ہیں اور باضابطہ اس موضوع پر پی ایچ ڈی کی جا سکتی ہے۔

اللہ رب العزت فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ پر مسلسل رحمتیں نازل فرمائے کہ آپ نے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کے لیے اتنا بڑا علمی سرمایہ عطا کیا، جو ارباب فقہ و افتا کے لیے مشعل راہ اور طالبان حق و معرفت کے لیے روشن قندیل ہے۔

قد تمت المقاله علی عنوان خصائص الفتاویٰ الرضو یه بعون الله تعالیٰ و بکرم حبیبه الاعلیٰ و بعنایات غوث الوریٰ والامام احمد رضا

اللهم افتح لنا بالخیر واختم لنا بالخیر واجعل عواقب امورنا بالخیر، بیدك الخیر، انك علیٰ کل شیءٍ قدیر

وندعو الله ان یتقبل جهودنا و یشد ازرنا وان یعفوا عمازلت فیه اقدامنا وعجزت عنه افهامنا وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد واٰله واصحابه اجمعین .

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

*****

طالب دعا:

محمد کمال الدین اشرفی مصباحی دیناجپوری

درجہ تحقیق سال اخیر

جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)

۲۴/ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۵/ اکتوبر ۲۰۰۲ء

تعارف مصنف

از قلم: محب العلما **مفتی محمد ذاکر حسین نوری مصباحی فناء القادری**
ناظم اعلیٰ و شیخ الحدیث جامعہ طیبۃ الرضا، چنچل میٹ حیدر آباد۔

"اسلام پور" اتر دیناجپور شمالی بنگال کا وہ مردم خیز اور سر سبز و شاداب خطہ ہے جس نے اپنی بابرکت وجود سے بہت سارے ایسے قیمتی لعل و گوہر اور علم و فضل کے مہر درخشاں کو وجود بخشا جو اپنی دینی، علمی، تعمیری، تبلیغی تصنیفی اور تالیفی خدمات کی بدولت سواد اعظم مسلک حق و صداقت کے درمیان چہار دانگ عالم میں نیر تاباں بن کر چمکے اور اس سرزمین کو اہل علم و دانش اور ارباب فکر و نظر کے مابین عظمت و شہرت عطا کیں۔

اسی سرزمین علم و فن اوران علمی اور مذہبی شخصیات میں ایک ابھرتا اور چمکتا ہوانام ممتاز القلم، اشرف الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کا ہے، آپ کا شمار اس سرزمین علم و ادب کے نمایاں اور نامور علما و فضلا میں ہوتا ہے، اپنی گوناگوں خوبیوں اور فضل و کمال کی بنیاد پر آپ ایک انفرادی مقام اور اہم شناخت رکھتے ہیں اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے ان ممتاز فارغین میں شمار کیے جاتے ہیں جو اپنی علمی، تدریسی، تصنیفی و تالیفی اور تبلیغی خدمات کی بدولت بہت مختصر اور قلیل وقت میں علمائے اہل سنت کی صف میں کافی مقبول و متعارف ہوئے، اللہ عزوجل نے آپ کو دینی، ملی، فکری، ادبی، تحقیقی، اور فقہی صلاحیتوں سے خوب خوب نوازا ہے، آپ ایک متبحر عالم دین، باکمال مدرس، مستند

مفتی، بلند پایہ محقق، نامور خطیب اور صاحب طرز ادیب ہونے کے ساتھ تواضع وسادگی، عجزوانکساری، خاموش مزاجی اور نرم گوئی جیسے اوصاف حسنہ سے متّصف ہیں۔

قرطاس وقلم کی دنیا میں آپ کا نام محتاج تعارف نہیں، تقریبًا دو دہائی سے آپ کا قلم رواں دواں ہے، درس وتدریس، وعظ وخطابت اور فتویٰ نویسی کی اہم مصروفیات کے باوجود تحریر وقلم سے آپ کا تعلق نہایت مضبوط ومستحکم ہے اور تقریبًا ہر ماہ کچھ نہ کچھ نئی تخلیق وتحقیق آپ کے نوک قلم سے معرض وجود میں آتی ہے، ملک وبیرون ملک کے مختلف رسائل وجرائد میں اب تک پچاس سے زائد آپ کے قیمتی مضامین اور مقالات شائع ہو چکے ہیں جو آپ کی دینی، ملی، فکری، ادبی، تحقیقی اور فقہی صلاحیتوں کا مکمل آئینہ دار ہیں۔

ذیل میں آپ کی دبستان حیات کے کچھ خاص اوراق اور دینی، علمی، دعوتی وتبلیغی اور مذہبی خدمات کے کچھ اہم گوشے نذر قارئین ہیں۔

نام ونسب: محمد کمال الدین بن محمد خرم علی بن محمد فناء اللہ غفرلہما المولیٰ

ولادت: ممتاز القلم، اشرف الفقہا حضرت مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی کی ولادت ۲۴؍ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۸۱ء بروز چہار شنبہ بوقت صبح صادق شہر اسلام پور سے ۱۵؍ کلومیٹر کے فاصلہ پر جانب مشرق میں قصبہ رام گنج سے تین کلومیٹر دوری پر جانب جنوب میں ”ڈُلالی گرام“ نام سے ایک گاؤں میں ہوئی۔

خاندانی حالات: آپ کی ولادت ایک علمی اور دیندار گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد گرامی اپنے دور میں عصری علوم وفنون میں اپنی مثال آپ تھے، قومی وملی مسائل میں ہمیشہ متحرک اور سرگرم عمل رہتے تھے اور ایک سماجی کارکن کی حیثیت سے مشہور ومتعارف تھے، اصابت فکر، وسعت معلومات، امانت ودیانت داری، خدمت خلق اور وجاہت وثقاہت جیسی اہم خوبیوں کے حامل تھے جن کی بنیاد پر علاقہ میں اپنا ایک خاص اثر اور امتیازی مقام رکھتے تھے، مشکل حالات، نزاعی معاملات اور پیچیدہ واہم مسائل میں لوگ

ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور نہ یہ کہ صرف ان کی رہنمائی حاصل کرتے بلکہ اپنے معاملات کو ان کو تفویض کر کے ان کو اپنا وکیل بنا لیتے تھے، الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانا اور لاینحل مسائل کا آسان حل پیش کرنا آپ کا خاصہ تھا، آپ کی ذہانت وفطانت کا دور دور تک شہرہ تھا، سیاست ان کا عملی میدان تھا اور سیاسی بصیرت کی بنیاد پر سرکاری محکموں میں بھی اپنی الگ شناخت اور پہچان رکھتے تھے۔

آپ کے چچا حضرت مولانا پذیر الدین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منظر اسلام بریلی شریف سے فارغ التحصیل تھے اور حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرف بیعت رکھتے تھے نہایت ہی تقویٰ شعار اور کثیر التلامذہ عالم دین تھے، معقولات ومنقولات پر ان کی مضبوط گرفت تھی اور اپنے دور میں علاقہ میں استاذ العلما کی حیثیت سے متعارف تھے، آپ کے شاگردوں میں نامور علما وفضلا اور مفتیان شرع کی ایک طویل فہرست ہے جو ملک کے طول وعرض میں دین متین کی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

بچپن میں والدین کا انتقال: جب آپ کی عمر سات سال کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا اور آپ شفقت مادری سے محروم ہو گئے اور جب عمر نو سال کو پہنچی تو والد گرامی کا بھی وصال ہو گیا اور آپ شفقت پدری سے بھی محروم ہو کر بچپن ہی میں یتیم ہو گئے، کفالت کی ذمہ داری بڑے بھائی کے سر آگئی جو اس وقت بلوغ کی منزل میں قدم رکھے ہی تھے اور عمر میں آپ سے صرف تین سال کے بڑے تھے جب کہ دو بڑی بہنوں کی ذمہ داریاں بھی مزید ان کے ذمے عائد ہوئیں، جاتے جاتے والد گرامی نے بڑے بھائی سے یہ وصیت کی:

”بیٹا! میرے اس بیٹے کو عالم دین بنانا میں تو اس کے لیے کچھ نہ کر سکا لیکن دعائیں دے کر جا رہا ہوں انشاء اللہ یہ بہت بڑا مولانا بنے گا، اس کی تعلیم کا بھرپور خیال رکھنا“۔

تحصیل علوم: آپ نے ناظرۂ قرآن، اردو کی مکمل تعلیم اور فارسی کی ابتدائی تعلیم ۱۹۸۷ء تا ۱۹۹۰ء گاؤں کے مکتب مدرسہ جمالیہ کمالیہ اڑیا ٹول اتر دیناجپور میں حاصل

کی، فارسی کی منتہی کتابیں ۱۹۹۱ء میں "مدرسہ اسلامیہ حنفیہ" بیل پوکھر، پناسی ضلع کشن گنج بہار میں پڑھیں، نحو وصرف اور انگریزی کی ابتدائی کتابیں ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۲ء میں مدرسہ غوثیہ فیض العلوم سلی گوڑی بنگال میں پڑھیں، درجہ ثانیہ اور ثالثہ (مولوی اول) کی تعلیم ۱۹۹۲ء اور ۱۹۹۳ء میں جامعہ مخدومیہ انوار العلوم عشری حسن پورہ سیوان بہار میں اور درجۂ رابعہ (مولوی دوم) کی تعلیم ۱۹۹۵ء میں الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ سکٹھی مبارک پور میں حاصل کی، درجۂ خامسہ تا درجۂ فضیلت (عالمیت وفضیلت) اور تخصص فی الفقہ الحنفی ومشق افتا کی تربیت ۱۹۹۶ء تا ۲۰۰۲ء باغ فردوس جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں حاصل کی۔

فراغت: یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۰۰ء میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل اور درسیات کی تکمیل کے بعد عرس حافظ ملت کے موقع سے اکابر علما ومشائخ کے مقدس ہاتھوں آپ نے دستار فضیلت حاصل کی اور سند فضیلت سے نوازے گئے، اپنے مرحوم چچا کی خواہش اور بعض اساتذۂ اشرفیہ کے مشورے اور ان کی ایما پر آپ نے دوبارہ شعبۂ تخصص میں داخلہ لیا اور دو سال میں اختصاص فی الفقہ الحنفی اور مشق افتا کا کورس بھی مکمل کیا اور پھر دوسری بار ۲۰۰۲ء میں اول پوزیشن سے دستار تحقیق وافتا کی تقریب عمل میں آئی اور امتیازی نمبروں سے سند فقہ وافتا سے نوازے گئے، جامعہ اشرفیہ میں آپ ہمیشہ اعلیٰ اور امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے اور اپنی جماعت میں نمایاں مقام پر رہے، اپنی محنت وجانفشانی، تحقیق وجستجو، کثرت مطالعہ، خاموش مزاجی، تضییع اوقات سے اجتناب اور پابندی صلوۃ جیسے گوناگوں اوصاف کی بنیاد پر طلبہ سے اساتذہ تک سبھوں کے درمیان آپ ہمیشہ محبوب نظر رہے۔

اجازت وسند حدیث وفقہ: حدیث وفقہ کی اجازت وسند آپ کو ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہم علینا سے حاصل ہے۔

تربیت افتا: سراج الفقہا محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین

رضوی برکاتی صدرالمدرسین وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے آپ نے تربیت افتا حاصل کی۔

مخصوص اساتذۂ کرام: آپ نے جن اساتذہ سے اکتساب علم وفیض اور شرف تلمذ حاصل کیا ان میں سے چند مخصوص اساتذہ کے نام یہ ہیں:

☆محدث کبیر ممتاز الفقہا حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری ☆سراج الفقہا محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی ☆خیر الاذکیا عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ☆محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی ☆نصیر ملت علامہ نصیر الدین عزیزی ☆جامع معقولات و منقولات علامہ شمس الہدیٰ خان رضوی ☆ماہر علوم حدیث حضرت علامہ صدر الوریٰ قادری مصباحی ☆فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی بدر عالم مصباحی ☆حضرت مولانا محمود احمد مصباحی مبارکپوری ☆حضرت مولانا شبیر عالم کلکتوی ☆حضرت مولانا فیاض عالم مصباحی کٹیہاری ☆حضرت مولانا عیسیٰ رضوی مصباحی سیتامڑھی ☆حضرت مولانا عبد السمیع مصباحی مظفرپوری سیوان ☆حضرت مولانا اسحٰق اشرفی ☆حضرت مولانا مشیر الدین بیل پوکھر ☆حضرت مولانا سلیم احمد ☆حضرت مولانا شمس الدین نعیمی چنامنا ☆حضرت مولانا طفیل احمد اشرفی ☆حضرت مولانا مقبول احمد منظری اڑیاٹول ☆حضرت مولانا زاہد الرحمٰن مصباحی رسیا ☆حضرت مفتی عرفان عالم اشرفی مصباحی گنجریا وغیرہم۔

اساتذہ اشرفیہ میں حضرت محقق مسائل جدیدہ، خیر الاذکیا اور محدث جلیل سے آپ کی قربت زیادہ رہی، اوقات درس کے علاوہ دیگر اوقات میں آپ ان کی بارگاہوں میں حاضر ہوتے اور علمی رہنمائی حاصل کرتے، تحریر وقلم کے سلسلے میں زیادہ تر مصباحی صاحب سے مشورے لیتے اور کبھی کبھی حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کی خدمت میں ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کے دفتر میں آیا جایا کرتے تھے، بعد عصر آپ روزانہ ''المجمع الاسلامی'' کے

کتب خانہ اور دارالمطالعہ میں تشریف لے جاتے اور خارجی کتابوں کی چھان بین اور ان کا مطالعہ کرتے اور اشرفی المطالعہ سے کتابیں نکال کر جمعرات اور جمعہ کو مطالعہ کیا کرتے تھے۔

اہم رفقاے درس: آپ کے قابل ذکر اور مخصوص رفقاے درس کے اسماے گرامی یہ ہیں:

☆حضرت مولانا محمد عرفان عالم مصباحی ☆حضرت مولانا محمد قاسم مصباحی ادروی، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ☆حضرت مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی پورنوی شیخ الحدیث الجامعۃ الرضویہ کلیان وصدر مفتی نوری دارالافتا بھیونڈی مہاراشٹر ☆حضرت مولانا ممتاز عالم مصباحی سابق استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی ☆حضرت مولانا مقصود عالم مصباحی استاذ جامعہ حنفیہ بجرڈیہہ بنارس ☆حضرت مولانا مفتی سرفراز عالم مصباحی شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ ناگپور، مہاراشٹر ☆حضرت مولانا محمد مرغوب عالم حامدی سابق استاذ مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف، مالدہ بنگال ☆حضرت مولانا مفتی محمد طاہر حسین مصباحی مدرس و مفتی جامعہ عربیہ اہل سنت مصباح العلوم، خلیل آباد بستی، یوپی۔

عصری تعلیم: دوران تعلیم عربی وفارسی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ حکومت اترپردیش کے امتحانات میں بھی شریک ہوئے اور منشی، کامل، عالم اور فاضل معقولات و دینیات وغیرہ میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے، جامعہ اشرفیہ میں شعبۂ کمپیوٹر میں داخلہ لیا اور ڈپلوما کا کورس کیا، علاوہ ازیں شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ سے B.A. اور M.A.English نیز مولانا آزاد یونیورسٹی حیدرآباد سے M.A.Urdu کا کورس بھی مکمل کیا اور دینی علوم کے ساتھ عصری علوم وفنون میں بھی مہارت حاصل کی۔

درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی کی خدمات: ابھی تخصص فی الفقہ الحنفی کے سال دوم میں آپ زیر تعلیم ہی تھے کہ حضرت محقق مسائل جدیدہ نے اپنی صوابدید پر ”دارالعلوم امام احمد رضا رتناگیری، مہاراشٹر“ کے لیے تدریس وافتا کی خدمات پر آپ کی

تقرری کی منظوری دے دی حالانکہ نصیر ملت حضرت علامہ نصیر الدین عزیزی مدظلہ العالی اپنا قائم کردہ ادارہ ''دارالعلوم قادریہ، بگھاڑو، سون بھدر'' آپ کو لیجانا چاہتے تھے کہ دریں اثنا آپ کی ملاقات آپ کے پیرو مرشد شیخ المشائخ اشرف الاولیا سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین تاج الاولیا حضرت علامہ سید شاہ محمد جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی قادری میاں مدظلہ النورانی سے گھوسی میں ہوئی، شمس العلوم اور جامعہ امجدیہ کے بعض اساتذہ نے جب آپ کا تعارف کرایا تو حضرت قادری میاں نے ریاست بنگال کا مرکزی دینی ادارہ ''الجامعۃ الجلالیہ العلائیہ الاشرفیہ ملحقہ مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف مالدہ بنگال'' جو مرشد غوث العالم قطب بنگال حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دیار پر بہار اور آستانہ عالیہ سے قریب واقع ہے اس میں درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی کی خدمات کے لیے آپ کو مدعو کیا، آپ نے جب رتناگیری کا عذر پیش کیا تو حضرت قادری میاں نے محقق مسائل جدیدہ سے بات چیت کر کے آپ کو راضی کرلیا اور مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف کے لیے خانقاہ حسینہ سرکار کلاں اور جامع اشرف کچھوچھہ شریف کے صحن میں اساتذہ جامع اشرف کی موجودگی میں بحیثیت صدر المدرسین وصدر شعبہ افتا آپ کا انتخاب عمل میں آیا اور آپ ہی باضابطہ اس ادارہ کے سب سے اول صدر المدرسین اور مفتی دارالافتا قرار پائے۔

حضرت مولانا عبدالباری تابش اشرفی کٹیہاری سابق شیخ الادب جامع اشرف کچھوچھہ شریف وصدر المدرسین دارالعلوم جائس رائے بریلی جو آپ کے عہد طالب علمی ہی سے آپ کی تعلیمی اور قلمی وتحریری سرگرمیوں سے واقف اور آپ سے بے پناہ متاثر تھے انہوں نے ادارہ شرعیہ اترپردیش رائے بریلی (ملحقہ وامداد یافتہ اترپردیش گورمنٹ) کے ناظم اعلیٰ مولانا عربی الاشرف سے آپ کا تعارف کرایا تو انہوں نے آپ کو رائے بریلی میں نائب مدرس عالیہ کے سرکاری عہدہ پر آپ کو تدریسی خدمات کی دعوت دے دی، آپ

سرپرست ادارہ حضرت قادری میاں مدظلہ العالی کی اجازت اور دعائیں حاصل کرکے ۲۰۰۵ء میں رائے بریلی تشریف لائے اور اس وقت سے لے کر تاحال اس ادارہ میں بحیثیت صدر مفتی و شیخ الحدیث درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

پنڈوہ شریف مالدہ سے لے کر رائے بریلی تک کی تقریباً دو دہائی تدریسی خدمات کے ذریعہ سینکڑوں کی تعداد میں تشنگان علم و حکمت کو سیراب کیا، باصلاحیت علما و فضلا اور مفتیان کرام کو اپنی توجہ خاص سے تعلیمی، تحریری، اور تبلیغی میدان میں اتارا۔

قابل ذکر خاص تلامذہ: آپ کے باصلاحیت اور نامور تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہے ان میں سے چند قابل ذکر تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

☆مفتی محمد ارشاد عالم جامعی، نائب صدر المدرسین دارالعلوم محمدیہ عربی کالج، پورنیہ بہار

☆مفتی مشتاق احمد اویسی امجدی، پرنسپل امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک، مہاراشٹر

☆مفتی محمد توحید الرحمن جامعی، سابق استاد جامع اشرف کچھوچھہ شریف

☆مفتی افتخار الحسن امجدی، صدر المدرسین جامعۃ الاطہر سدن شاہ للت پور، یوپی

☆مفتی نثار احمد جامعی، صدر المدرسین جامعہ چشتیہ شیخ العالم درگاہ ردولی شریف

☆مولانا عبد الرشید امجدی، تنظیم پیغام سیرت اتر دیناجپور بنگال

☆مولانا مدنی الاشرف مصباحی، استاد ادارہ شرعیہ اتر پردیش رائے بریلی، یوپی

☆مولانا توصیف رضا مصباحی، پرنسپل جامعہ فیض الاسلام ناگور شریف، راجستھان

☆مولانا معراج احمد قادری، استاذ جامعہ صابریہ برکات رضا کلیر شریف

☆مولانا ممتاز عالم اشرفی علائی، استاذ مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف، مالدہ، بنگال

☆مولانا میزان الرحمن شمسی علائی، سابق استاذ مخدوم اشرف پنڈوہ شریف، مالدہ، بنگال

☆مولانا اشفاق عالم مرکزی، استاذ دار العلوم امام احمد رضا بھاٹول، رائے گنج اتر دیناجپور

☆مولانا نفیس القادری امجدی صدر المدرسین جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم گلڑیامانی مرادآباد

تصنیفی اور تالیفی خدمات: قرطاس و قلم سے شروع ہی سے آپ کو دلچسپی رہی ہے، اردو زبان وادب اور نامور ادیبوں اور معروف قلمکاروں کی تحریروں کو بہت ہی توجہ وانہماک اور یکسوئی کے ساتھ پڑھنا عہد طالب علمی کا آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور رسائل و جرائد کو تو خاص طور سے اپنے اساتذہ سے حاصل کر کے اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے اور خود بھی زمانہ طالب علمی سے مضامین اور مقالات تحریر فرماتے رہے، سب سے پہلا مقالہ "فقہ حنفی میں امام احمد رضا کا مقام طبقات فقہا کی روشنی میں "تحریری و تقریری مسابقہ یوم مفتی اعظم ہند جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے موقع سے تحریر فرمایا جو اول انعام کا مستحق قرار پایا اور وہیں سے آپ نے قلم پکڑنا سیکھا اور آپ کی قلمی و تحریری زندگی کا آغاز ہوا اور اس کے بعد سے اخبار ورسائل میں مسلسل لکھ رہے ہیں اور یہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔

دینی، علمی، فقہی، ادبی اور حالات حاضرہ جیسے عناوین پر اب تک ۷۰ رسے زائد مضامین اور مقالات تحریر کر چکے ہیں جو ہند و بیرون ہند کے مختلف اخبار، ششماہی، سہ ماہی، دوماہی، ماہنامے، سالنامے اور خصوصی شماروں و مجلات میں شائع ہو چکے ہیں، اپنی خوبصورت تحریر، عمدہ انداز بیان اور اسلوب تحریر کی بنیاد پر تحریر و صحافت کی دنیا میں آپ نے نمایاں مقام حاصل کیا ہے اور آپ کی تحریر قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے، ملاقات ہو یا نہ ہو لیکن قرطاس و قلم سے تعلق اور شغف رکھنے والے آپ کے نام سے ضرور واقف ہیں۔

تصنیفات اور تالیفات: درس و تدریس، فتویٰ نویسی اور وعظ و خطابت کی مصروفیات کے باجود اب تک ایک درجن سے زیادہ کتابیں اور رسائل آپ تصنیف و تالیف کر چکے ہیں، آپ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب و رسائل کی فہرست یہ ہے

☆اشرف الاولیا حیات و خدمات

☆بنگال اور اسلام ایک تاریخی جائزہ

☆مطلقہ عورت کے نان ونفقہ کا شرعی حکم اور سپریم کورٹ کے فیصلے

☆فقہ اور فتاویٰ کی تدوین وتاریخ

☆مخدوم سمناں کا تاریخی سفر سمنان سے کچھوچھہ تک

☆مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی جہان علوم ومعارف

☆قطب المشائخ حیات اور کارنامے

☆تاج الشریعہ کی فقہی بصیرت

☆استاذ العلما مشرقی بہار کی ایک عبقری شخصیت

☆خصائص فتاویٰ رضویہ

☆تذکرۂ مشائخ کچھوچھہ

☆اسلام میں والدین کا مقام

☆تجلیات رمضان

☆خطبات کمال

☆تحقیقی مسائل

☆مجموعہ فتاویٰ

سیمینار اور مجالس مذاکرات میں شرکت:

☆"خبر مستفیض سے ثبوت ہلال سیمینار" منعقدہ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ زیر اہتمام الجامعۃ الجلالیہ العلاءیہ الاشرفیہ پنڈوہ شریف مالدہ بنگال

☆"استفاضہ شرعی سے ثبوت ہلال سیمینار" منعقدہ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ زیر انتظام درگاہ غریب نواز کمیٹی اجمیر شریف۔

☆"تاج الشریعہ نیشنل سیمینار" منعقدہ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۸ء

زیراہتمام الجامعۃ الرضویہ کلیان مہاراشٹرا۔

☆ ’’امام احمد رضا نیشنل سیمینار‘‘ منعقدہ ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۸ء زیراہتمام تنظیم علماے اہلسنت اتردیناجپور، شاہ پور، ضلع اتردیناج پور بنگال۔

☆ ’’حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی انٹرنیشنل سیمینار‘‘ منعقدہ ستمبر ۲۰۱۹ء زیراہتمام مجلس تحقیقات علمی جامع اشرف کچھوچھہ شریف۔

☆ ’’محدث اعظم ہند نیشنل سیمینار‘‘ منعقدہ اکتوبر ۲۰۱۹ء زیراہتمام آل انڈیا بزم اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف۔

☆ ’’اعلیٰ حضرت اشرفی میاں حیات وخدمات سیمینار‘‘ منعقدہ فروری ۲۰۲۱ء زیر اہتمام خانقاہ شیخ اعظم وسرکار کلاں کچھوچھہ شریف۔

☆ اظہار چینل کچھوچھہ شریف، آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ دہلی، تبلیغ سیرت مغربی بنگال، تاج الاولیا، اترپردیش مدارس عربیہ وغیرہ کے فیس بک، یوٹیوب چینل اور زوم ایپ پر آن لائن درجنوں مذاکرات اور ویبینار میں شرکت

وعظ وخطابت: آپ درس وتدریس کے علاوہ وعظ وخطابت کے ذریعے بھی دین وسنیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں، میدان خطابت میں بھی آپ امتیازی شان رکھتے ہیں جس موضوع پر خطاب فرماتے ہیں اس کا پورا حق ادا کرتے ہیں، کامیاب اور مقبول مقررین وخطبا میں آپ کا شمار ہوتا ہے، ایک شاندار اور نامور خطیب کی حیثیت سے آپ جانے اور پہچانے جاتے ہیں، ۲۰۰۲ء سے اب تک ملک کے اکثر صوبوں میں چھوٹے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں بحیثیت خطیب آپ کی مسلسل شرکت ہورہی ہے، عرس رضوی بریلی شریف، عرس مخدومی کچھوچھہ شریف، عرس حافظ ملت مبارکپور، عرس اشرف الاولیاو مخدوم العالم، پنڈوہ شریف، عرس اشرف العلما ممبئی اور عرس قطب بہار وبنگال پناسی شریف وغیرہ جیسے عظیم اور اہم اجلاس میں اکابر علما و مشائخ کی موجودگی میں آپ کو خطاب

کرنے کا شرف حاصل ہے، بالخصوص سکم و بھوٹان اور شمالی بنگال کے بے شمار لوگوں کو آپ نے اپنی تقریر دل پذیر اور مواعظہ حسنہ سے صراط مستقیم کے قریب کیا ہے۔

دعوت و تبلیغ: دعوت و تبلیغ، رشد و ہدایت اور خدمت دین متین کا جذبۂ صادق اوئل عمری سے ہی آپ کی ذات میں ہویدا تھا، جب آپ زیر تعلیم تھے اسی وقت سے سکم و بھوٹان اور شمالی بنگال کے پسماندہ علاقوں کا جو ریاست آسام سے متّصل ہیں چھٹی کے ایام میں ان کا دورہ کرتے تھے اور دعوت الی الحق، ابطال باطل، بدعات و منکرات کی تردید اور سواد اعظم مسلک حق و صداقت کی ترویج و اشاعت میں کوشاں اور لگے رہتے تھے، سنگتام سکم میں عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز کے لیے آپ مستقل طور پر امام منتخب تھے اور دور دراز سے کثیر تعداد میں لوگ آپ کی اقتدا میں عیدین کی نماز ادا کرنے آتے تھے، آپ کے وعظ و نصیحت، علمی گفتگو، نرم گوئی و شیریں مقالی، تواضع و سادگی اور حسن اخلاق و کردار جیسے اوصاف سے وہاں کے لوگ آپ سے بے پناہ متاثر اور آپ کے بے حد قریب تھے۔

۲۰۰۵ء سے تاحال آپ شہر رائے بریلی اور اطراف و مضافات میں اپنی تقریر و تحریر اور دعوت و تبلیغ کے دیگر ذرائع سے مذہب اہل سنت کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں اور دینی امور اور حساس مسائل میں ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں جس کی وجہ سے عوام و خواص سبھی حلقوں میں آپ ہر دلعزیز اور یکساں مقبول ہیں اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، امامت و خطابت درس حدیث و قرآن کے ذریعے اصلاح عقائد و اعمال میں اپنی مثال آپ ہیں، مسائل شرعیہ میں لوگ بکثرت آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، فقہ و افتا میں آپ کی بصیرت و مہارت اور جوابات سے انہیں اطمینان کامل حاصل ہوتا ہے۔

تعمیری خدمات: آپ نے فروغ اہل سنت کے لیے سکم کی سرزمین پر تین تنظیموں کی بنیاد ڈالی ۱۹۹۹ء میں ”غریب نواز سنی اتحاد کمیٹی“ (Gharib nawaz

(Sunni ittihad committee) کے نام سے شہر سنگتام (Singtam) میں، ۲۰۰۰ء میں "سنی بریلوی مسلم آرگنائزیشن" (Sunni Bareillvi muslim organization) کے نام سے شہر رنگ پو میں (Rangpo) اور ۲۰۰۱ء میں "بھارتیہ غریب نواز کمیٹی" (bhartiya ghareeb nawaz commety) کے نام سے شہر جور تھانگ (Jorthang) میں قائم کیں، ان تنظیموں کے تحت صوبائی سطح پر بڑے بڑے شہروں میں بہت سارے جلسے اور کانفرنسیں منعقد ہوئیں، دعوت اسلامی کے تعاون اور تاج الاولیا سید شاہ جلال الدین اشرف قادری میاں مدظلہ العالی کی مسلسل آمد ورفت اور بھرپور حمایت وتائید سے سکم کے پہاڑی اور برفیلی علاقوں میں جماعت اہل سنت کا خوب خوب بول بالا ہوا۔

اپنے آبائی گاؤں دُلالی گرام قصبہ رام گنج اتر دیناجپور میں اہل وطن کی خواہش اور ان کے تعاون سے ایک عظیم دینی ادارہ "دارالعلوم غوثیہ اشرفیہ مصباح المسلمین" کے نام سے ۲۰۱۶ء میں قائم کیا جس میں اس وقت تقریباً ڈھائی سو طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں یہ ادارہ دن بہ دن شاہراہ ترقی پر گامزن ہے، فلاح امت کے حوالے سے بہت سارے اغراض ومقاصد اس ادارہ کے تحت شامل ہیں، آپ کی تحریک پر گاؤں کے پورب ٹولہ میں ایک مسجد کا قیام عمل میں آیا اور پچھم وبیچ ٹولہ میں دو مسجدوں کی تعمیر وترقی میں آپ کی کافی جدوجہد اور خصوصی تعاون شامل ہے۔

شہر رائے بریلی محلہ سید نگر میں جہاں آپ کی رہائش ہے اہل خیر اور باشندگان محلہ کے خصوصی تعاون سے "اشرف المساجد" کے نام سے فروری ۲۰۲۱ء میں ایک عالیشان مسجد کی بنیاد رکھی، جو ابھی زیر تعمیر ہے۔

مذہبی اداروں اور تنظیموں کی رکنیت: دارالعلوم غوثیہ اشرفیہ مصباح المسلمین دُلالی گرام کے آپ سربراہ ورکن خاص ہیں، جامعہ مخدومیہ عشری حسن پورہ سیوان بہار

اور مدرسہ غوثیہ فیض العلوم کوئلہ ڈپو سلی گوڑی بنگال کے آپ ناظم تعلیمات ہیں، ان کے علاوہ تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارکپور، آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ لکھنو، آل انڈیا صوفی آرگنائزیشن رائے بریلی اور کلچرل کلب اشرف نگر، سلی گوڑی کی آپ کو رکنیت حاصل ہے، حافظ ملت اکیڈمی دار جلنگ کے آپ مشیر خاص رہے (افسوس کہ یہ اکیڈمی اب مفتی ضیاء المصطفیٰ مصباحی کے چلے جانے سے تقریباً بند ہو چکی ہے)

شرف بیعت: شیخ المشائخ اشرف الاولیا حضرت علامہ سید شاہ محمد مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔

اجازت و خلافت: شیخ الاسلام والمسلمین رئیس المحققین حضرت علامہ مفتی سید محمد مدنی الاشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی جانشین محدث اعظم ہند اور قائد ملت حضرت علامہ سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی دامہ ظلہما النورانی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف سے آپ کو اجازت و خلافت حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ایوارڈ: فروری ۲۰۲۱ء میں عرس شیخ اعظم و سرکار کلاں کے موقع سے کچھوچھہ شریف میں فروغ سلسلہ اشرفیہ کے تعلق سے اشرف ملت حضرت مولانا سید شاہ محمد اشرف اشرفی جیلانی دام ظلہ العالی نے آل انڈیا علماء مشائخ بورڈ کی جانب سے خانقاہ شیخ اعظم کچھوچھہ شریف میں کثیر علما و مشائخ کی موجودگی میں آپ کو "اعلیٰ حضرت اشرفی میاں" ایوارڈ سے نوازا۔

✻ ✻ ✻ ✻ ✻

ماخذ و مصادر

نمبر شمار	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین/مولفین
۱	قرآن حکیم	منزل من اللہ تعالیٰ علی نبیہ الاعلیٰ
۲	صحیح بخاری	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری قدس سرہ
۳	صحیح مسلم	ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری قدس سرہ
۴	سنن ترمذی	ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی قدس سرہ
۵	سنن ابی داؤد	ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی قدس سرہ
۶	سنن نسائی	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی قدس سرہ
۷	سنن ابن ماجہ	ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قدس سرہ
۸	سنن دارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی قدس سرہ
۹	سنن دارقطنی	علی بن عمر دارقطنی قدس سرہ
۱۰	المعجم الکبیر	ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی قدس سرہ
۱۱	المعجم الاوسط	ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی قدس سرہ
۱۲	المعجم الصغیر	ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی قدس سرہ
۱۳	حالم للمستدرک	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری
۱۴	مسند فردوس	ابو شجاع شیرویہ بن شہر دار دیلمی قدس سرہ
۱۵	طحطاوی علی الدر	سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی قدس سرہ
۱۶	طحطاوی علی المراقی	سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی قدس سرہ

۱۷	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین ابن نجیم مصری قدس سرہ
۱۸	در مختار	شیخ علائی الدین حصکفی قدس سرہ
۱۹	ردالمحتار	علامہ امین ابن عابدین شامی قدس سرہ
۲۰	ہدایہ مکمل	برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی قدس سرہ
۲۱	غمزالعیون علی الاشباہ	علامہ سید احمد بن محمد حموی قدس سرہ
۲۲	منح الروض الازہر	ملا علی قاری حنفی قدس سرہ
۲۳	فتاویٰ خانیہ	قاضی حسن بن منصور اوزجندی قدس سرہ
۲۴	فتاویٰ ہندیہ	شیخ نظام الدین و جماعۃ من علمائے ہند
۲۵	فتاویٰ بزازیہ	حافظ الدین محمد بن محمد حنفی بزازی قدس سرہ
۲۶	السراج الوھاج	ابوبکر محمد بن علی حدادی قدس سرہ
۲۷	غایۃ البیان	قوام الدین امیر کاتب حنفی
۲۸	مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی
۲۹	فتح القدیر	ابن الھمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد
۳۰	مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی
۳۱	منحۃ الخالق حاشیہ البحرالرائق	علامہ امین ابن عابدین شامی قدس سرہ
۳۲	فتاویٰ رضویہ قدیم	امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
۳۳	فتاویٰ رضویہ مترجم	امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
۳۴	الاجازت المتینۃ	امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
۳۵	فتاویٰ رضویہ جہان علوم و معارف	علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ
۳۶	امام احمد رضا کی فقہی بصیرت	علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ
۳۷	حیات اعلیٰ حضرت	ملک العلما علامہ سید ظفرالدین بہاری

۳۸	المیزان کا امام احمد رضا نمبر	مدیر سید محمد جیلانی اشرف
۳۹	سالنامہ معارف رضا کراچی	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
۴۰	مقالات یوم رضا لاہور	مجلس صداقت اسلام لاہور
۴۱	ماہنامہ معارف اعظم گڑھ	دارالمصنفین اعظم گڑھ
۴۲	ہفت روزہ شہاب	مولانا کوثر نیازی
۴۳	نزہۃ الخواطر	عبدالحی حسنی
۴۴	فقیہ اسلام	ڈاکٹر حسن رضا پٹنہ
۴۵	فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی جائزہ	مفتی مکرم احمد دہلوی
۴۶	فتاویٰ رشیدیہ	رشید احمد گنگوہی
۴۷	فرزندان اشرفیہ کی علمی و تصنیفی خدمات	مولانا فضل الرحمن مبارک پوری
۴۸	فروغ رضویات میں فرزندان اشرفیہ کا کردار	مولانا ابوہریرہ رضوی ورفقائے کار
۴۹	ماہنامہ پیغام شریعت کا مصنف اعظم نمبر	مولانا فیضان المصطفیٰ قادری ورفقاے کار
۵۰	ماہ نامہ ماہ نور کا اشرف العلما نمبر	ڈاکٹر افضل مصباحی
۵۱	شیخ الاسلام حیات و خدمات، سیریز ۲	بشارت علی صدیقی اشرفی

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

مصنف کی دیگر تصنیفات و تالیفات

مطبوعہ تصانیف:

☆اشرف الاولیا حیات و خدمات

☆بنگال اور اسلام ایک تاریخی جائزہ

☆مطلقہ عورت کے نان ونفقہ کا شرعی حکم اور سپریم کورٹ کے فیصلے

☆فقہ اور فتاویٰ کی تدوین و تاریخ

☆مخدوم سمناں کا تاریخی سفر سمنان سے کچھوچھہ تک

☆مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی جہان علوم و معارف

☆قطب المشائخ حیات اور کارنامے

☆تاج الشریعہ کی فقہی بصیرت

☆استاذ العلما مشرقی بہار کی ایک عبقری شخصیت

☆خصائص فتاویٰ رضویہ

غیر مطبوعہ تصانیف:

☆تذکرۂ مشایخ کچھوچھہ

☆اسلام میں والدین کا مقام

☆تجلیات رمضان

☆خطبات کمال

☆تحقیقی مسائل

☆مجموعہ فتاویٰ

جامعہ حضرت مولانا نورالدین للبنات
ٹیلرنگ اینڈ نرسنگ سنٹر

ایک تعارف

یہ ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ ایک پاکیزہ اور صالح معاشرہ کی تشکیل مسلک حق و صداقت کے فروغ، عقائد و معمولات اہلسنت کی صیانت اور بدمذہبوں و باطل فرقوں کے مکر و فریب سے حفاظت کے لیے اپنے نونہالوں کے ساتھ اپنی بچیوں کو بھی دینی تعلیم و تربیت سے مزین اور آراستہ کرنا از حد ضروری ہے۔ کولکاتا سے لے کر آسام تک بچوں کی دینی تعلیم کے لیے اہلسنت و جماعت کی سینکڑوں کی تعداد میں درسگاہیں ہیں لیکن بچیوں کے لیے کوئی بھی معیاری اور معقول ادارہ ہمیں دور دور تک نظر نہیں آتا، جبکہ غیر مقلدین اور دیابنہ کے اس قسم کی درجنوں درسگاہیں اور تعلیمی ادارے موجود ہیں اور وہ اپنے مشن کے فروغ میں پوری جد و جہد بھی کر رہے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری شہزادیاں دن بہ دن اسلامی تعلیمات سے دور انگریزی تہذیب و تمدن کی دلدادہ اور فرسودہ رسومات و خرافات سے کافی متاثر نظر آ رہی ہیں، جو کہ سنی مسلمانوں کے لیے بہت افسوس کی بات اور ایک بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے۔

بس ان حالات نے ہماری ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، ہماری دینی غیرت و حمیت نے جماعت اہلسنت کی بچیوں کی دینی و عصری اور فنی تعلیم کے لیے ایک ادارہ کے قیام پر مجبور کر دیا اور ضلع اتر دیناج پور کے شہر اسلام پور سے جانب جنوب میں دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع گلاب پاڑہ ہاٹ سے قریب موضع قاضی گاؤں میں ایک وسیع و عریض زمین پر جامعہ حضرت مولانا نور الدین للبنات ٹیلرنگ اینڈ نرسنگ سینٹر والد گرامی کے نام منسوب ایک ادارہ ۲۰۰۷ء میں ناچیز کے ہاتھوں قیام عمل میں آیا، جو اس وقت کئی دیدہ زیب عمارتوں پر مشتمل اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔ بہتر تعلیمی و فنی نظام کی بدولت گرد و نواح کے کافی لوگ اس ادارہ سے متاثر ہیں اور اس کی تعلیمی شہرت کی بدولت خواہش مند طالبات دور دور سے آ رہی ہیں اور مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کر رہی ہیں۔ اہل خیر حضرات اپنے خصوصی تعاون میں اس ادارہ کو ہمیشہ یاد رکھیں اور اہل علم اپنے مفید مشوروں سے نوازیں۔

محب العلما مفتی محمد ذاکر حسین نوری مصباحی فنا القادری

بانی و مہتمم ادارہ ہذا ناظم اعلی جامع طیبۃ الرضا، چنچل میٹ، حیدر آباد۔

Publisher
Maulana Nooruddin Academy
Jamia Hazrat Maulana Nooruddin Lil-Banat
Jamia Nagar, Qazi Gaon, Po. Amal Jhadi, Islampur, Uttar Dinajpur (Bengal)